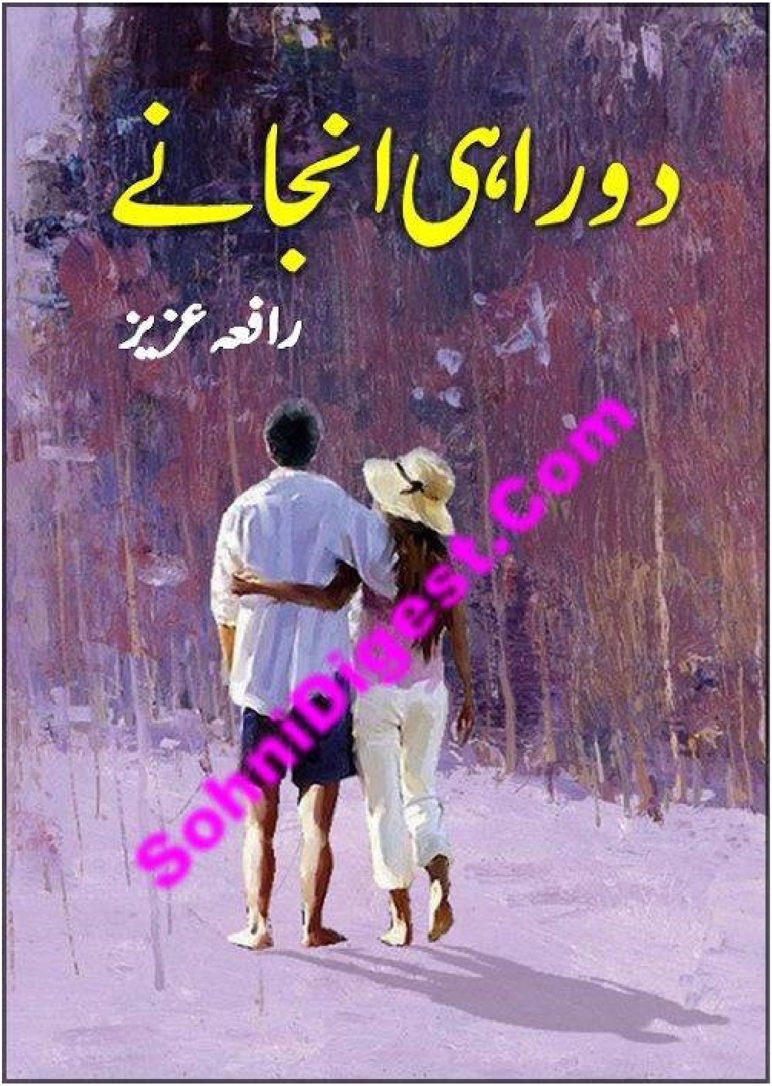
دوراہی انجانے
رافعہ عزیز
SohniDigest.Com

ناول

رافعہ عزیز

دوراہی انجانے

”یہ اتنی شدت سے دعائیں کس کے لیے مانگتی ہو۔“

”تمہارے لیے تو بالکل نہیں مانگتی۔ہٹو سامنے سے۔“

”ایک دن مانگو گی دیکھ لینا اور ہاں اس سے کئی گنا شدت سے مانگو گی۔“

”ویری فنی خان صاحب! ایسا کبھی نہیں ہو گا۔“

”چلو دیکھ لیں گے۔“

....

زندگی کے ایک انجانے سفر پر، میں چلی ہوں

کچھ نئے لوگوں سے ملنے اور یادیں بنانے چلی ہوں

ایک خاص سا احساس اس بار میرے ساتھ ہے

کسی کی نظروں کے حصار میں ہونے کا خیال ہے

لگتا ہے سفر میں کوئی ملنے والا ہے

دوراہی انجانوں کا ساتھ جڑنے والا ہے۔

موسم انتہائی خوبصورت تھا۔ بارش تھم چکی تھی۔ مغرب کی اذان ہونے میں آدھا گھنٹہ رہ گیا تھا۔ آسمان مکمل طور پر بادلوں کی لپیٹ میں تھا۔ بس تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ تیسرے نمبر والی سیٹ پر بیٹھی لڑکی پرینٹڈ کرتے اور بلیو جینز میں ملبوس تھی۔ سر پر سٹائل سے لیا گیا حجاب، گورا رنگ، گھنی پلکوں کے سائے میں چمکتی بھوری آنکھیں جو اس وقت کتاب پڑھنے میں مصروف تھیں وہ دنیا جہان سے بے خبر دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے دائیں جانب جھک کر کتاب کا نام پڑھا۔

''راہِ یار تیری بارشیں۔'' نام پڑھتے ہی وہ برا سا منہ بنا کر سیدھی ہوئی۔ تبھی ڈرائیور نے زور سے بریک لگائی۔ بس کے ٹائر بری طرح چرچرائے، مسافر اچھل کر آگے ہوئے۔ بل کھاتے پہاڑوں میں خوفناک آواز گونجی جس سے درخت پر بیٹھے پرندے آوازیں نکالتے اڑنے لگے۔ بھوری آنکھیں بیزاری سے ڈرائیور کی طرف اٹھیں جو بس سے اتر رہا تھا۔

''ٹائر پنکچر ہوگیا ہے۔'' کنڈیکٹر نے اندر آکر سب کو اطلاع دی۔ اس نے گہرا سانس لے کر ناول بند کیا اور شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔ گہری ہوتی شام، آسمان پر چھائے بادل۔ اس نے کھڑکی کھول کر چہرہ تھوڑا سا باہر نکال کر تازہ ہوا کو محسوس کیا۔ ایک طرف پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے تو دوسری طرف کھائی اور گھنے جنگل بھی برف کی لپیٹ میں تھے۔ ٹھنڈی اور تازہ ہوا کو محسوس کرتے ہی وہ کھل اٹھی۔ دو دن سے وہ مسلسل سفر میں تھی۔ ابھی وہ حسین نظاروں سے لطف اندوز ہو رہی تھی تبھی ساتھ بیٹھی لڑکی نے اس کا بازو ہلایا۔ وہ اس کی جانب مڑی۔

''آپ اکیلی ہیں؟'' اس نے سوال کیا۔

''جی اور آپ۔''

''نہیں، میری امی اور ابو ہیں وہ پیچھے بیٹھے ہیں۔''

''اچھا۔''

''آپ کو کتابیں پسند ہیں کیا؟ جب سے سفر شروع ہوا تھا آپ پڑھ رہی تھیں۔''

''آں، نہیں مجھے کورس کی کتابیں بالکل نہیں پسند لیکن ہاں ناولز میری جان ہیں۔'' اس کی آنکھوں کی چمک

بڑھ گئی۔

”اوہ اچھا۔آپ کا نام کیا ہے؟“

اس چھوٹی لڑکی کو وہ اچھی لگی تھی۔

”وشمہ۔وشمہ خان۔“

”بہت پیارا نام ہے اور میرا نام ہے عائشہ۔“

”آپ کا بھی بہت اچھا نام ہے۔“

ابھی وہ باتیں کر رہی تھیں تبھی کنڈیکٹر نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔”آپ سب یہاں سے پیدل بس سٹاپ تک چلے جائیں۔ٹائر بدلنے میں وقت لگے گا کچھ ہی دیر میں اندھیرا ہو جائے گا تو راستے بند ہو جائیں گے اس لیے جلدی جلدی سٹاپ تک پہنچ جائیں۔“وہ کہہ کر اتر گیا۔وشمہ نے عائشہ کو دیکھا تبھی ایک خاتون ان کی طرف آئی۔

”چلو عائشہ۔“

”اوکے آپی اللہ حافظ۔ہم جا رہے ہیں بہت اچھا لگا آپ سے مل کر آپ بہت پیاری ہیں۔“

”اللہ حافظ مجھے بھی۔آپ بھی بہت پیاری ہو۔“

آہستہ آہستہ سب بس سے اترنے لگے۔وہ بھی اپنا بیگ اٹھا کر بس سے اتر گئی۔مسافر بہت کم تھے بس سے اترتے ہی اسے محسوس ہوا کہ سارے یہیں کے رہائشی تھے تبھی وہ پیدل ہی آگے بڑھ رہے تھے۔اس نے عائشہ کو اپنے پاس بلایا۔

”عائشہ!آپ کا گھر ادھر ہی ہے؟“

”جی ادھر پاس ہی ہے۔ابو کہہ رہے ہیں پیدل ہی جائیں۔گے آپ کا گھر کہاں ہے؟“

”میرا آگے ہے کافی۔“

”آگے تو رات کو برف باری کی وجہ سے راستے بند کر دیتے ہیں آپ اپنے گھر والوں کو بلوا لیں وہ آپ کو لے جائیں گے بس سٹاپ سے۔اچھا آپی اللہ حافظ،ابو بلا رہے ہیں۔“

وشمہ کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔اس نے تو یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ برف باری کے بعد زیارت سے آگے راستے بند ہو جاتے ہیں۔اس نے بیگ ایک بڑے سے پتھر پر رکھا۔ بیگ زیادہ بڑا نہیں تھا اور نہ ہی بھاری۔ ٹھنڈی ہوائیں اس کے جسم کو سن کر رہی تھیں۔سردی سے اس کے دانت بجنے لگے۔اردگرد کوئی دکان،کوئی ہوٹل نہیں تھا جہاں وہ جا کر بیٹھتی۔اس نے بیگ سے لانگ کوٹ نکال کر پہن لیا اور جیب میں ہاتھ ڈالے وہ اردگرد پہاڑوں اور لمبے درختوں کو دیکھنے لگی۔اب اسے فکر ہو رہی تھی۔سرپرائز کے چکر میں حویلی میں کسی کو اپنے آنے کی خبر نہیں دی تھی اور اب آگے راستوں کا بھی اسے کچھ علم نہیں تھا۔

''لالہ کو فون کرتی ہوں۔''اس نے کال ملا کر فون کان سے لگایا لیکن بیل نہیں جا رہی تھی۔اس نے کان سے فون ہٹا کر دیکھا سگنلز نہیں تھے۔

''اوہ ڈیم اِٹ۔اب کیا کروں گی؟''

وہ لندن میں اکیلی رہی تھی۔اسے کبھی اکیلے رہنے سے ڈر نہیں لگا لیکن اس وقت اس کو ڈر لگ رہا تھا اور اپنے آپ پر غصہ بھی آ رہا تھا۔

''بھائی!بات سنیں اور کتنا وقت لگے گا۔''

''ابھی تو وقت لگے گا۔آپ پیدل چلی جاؤ۔سٹاپ آدھا گھنٹہ ہی دور ہے یہاں سے گھر والوں کو وہیں بلا لو۔رات ہو جائے گی تو مسئلہ ہو جائے گا۔آگے راستے بند ہو جائیں گے باقی لوگ بھی چلے گئے ہیں۔بس یہیں سے پلٹ جائے گی۔''

وشمہ پریشانی سے واپس مڑ گئی اور موبائل پر دوبارہ کال ملانے لگی۔اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔اسے چلتے چلتے قریباً آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا لیکن ابھی تک بس سٹاپ کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔اب اسے رکنا پڑا کہ سامنے دو راہیں تھیں۔اس نے رک کر ادھر ادھر کسی سائن بورڈ کی تلاش میں دیکھا۔

''اب کہاں جاؤں؟رائٹ یا لیفٹ؟''اور پھر بغیر سوچے بائیں جانب بڑھ گئی۔ساتھ ہی ایک بورڈ گرا ہوا تھا جس پر لکھا تھا کہ آگے خطرناک راستہ ہے جو جنگل کی طرف جاتا ہے لٰہذا اس جانب نہ آئیں۔

دس منٹ بعد اس کی ہمت جواب دے گئی۔گہرا ہوتا اندھیرا،سردی کی شدت،اس کا دل کر رہا تھا وہ پھوٹ

پھوٹ کر رونا شروع کر دے۔

”ڈرائیور نے تو کہا تھا تھوڑا سا آگے ہی بس سٹینڈ ہے مجھے تو یہاں کوئی انسان بھی نظر نہیں آ رہا۔“ جھنجلاتی ہوئی وہ دوبارہ چلنے لگی۔ کافی آگے جا کر وہ ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئی اور پھولی سانس کو صحیح کرنے لگی۔ ایک دم کسی پرندے کی خوف ناک آواز پر وہ ڈر کر اچھلی۔ بے بسی سے آنسو گالوں پر بہہ نکلے۔

”اللہ! میں ایسے نہیں مرنا چاہتی۔ کسی کو میرے مرنے کی خبر نہیں ملے گی آغا جان، لالہ سب یہی سمجھیں گے میں لندن میں ہوں، لندن والے سمجھیں گے میں پاکستان میں ہوں اور میں...... میں اس خوفناک جگہ پر سڑ رہی ہوں گی۔ اللہ، پلیز مجھے بچا لیں میں اب کسی کے شوہر پر نظر نہیں رکھوں گی سالار، جہان، فارس کسی پر نہیں۔ بس مجھے یہاں سے نکال لیں۔“ وہ باقاعدہ آنسوؤں کے ساتھ رو رہی تھی۔ روتے روتے وہ سست قدموں سے چل بھی رہی تھی۔ جب تھک جاتی تو کسی پتھر پر بیٹھ جاتی۔ بڑے بڑے درختوں سے اسے خوف آ رہا تھا۔ اس نے پتھر پر بیٹھتے ہی موبائل کی ٹارچ سامنے کی طرف کی۔ سڑک تو بالکل صاف نہیں تھی۔ کچا سارا راستہ تھا۔ اتنی دیر سے چلنے کی وجہ سے اس کے پاؤں اب دکھ رہے تھے۔

موبائل پر لو بیٹری کا سائن آیا تو بے اختیار اس کا دل زور سے دھڑکا۔ ایک اس کا ہی تو آسرا تھا۔ وہ فلیش لائٹ سے آگے کا راستہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے ارد گرد دیکھا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا۔ ایک دم موبائل بند ہو گیا۔ اس کا دل کانپنے لگا۔ دو منٹ ہی گزرے تھے سامنے سے کسی کے قدموں کی آواز آنے لگی۔ اس نے سر اٹھایا، ہلکی سی روشنی اسے نظر آئی جو آہستہ آہستہ اس کے قریب آ رہی تھی۔ اس کے آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔ دو سیکنڈ بعد وہ نم آنکھیں لیے کھڑی ہوئی۔ اللہ نے اس کی سن لی تھی اور اس کے لیے فرشتہ بھیج دیا تھا۔ وہ اسے فرشتہ ہی لگا۔ چھ فٹ لمبا قد، شاید وہ جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھا۔ وشمہ کو صحیح سے نظر نہیں آیا۔ اب وہ اس کے بالکل قریب آ گیا تھا۔

......

وہ ایک سہانی شام تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹا اپنی عزیز جان ہستی کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر ہی اس کی صبح اور شام ہوتی تھی۔ اس کی دھڑکن اسی کے نام پر دھڑکتی تھی۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ اس کی بچپن کی منگیتر اس کا

عشق عالیہ تھی۔ وہ اپنی عالی کو کچھ اور وقت دیکھنا چاہتا تھا لیکن کوئی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تو اس نے فوراً تصویر تکیے کے نیچے رکھی۔

''کیا کر رہا ہے شاہ۔'' عمر اس کے ساتھ آ کر بیٹھا۔

''کچھ نہیں بس ابھی آ کر لیٹا تھا۔ تو بتا کیسے آنا ہوا؟'' وہ اٹھ کر بیٹھا۔

''بس ایسے ہی آغا جان آ رہے تھے تو میں بھی آ گیا۔''

''ہاں تجھے تو بہانا چاہیے تھا نا پلوشہ سے ملنے کا۔''

شاہ کی بات پر عمر خان نے سر جھٹکا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''چل آ باہر چلتے ہیں۔'' وہ دونوں باہر جانے کے لیے اٹھ گئے۔

''شاہ لالہ۔'' وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا جب پلوشہ نے اسے روکا۔ دونوں پلٹے پلوشہ عمر کو دیکھ کر ایک دم سٹپٹا گئی اور اپنی چادر ٹھیک کی۔

''لالہ! یہ مورے کی دوائی لے آنا۔''

شاہ نے اپنی پیاری سی بہن سے دوائی کا نسخہ پکڑا اور سیڑھیاں اتر گیا۔ عمر نے دوسری نظر بھی پلوشہ پر نہیں ڈالی تھی۔ وہ تب تک انہیں دیکھتی رہی جب تک وہ اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئے۔

''مجھے ایسا کیوں لگتا ہے جیسے عمر کو میں پسند نہیں ہوں۔ شاہ لالہ تو عالیہ بھابھی سے بہت محبت کرتے ہیں۔'' وہ بجھے دل کے ساتھ واپس اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

......

پوری حویلی روشنی سے نہائی ہوئی تھی۔ مغرب کے بعد ہی حویلی کو روشن کر دیا جاتا تھا۔ گارڈن ایریا کو خاص روشن کیا جاتا تھا کیونکہ مغرب کے بعد سب عورتیں تازہ ہوا کے لیے باہر آ جاتی تھیں۔

بی بی جان سر کو اچھی طرح دوپٹے سے ڈھانپے ہوئے شام کے اذکار پڑھنے میں مصروف تھیں۔ ان کے سامنے امل منہ لٹکائے بیٹھی تھی۔ بی بی جان نے پانی میں دم کیا پھر اس کی طرف بڑھایا جس کو اس نے بغیر چوں چراں کیے پی لیا اور آدھا بچا کر سامنے رکھی میز پر رکھ دیا۔

”یہ لیں گرما گرم پکوڑوں کے ساتھ چائے۔“امل کی آنکھیں چمک اٹھیں۔اس نے نظریں اٹھا کر اپنی بہن کو دیکھا۔آسمانی رنگ کے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

”جیتی رہو خوش رہو میری بچی۔“بی بی جان نے اس کے سر پر پیار کیا۔وہ مسکرا کر امل کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”کتنی اچھی ہو آپی آپ۔قسم سے میرا بڑا دل کر رہا تھا پکوڑے کھانے کا۔“اس نے جھٹ سے ایک پکوڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

”دھیان سے منہ جل جائے گا۔مورے بھی آگئیں۔“اس نے پیچھے دیکھ کر کہا۔امل نے بھی فوراً گردن موڑی۔

”مورے جلدی آئیں آپی نے بہت مزے کے پکوڑے بنائے ہیں۔“

”واہ میری بیٹی خوش ہوگئی۔“زنیرا بی بی بیٹھتے ہوئے بولیں۔

”اس کو خوش کرنے کے لیے ہی تو پکوڑے بنائے ہیں ورنہ میں اتنی ٹھنڈ میں کوئی کام کرتی ہوں۔“نوال نے منہ بنا کر کہا۔

”لالہ بھی ہوتے تو کتنا مزا آتا۔میں خود اپنے ہاتھوں سے انکے لیے چائے بناتی۔“اس کی آواز میں پھر سے اداسی چھا گئی۔

”آجائے گا اداس نہ ہو۔دعا کرو خیریت سے ہو۔میرا دل بڑا بے چین ہے۔“بی بی جان نے آسمان کی طرف دیکھا جہاں بادلوں کا بسیرا تھا۔

”ایک سال ہوگیا ہے بی بی جان لالہ کو اپنے سامنے دیکھے ہوئے۔“وہ دکھی لہجے میں بولی۔

”بس اب تو وہ واپس آنے والا ہے پھر یہی کام کرے گا۔“

”ہمم۔“

”اچھا تم منہ مت لٹکاؤ چائے پیو صبح لالہ کو فون کر لینا۔“نوال نے چائے کا کپ اسے پکڑایا جسے ہلکی سے مسکراہٹ کے ساتھ اس نے تھام لیا۔

۞......۞......۞

اس نے موبائل کی ٹارچ وشمہ کی طرف موڑی۔روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا ئیں۔

''افف اسے پیچھے کرو۔'' لڑکے نے موبائل دوسری طرف کیا پھر بولا۔

''چڑیل میرے سامنے سے ہٹو دیکھو میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میرا خون بھی تم نہیں پی سکتی کیونکہ وہ کڑوا ہے اس لیے ہٹو۔'' وہ وشمہ کو حیرت میں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ ابھی دو قدم ہی چلا تھا کہ دوبارہ مڑا۔

''ایک احسان کردو چڑیل بہن مجھے یہاں سے نکلنے کا راستہ بتادو۔'' اس نے دوبارہ موبائل کی روشنی اس کے چہرے پر ڈالی تو وشمہ جیسے ہوش میں آئی۔

''شٹ اپ، تم ہو گے جن۔ کہاں سے میں تمہیں چڑیل نظر آتی ہوں۔'' وہ تو تپ ہی گئی۔

''واؤ بولتی بھی ہو۔''

''اگر اب تم نے مجھے چڑیل بولا تو میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔''

''پاؤں دکھاؤ اپنے۔'' اس نے موبائل وشمہ کے پاؤں کی طرف موڑا۔

''پاؤں تو ہیں، اچھا اچھا مان لیا کہ چڑیل نہیں ہو اب گھورو نہیں۔ تو محترمہ آپ اس وقت یہاں گھنے جنگل میں کیا کر رہی ہیں؟''

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اس نے الٹا سوال کر دیا۔

''میں۔ میں ایڈونچر کر رہا ہوں۔''

''اس وقت۔''

''مذاق تھا یہ۔ میں گم ہو گیا ہوں۔''

''میں بھی۔'' وہ اداسی سے بولی۔

''اب کیا کریں۔'' وہ پریشانی سے بولی۔

''وہی جو پہلے کر رہے تھے۔ یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔'' اس نے وشمہ کو آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

''کیا میں آجاؤں ساتھ۔''

''جی محترمہ، آجائیں ڈریں نہیں میں جن نہیں ہوں شاید آپ کی مدد کر کے مجھے ثواب ہی مل جائے۔'' وشمہ

http://sohnidigest.com

نے اسے گھورا۔

”لاؤ اپنا بیگ مجھے دے دو۔“ اس نے وشمہ کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔

”تھینک یو۔“

......

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سب اپنے اپنے گھروں میں بند ہو گئے تھے ایسے میں وہ شال کندھوں کے گرد لپیٹے گارڈن میں رکھے جھولے پر بیٹھی تھی۔ کالے گھنے بال کیچر میں قید تھے۔ نظریں چاند پر مرکوز کیے وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کوئی بھی اسے دیکھتا تو نازک پری ہی سمجھتا تھا۔ وہ تھی ہی ایسی نازک سی گورا رنگ، کالی آنکھیں آغا جان حویلی کی بڑی بہو میرب ارحم سب اس کی قسمت پر عش عش کرتے تھے کیونکہ ایک شہزادی کو ایک شہزادے کی قسمت میں لکھا گیا تھا۔ آغا جان کا بڑا پوتا ارحم خان پورا گاؤں جس کو دعائیں دیتے نہیں تھکتا تھا بقول اس کے میرب اس کے لیے خدا کی طرف سے عطا کردہ انعام تھی۔ میرب اس کا عشق تھی اس کا جنون تھی۔

”کیا میں ارحم کے بغیر رہ پاؤں گی۔ جب ان کو سچ پتا چلے گا تب کیا ہوگا۔“ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ہوا سے چہرے پر آتی لٹوں کو اس نے کان کے پیچھے کیا۔

”بھابھی۔“

آواز پر اس نے فوراً لمبا سانس لے کر گردن بائیں جانب موڑی۔

”جی۔“

”ٹھنڈ میں کیوں بیٹھی ہیں۔ کیا لالہ ابھی نہیں آئے؟“ وہ چلتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔

”کمرے میں بیٹھی بور ہو رہی تھی اس لیے باہر آ گئی۔ نہیں ابھی تک تو نہیں آئے۔“

”رمشا سو گئی کیا؟“

”جی اس کا کل آخری پیپر ہے تو اس لیے وہ جلدی سو گئی۔“

”اچھا چلیں میں لالہ کو فون کرتا ہوں۔“ اس نے فون جیب سے نکالا ہی تھا تبھی دروازہ کھلا اور ایک سفید

گاڑی اندر آئی۔

''لو آ گئے۔''

سفید شلوار قمیض میں ملبوس وہ گاڑی سے اتر کر ان کی طرف ہی آ گیا۔

''لالہ! آج اتنا وقت لگا دیا آنے میں میری بھابھی کا ہی خیال کر لیا کریں۔ ٹھنڈ میں بیٹھ کر آپ کا انتظار کر رہی تھیں۔''

''یار! آج آفس کے بعد زمینوں کی طرف چلا گیا تھا۔ آغا جان نے وہاں کے مسئلوں کو دیکھنے کے لیے کہا تھا۔''

''اچھا چلیں آرام کریں میں بھی چلا سونے۔'' وہ اندر چلا گیا تو ارحم میرب کی طرف مڑا اور آہستہ سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے جو ٹھنڈے تھے۔

''پاگل لڑکی ٹھنڈ میں کیوں بیٹھی تھی بیمار پڑ گئی تو......''

''نہیں ہوتی بیمار۔ چلیں اندر میں چائے بناتی ہوں کھانا صحیح کھایا نا آپ نے؟'' وہ اس کا ہاتھ تھامے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

پندرہ منٹ بعد وہ کمرے میں آئی تو ارحم کپڑے بدل کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ اس نے آہستہ سے کپ سائڈ ٹیبل پر رکھا اور خود اس کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر اسکی ٹانگیں دبانے لگی۔ نرم لمس کو محسوس کرتے ہی اس نے آنکھیں کھولیں اور فوراً سیدھا ہوا۔

''یہ کیا کر رہی......''

''چپ کر کے لیٹے رہیں جب پتا ہے آپ کو آپکی ایک نہیں چلے گی تو ضد بھی نہیں کرنی۔'' میرب کے غصے سے کہنے پر وہ مسکرایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔

''آپ تھک گئے ہیں نا آج۔'' اس نے ارحم کی آنکھوں میں دیکھا۔

''تھکا ہوا تھا لیکن اپنی میرب کو دیکھتے ہی ساری تھکن اتر گئی۔ اب یہ مزے دار چائے پیوں گا تو ایک دم فریش ہو جاؤں گا۔'' اس نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''اچھا آپ چائے پئیں میں ٹانگیں دبا دیتی ہوں۔''

”نہیں۔“
”پلیز، تھوڑی دیر دباؤں گی پلیز۔ میری بات نہیں مانیں گے اپنی میرب کی بات نہیں مانیں گے۔ پلیز ز۔“
اور بس یہیں ارحم خان ہار جاتا تھا۔

۞......۞......۞

آغا جان اور وقاص علی خان جگری یار تھے۔ اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے انہوں نے بچپن میں ہی اپنے بچوں کی آپس میں منگنیاں کر دیں اور اب وہ دن بھی طے پا گیا تھا جب ان کے گھروں میں بہت جلد شادی کی رونقیں لگنے والی تھیں۔
سب کھانے کی میز پر بیٹھے تھے تبھی آغا جان نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔
”میں نے اور وقاص نے شادی کی تاریخ پکی کر دی ہے اس لیے عالیہ بچے اپنی بی جان کے ساتھ مل کر تیاری شروع کرو اور عمر تم بھی بہو کی خریداری کے لیے ساتھ جاؤ گے۔ میں باہر کے کام دیکھ لوں گا۔“
”جی ٹھیک ہے آغا جان۔“ عالیہ نے مسکرا کر سر جھکا دیا۔
”آغا جان! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔“ عمر خان ہمت کر کے بولے سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔
”ہاں بولو۔“
”آپ ابھی صرف عالیہ کی شادی کروا دیں مجھے ابھی نہیں کرنی۔“
”یہ کیا کہہ رہے ہو عمر۔“
”آغا جان مجھے کچھ عرصے کے لیے باہر جانا ہے آپ یہ بات جانتے ہیں اس لیے میں ابھی شادی نہیں کر سکتا۔“
”عمر! میں وقاص کو کیا بولوں گا تم پلوشہ کا بھی سوچو۔“
”میں اسی کا سوچ رہا ہوں اس کے لیے یہی بہتر ہے آغا جان آپ میری بات کو سمجھیں مجھے بزنس کے لیے ابھی باہر جانا ہے۔“
”آرام سے عمر۔“ بی جان نے اسے ٹوکا۔

”میں وقاص سے بات کروں گا۔“ آغا جان کہتے ہی اٹھ گئے۔

......

وہ دونوں تقریباً آدھے گھنٹے سے چل رہے تھے۔

”افف کتنا گھنا اور ڈراؤنا جنگل ہے۔“ اس نے جھرجھری لی۔

”ہاں لیکن گھنا تک ٹھیک ہے ڈراؤنا تم سے تو کم ہی لگ رہا ہے۔“

”دیکھو مجھ سے الجھو مت۔“

”اچھا اگر الجھوں تو کیا کرلو گی۔ اپنی اس بھیانک شکل کو اور بھیانک کرلو گی اپنی اصلی شکل مطلب چڑیل کی شکل میں آجاؤ گی اپنے پیر الٹے کرلو گی کیا کر کیا لو گی تم۔“ وہ اسے تنگ کرتے ہوئے بولا کیونکہ وہ وشمہ کے آنسو دیکھ چکا تھا اور اس کی آواز سے بھی پتا چل رہا تھا کہ وہ ڈری ہوئی ہے اس لیے وہ اسے تنگ کرر ہا تھا۔

”دیکھو مسٹر اکیلی سمجھ کر مجھ سے بدتمیزی نہ کرو ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔“

”اوہ، میں تو بھول ہی گیا ویسے تمہارا نام کیا ہے؟“

”میں اور تمہیں اپنا نام کیوں بتاؤں۔“

”دیکھو لڑکی کم چڑیل۔“ وشمہ نے ایک دم مڑ کر اسے غصے سے دیکھا۔

”اچھا نا آرام سے۔ اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اگر تم کہیں رہ بھی جاؤ پیچھے تو تمہیں آواز تو لگا سکوں۔“

وشمہ نے کچھ دیر سوچا پھر اپنا نام بتایا۔

”وشمہ نام ہے میرا۔“ اس نے منہ بنایا۔

”صحیح ہی ہے۔“

”اف، تم اتنے عجیب کیوں ہو؟“

”اچھا سوال ہے لیکن ایک بات کا دکھ ہے بس۔“

”دکھ فار واٹ۔“

”مطلب اب مجھ سے عجوبوں کی سردار عجیب ہونے کا پوچھ رہی ہے اب میں کیا جواب دوں، بتاؤ؟“

''تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔'' وہ پیر پٹختی آگے چلنے لگی۔

''اوہیلو میڈم، ایک دنیا مجھ سے بات کرنے کو ترستی ہے میرا وقت بہت قیمتی ہے کیپ دیٹ ان یور مائنڈ اوکے۔''

''ہاہاہا۔ ہاں صحیح کہا تمہارا وقت قیمتی تو ہوگا۔''

''تمہیں کیسے پتہ۔''

''اب دیکھو نا سونے کے بعد اور اٹھنے سے پہلے کا تمہارا ٹائم قیمتی ہی ہوتا ہے نا۔ اور اسی میں لوگ تم سے ملنے کو ترستے ہوں گے۔''

وہ اسکی بات پر من ہی من میں مسکرایا۔

''ویسے بات سنو۔'' وہ درخت کا سہارا لے کر آگے بڑھا کیونکہ راستہ بہت خراب تھا۔

''افففف۔ کہو۔'' وشمہ بھی اس کے پیچھے ہی تھی۔

''تم بچپن سے ایسی ہی ہو یا جنگل میں آکر ایسی ہوئی ہو؟''

''کیا مطلب؟''

''مطلب بچپن میں اگر مضبوط کرلیا ہوتا نا تو گرتا نہیں۔''

''کیا مضبوط اور کیا نہیں گرتا۔''

''وہی تمہارے دماغ کا پیچ لوگوں کا ڈھیلا ہوتا ہے تمہارا ڈھیلا تو تھا یہاں آکر لگتا ہے گر ہی گیا ہے۔''

''ول یو پلیز شٹ اپ۔ ایک تو خوفناک جنگل اوپر سے اس کی بک بک اوہ گاڈ ہیلپ می۔''

''ہاہا گاڈ ڈونٹ ہیلپ انکائنڈ (unkind) پیپل۔''

''آہ گاڈ پلیز اسکا منہ بند کروائیں۔''

''کیوں میرے پیچھے پڑی ہو لڑکی، یہ مانا میں نے کہ ہینڈسم ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تم اکیلا دیکھ کر ایڈوانٹیج لو۔'' آج تو اس کے انداز ہی نرالے تھے زندگی میں پہلی بار وہ ایسے کسی سے فرینک ہوا تھا۔

''اوہ جسٹ شٹ اپ۔ نام کیا بتایا تھا تم نے؟''

''ہاہاہا۔میں نے تو بتایا ہی نہیں۔میری نقل اتارے بغیر بھی کہہ سکتی تھی کہ اپنا نام بتایئے خیرنا چیز کو دیان خان کہتے ہیں۔''

''ہنہہ ساؤنڈز لائک ڈائن۔''

''ارے اتنا اچھا نام تو ہے مجھے بھی تمہارا نام عجیب لگا لیکن میں نے تو ایسا نہیں کہا۔اوہ اچھا سمجھا تم نے جل کر یہ کہا۔''

''میں کیوں جلوں گی تمہارے نام سے۔''اس نے سر جھٹکا۔

''بس بس اب میں اپنے نام کی کیا تعریف کروں۔''وہ اسکو چھیڑ کر محظوظ ہو رہا تھا ورنہ اسے اس طرح باتیں کرتے کوئی دیکھ لیتا تو غش کھا کر گر جاتا کہ دیان خان اور اتنی باتیں جبکہ بزنس فیلڈ میں اسے ہارڈ سٹون کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اپنی سخت طبیعت کی وجہ سے مشہور تھا کسی سے فضول بات کرنا اسے پسند نہ تھا لیکن آج وہ اس لڑکی کو زچ کرنے کے لئے بولتا ہی جا رہا تھا۔

''تم نے وہ مووی دیکھی ہے۔''اس نے بیگ اوپر کیا۔

''اس سچویشن میں تمہیں مووی یاد آ رہی ہے میرا تو چلو گر گیا ہوگا تمہارا تو تھا ہی نہیں۔''وہ مسکرایا اور دانتوں تلے اپنا نچلا ہونٹ دبا کر اسکو دیکھا جو جھنجھلا کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

''ویسے اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔''

''اتنی دیر سے جو یہ نان اسٹاپ بولے جا رہے ہو مجھ سے اجازت لے کر ہی بول رہے ہو۔''وشمہ نے چڑ کر کہا

''تمہیں ہنسی نہیں آتی کیا۔''

اب وہ اسکو کیا بتاتی وہ اس سے زیادہ باتونی اور ہنس مکھ ہے۔لیکن اس وقت وہ ٹینس ہے جسکی وجہ سے اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔

''فضول ہنسنے کی عادت نہیں ہے مجھے۔''

''جوکس پر بھی ہنسی نہیں آتی کیا۔''

''انسان ہوں اور جوکس ہنسنے کے لئے ہوتے ہیں۔''وہ بولتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔دیان نے ایک

دم اس کا بازو پکڑا کیونکہ پتھر سے وشمہ کا پاؤں پھسل گیا تھا اس کی چیخ نکلتے نکلتے رکی۔

''دھیان سے چلو۔''

''یہاں سے تو سو گز دور بھی مجھے کسی انسان کی رہائش نہیں لگتی ہم کہاں جائیں گے۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی۔

''ہمم۔ جنگل آگے اور گھنا لگ رہا ہے ہمیں ابھی یہی رک جانا چاہیے۔'' دیان سنجیدگی سے بولا۔ اس نے موبائل کی روشنی سے اردگرد دیکھا۔ چاروں طرف بڑے اور گھنے درخت تھے۔ ابھی وہ دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کا موبائل بند ہو گیا وشمہ ایک دم گھبرا گئی۔

''دیان!'' اس نے کانپتی آواز میں اسے پکارا۔

''ڈرو نہیں ادھر ہی ہوں موبائل ہے کیا؟'' وہ اس کے پاس آیا۔

''بیٹری لو ہو گئی ہے۔''

''بس اب ادھر ہی رک جاتے ہیں۔''

''تمہارے پاس کوئی ٹارچ وغیرہ نہیں ہے کیا؟'' وشمہ نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں۔''

''کسی کام کے انسان نہیں ہو تم۔''

''ایک منٹ یہ الزام مجھ پر کیوں۔''

''کیوں کا کیا مطلب ہے تمہارے پاس ٹارچ لائٹ تک نہیں ہے۔''

''واہ میڈم وشمہ۔ کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے میں یہاں پوری تیاری سے آیا تھا یا یوں کہو کہ مجھے الہام ہوا تھا کہ جنگل میں پھنس جاؤں گا۔''

''اف۔ پھر بھی بندہ ٹارچ تو رکھتا ہے نا ساتھ۔''

''اچھا تو تم نے کیوں نہیں رکھی اب میں کہوں کہ تم کسی کام کی نہیں ہو۔''

''دیکھو۔ ابھی لڑنا فضول ہے مل کر کوئی حل نکل سکتا ہے۔''

''تو میں بھی یہی کہہ رہا تھا کہ مل کر کچھ سوچتے ہیں۔''

”لیکن کیسے؟“

”ابھی تو کچھ نہیں ہوسکتا صبح ہی کچھ کرسکیں گے۔“ وہ نا چاہتے ہوئے بھی چپ ہوگئی کیونکہ اس جنگل میں ان دونوں کو ہی ایک دوسرے کا آسرا تھا۔ دیان نے دونوں بیگ نیچے رکھے پھر اپنے بیگ سے ایک سکن شال نکالی اور نیچے بچھا کر درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وشمہ منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔

”پوری رات کیا اب کھڑی رہو گی بیٹھ جاؤ۔“ وہ تھوڑا سا دوسری طرف ہوگیا۔

”آگ جلالو۔“

”کہہ تو ایسی رہی ہو جیسے میں جنگل کا رہائشی ہوں فوراً سے پتھر گھسا کر آگ جلالوں گا۔“ دیان جل کر بولا۔

”ارے ہاں پتھر کو گھسنے سے آگ جلائی جاسکتی ہے۔“ وہ چہک کر بولی۔

”تو جلاؤ نا منع کس نے کیا ہے۔“

”تم جلاؤ میں لڑکی ہوں میں کیسے جلاسکتی ہوں۔“

”اچھا اب لڑکی ہو۔“

”دیکھو پلیز بات کو سمجھو موبائل آف ہوچکے ہیں کچھ کرو۔“

”اچھا صبر کرو کچھ کرتا ہوں۔“ وہ وشمہ کی روہانسی آواز سن کر کھڑا ہوگیا اور آس پاس سے لکڑیاں اٹھائیں اور پتے جمع کرنے لگا پھر جیب سے ماچس نکالی اور آگ جلادی۔ وہ وشمہ کی طرف مڑا دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اب وہ ایک دوسرے کو صاف دیکھ سکتے تھے۔ دیان وشمہ کو دیکھتے ہی ٹھٹکا اس کی شکل اسے جانی پہچانی لگی۔

”تم جھوٹے انسان پہلے کہہ نہیں سکتے تھے کہ ماچس ہے تمہارے پاس۔“

”اچھا اور تم تو ایسے کہہ رہی ہو کہ تم نے پتھروں کو گھس گھس کے آگ جلانے کی کوشش کرلی۔“ وہ غصے سے سامنے جا کر بیٹھ گئی اور آگ کو دیکھنے لگی۔ دیان بھی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا دونوں کے درمیان خاموشی تھی۔ سرد ہوتی رات میں آگ ان کے لیے کارآمد ثابت ہو رہی تھی۔ انہیں سردی کی شدت میں کچھ کمی محسوس ہوئی۔

دیان نے اپنے بیگ کی سائڈ جیب میں ہاتھ مارا۔

”کچھ کھاؤ گی؟“

وشمہ نے اس کی طرف گردن موڑی۔ وہ بسکٹ نکال رہا تھا۔ بسکٹ دیکھ کر اسکی بھوک چمک اٹھی لیکن اس سے لیتے ہوئے وہ ہچکچائی۔ دیان اس کی جھجھک سمجھ گیا۔ تین بسکٹ نکال کر باقی پیکٹ اس کو دے دیا۔

"تھینک یو۔" اس نے آہستہ سے پیکٹ پکڑ لیا۔

"ایک بات پوچھوں وشمہ؟" کچھ دیر بعد وہ دوبارہ اس سے ہم کلام ہوا۔ اب کی بار وہ سنجیدہ تھا۔ وشمہ نے اسے دیکھا صاف رنگت، رعب دار شخصیت دیکھنے میں تو وہ سنجیدہ ہی لگتا تھا۔ دل ہی دل میں وشمہ اس کی تعریف کر رہی تھی بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھا۔

"وشمہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو وہ چونکی۔

"جی۔"

"یہاں کیسے آئی ہو وہ بھی اکیلی۔"

"میں تو اپنے گھر جا رہی تھی دراصل میں لندن میں پڑھ رہی تھی۔ چھ مہینے پہلے ہی گئی تھی اب سٹڈی کمپلیٹ ہوگئی ہے تو واپس گھر جا رہی تھی راستے میں بس خراب ہوگئی۔ ڈرائیور نے کہا پیدل سٹاپ تک چلی جائیں اور میں یہاں پہنچ گئی۔"

"گھر کہاں ہے؟"

"نیل جھیل کے پاس اور تم یہاں کیسے آئے۔"

"میں بزنس کے لیے باہر گیا ہوا تھا کل ہی واپس آیا ہوں۔ اسلام آباد سے دوست کی گاڑی پکڑی حویلی جا رہا تھا۔ ایک سال میں یہاں کے تو راستے ہی بدل گئے ہیں اور یہاں آکر گاڑی کا ٹائر پنکچر ہوگیا اور میں گھومتے گھومتے تمہارے سامنے ہوں۔"

"تمہارا گھر کتنا دور ہے۔"

"تمہاری گھر سے زیادہ دور نہیں ہے میری حویلی وادیِ جھیل میں ہی ہے۔"

"اچھا۔" دیان اسے دیکھتا رہا اس کے دل میں سوال اٹھ رہے تھے جو وہ وشمہ سے پوچھنا چاہ رہا تھا۔

"کیا ہوا کچھ پوچھنا ہے؟" اس کی نظریں خود پر محسوس کر کے وہ بولی۔

”ہاں تمہارے والد کا کیا نام ہے؟“

وشمہ چونکی اس کے چہرے کا رنگ اڑا۔

”کیوں کیا ہوا؟“ وہ بمشکل بولی۔

”نہیں کچھ نہیں سو جاؤ۔“ وہ اپنا بیگ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔

”نہیں مجھے نیند نہیں آ رہی۔“

”اچھا چلو پھر نگرانی کرو میں تو سو رہا ہوں۔“

وشمہ اس کو دل ہی دل میں گالیاں دیتی کب سوئی اسے پتہ بھی نہیں چلا۔

رات کا نا جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔ چاند کی مدھم روشنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے وشمہ کو دیکھنے کے لیے گردن موڑی اور اس کو دیکھتے ہی دیان کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔ وہ سمٹ کر سر بیگ پر رکھے سو رہی تھی۔

”چڑیل سوتے ہوئے کتنی معصوم لگ رہی ہے۔“ پھر سر جھٹک کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

۞......۞......۞

فجر کی اذان رات کی خاموشی کو چیرتی ہوئی ہر سو بکھری۔ اذان سننے کے بعد اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ ارحم کے ہاتھ سے چھڑایا اور وضو کرنے کے لیے اٹھ گئی۔

وہ وضو کر کے باہر آئی تو ارحم بھی مسجد جانے کے لیے اٹھ گیا تھا۔ وہ رمشا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی کیونکہ اسے اٹھانے کی ڈیوٹی اس نے خود ہی میرب پر لگائی تھی کیونکہ الارم سے تو وہ ہرگز نہیں اٹھتی تھی۔

”رمشا! اٹھ جاؤ۔“ اس نے آہستہ سے اس کا بازو ہلایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

”السلام علیکم بھابھی۔“

”وعلیکم السلام اٹھ جاؤ جلدی سے۔“ اسے اٹھا کر وہ دوبارہ کمرے میں آئی اور نماز پڑھ کر کچن کی جانب بڑھ گئی کیونکہ حویلی میں سب ہی نماز کے بعد کام پر جانے کے لیے تیار ہونے لگ جاتے تھے۔

”السلام علیکم۔“

"وعلیکم السلام نازو، آغا جان اور بی جی اٹھ گئے۔" اس نے فریج سے دودھ نکالتے ہوئے پوچھا۔

"جی اٹھ گئے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے تم ناشتہ بناؤ میں سلام کر کے آتی ہوں۔" وہ چائے چولہے پر چڑھا کر آغا جان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"السلام علیکم۔" وہ آہستہ سے دروازہ کھٹکا کر اندر چلی آئی۔

"وعلیکم السلام آؤ میری بچی کیسی ہو۔"

"میں بالکل ٹھیک آپ دونوں کیسے ہیں۔" اماں سے پیار لینے کے بعد اس نے اپنا سر آغا جان کے سامنے کیا تو انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔ "خوش رہو آباد رہو۔"

"میں ناشتہ بنوا رہی ہوں آپ بھی نیچے آ جائیں۔۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل کر دوسری جانب عالیہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"السلام علیکم پھپھو جان۔"

"وعلیکم السلام کیسی ہے میری چندا۔"

"میں ٹھیک آپ بتائیں رات سے دیکھ رہی ہوں اداس ہیں کیا ہوا ہے۔"

"دل بہت بے چین سا ہو رہا ہے۔" انہوں نے قرآن بند کر کے سائڈ پر رکھا۔

"وشمہ سے بات کی آپ نے؟"

"نہیں فون نہیں اٹھا رہی۔ شاید امتحان چل رہے ہیں اس لیے مصروف ہے۔"

"چلیں میں شام کو اس کو کال کروں گی۔ آپ اداس نہ ہوں اور ناشتے کے لیے آ جائیں۔" وہ اٹھ کر جانے لگی تبھی وہ بولی۔

"میرب بچے تم بھی پریشان نہ ہوا کرو کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

میرب ان کی طرف مڑی۔

"پھپھو ڈر لگتا ہے جب سچائی سب کو پتا چلے گی تو کیا ہوگا۔"

"کچھ نہیں ہوگا پوری حویلی جانتی ہے ارحم تم سے کتنی محبت کرتا ہے ڈرو نہیں اور خوشی خوشی رہو۔"

"محبت تو آپ بھی کرتی تھی نا۔"

عالیہ کی آنکھوں میں درد واضح ہوا۔

"اللہ سب ٹھیک کریں گے بچے۔"

اس نے مسکرا کر سر ہلایا اور باہر آ گئی۔ ناز و ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھی وہ ایک نظر اسے دیکھ کر سست قدموں سے چلتی اپنے کمرے میں آ گئی اور الماری سے ارحم کے لیے کپڑے نکالنے لگی تبھی وہ کمرے میں داخل ہوا اور سلام کیا۔

"وعلیکم السلام یہ لیں جلدی سے تیار ہو جائیں ناشتہ تیار ہے۔"

ارحم نے اس کے ہاتھ سے کپڑے لے کر بیڈ پر رکھے اور اس کے ہاتھ تھامے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

"ہو جاؤں گا تیار بھی دو گھڑی میرے ساتھ تو بیٹھ جاؤ۔"

"میں تو ہر وقت آپ کے پاس بیٹھنے کے لیے تیار ہوں آپ کو ہی آفس جانے کی جلدی ہوتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے دونوں بازو ارحم کے گلے کے گرد پھیلائے۔ ارحم نے اس کا نماز کی طرح لپیٹا دوپٹہ کھول کر کندھے پر ڈالا اور اس کا کیچر اتارا۔ بس پھر کیا تھا اس کے لمبے بال کسی ابشار کی طرح کمر پر گرے اس نے آنکھیں بند کیں۔

"اُفف ارحم، آپ کو پتا تو ہے مجھ سے نہیں سنبھلتے اتنے لمبے بال۔ ایک تو آپ کٹوانے بھی نہیں دیتے اب آپ ہی انکو باندھیں گے۔"

"ایسے ہی کھلے رکھا کرو مجھے اچھے لگتے ہیں۔" اس نے میرب کے چہرے پر آتی لٹیں کان کے پیچھے کیں۔ وہ ہلکا سا مسکرائی پھر کہنے لگی۔

"اچھا ارحم آج چھٹی کر لیں ایک ہفتے سے مسلسل خود کو مصروف کیا ہوا ہے۔"

"نہیں آج نہیں پھر کسی دن کر لوں گا ابھی بہت کام ہے۔"

میرب نے منہ بنایا۔

"ایسا نہ کرو پتا ہے نا پھر میرا دن اچھا نہیں گزرے گا۔" اس نے ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر اس کا منہ اوپر کیا۔

"اچھا نہیں بناتی لیکن وعدہ کریں کل مجھے جھیل پر لے کر جائیں گے اور صرف میرے ساتھ دن گزاریں گے۔"

"اوکے ڈن اور کوئی حکم۔" اس نے اس کے سر پر پیار کیا۔

"نہیں۔" وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔

"زما ژوند۔" (میری زندگی)

آغا جان حویلی جس کا رعب پورے شہر تک مشہور تھا ان کا ایک بیٹا عمر خان اور ایک بیٹی عالیہ خان تھی عمر خان کی بیگم آمنہ تھی اور ان کے دو بیٹے ارحم خان اور اسفند خان اور ایک بیٹی رمشا تھی جبکہ عالیہ بیگم کی ایک ہی بیٹی تھی وشمہ خان جو کہ اپنے آغا جان کی جان ہے۔

✿......✿......✿

آغا جان حویلی سے کچھ ہی فاصلے پر موجود وقاص علی خان کی حویلی کا منظر بھی کچھ ویسا ہی تھا۔ فجر کی نماز کے بعد سب اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ ناشتے کی میز پر سربراہی کرسی پر بیٹھے وقاص علی خان ذوالفقار صاحب سے زمین کے سلسلے میں باتیں کر رہے تھے تبھی شاہ زین خان جو کے وقاص خان کے چھوٹے بیٹے تھے اپنی جگہ پر آ کر بیٹھے۔

"شاہ زین خان! تم دن بادن اپنی تہذیب بھولتے جا رہے ہو۔" وقاص علی خان کی رعب دار آواز گونجی۔

امل اور نوال نے ڈر کر بی بی جان کو دیکھا جو دائیں جانب بیٹھی تھیں۔

"السلام علیکم۔" شاہ زین خان نے بنا کسی کو دیکھے سلام کر کے چائے کا کپ اٹھایا اور ایک ہی گھونٹ میں پی کر باہر چلے گئے۔ نوال فوراً ان کے پیچھے باہر بھاگی۔

"چچا جان۔"

وہ مڑے اور مسکرا کر اس کے پاس آئے۔

"اپنا خیال رکھیئے گا چچا جان اور جلدی آیئے گا۔ یہ لیں دوائی وقت پر کھایئے گا۔" اس نے دوائی ان کی طرف بڑھائی۔

''جیتی رہو میری شہزادی۔'' وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر چلے گئے تو وہ واپس اندر آ گئی جہاں وقاص خان بول رہے تھے۔

''اس کو عشق نے نکما کر دیا ہے اتنے سال گزر گئے اس کا دماغ ٹھکانے پر نہیں آیا۔''

''بس کر دیں میرے بچے کو جینے دیں۔ کیوں اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں سب کچھ تو چھین لیا آپ نے اس سے۔ اب بچا ہی کیا ہے اس کے پاس۔'' وہ رونے لگیں۔ وقاص علی غصے سے اٹھ کر چلے گئے۔ ذوالفقار خان بھی ان کے پیچھے گئے۔ زنیرہ بیگم بی بی جان کے پاس آئی۔

''بی بی جان مت روئیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کیا ٹھیک ہو جائے گا زنیرا، کچھ بھی نہیں ہوگا ساری زندگی اس نے ایسے ہی گزار دی۔''

''بی بی جان صحیح کہہ رہی ہیں مورے۔'' نوال بھیگے لہجے میں بولی۔ ''کب ٹھیک ہوگا میں پہلے کی طرح چاچو کو ہنستا مسکراتا دیکھنا چاہتی ہوں۔ بڑوں کی لڑائیوں کا خمیازہ بچے بھگتتے ہیں۔'' اس کی آنکھیں اپنے چاچو کے بارے میں سوچ کر نم ہو گئیں۔

''اللہ سب بہتر کریں گے میری جان۔'' بی بی جان نے اسے اپنے پاس بلایا تو وہ ان کے گلے لگ گئی۔

''لالہ کو اس دفعہ میں سب بتا دوں گی مجھے یقین ہے وہ سب ٹھیک کر دیں گے۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' زنیرہ بیگم نے نوال کے سر پر ہاتھ رکھا۔

وقاص علی خان کے دو بیٹے ذوالفقار علی خان اور شاہ زین خان تھے اور ان کی ایک بیٹی پلوشہ جو کہ آج سے سات سال پہلے خالقِ حقیقی سے جا ملی تھی۔

ذوالفقار علی خان کی بیگم زنیرہ تھی اور ان کے تین بچے تھے۔ نوال، اہل اور دیان جبکہ پلوشہ کی ایک ہی بیٹی تھی جس کو باپ نے ہی پال کر بیاہ دیا تھا۔ وقاص خان کی حویلی کا گاؤں بھر میں نام تھا۔ زمینی مسئلہ ہو یا کاروباری مسئلہ سارے کھاتے وقاص خان کے ہاتھوں میں تھے اور ان کے بعد حویلی کا چھوٹا خان دیان خان علاقے کی شان تھا۔

وہ شیشے کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی تبھی ملازمہ اس کے کمرے میں آئی۔

"عالیہ بی بی۔"

"جی۔"

"آپ میرے ساتھ جھیل تک چلیں گی۔"

"ہیں، کیا بول رہی ہو۔ بی جی نے مجھے منع کیا ہے ایک ہفتے بعد مجھے مایوں بیٹھنا ہے۔"

"چلیں نا عالیہ بی بی، پھر آپ چلی جائیں گی میں اکیلی ہو جاؤں گی۔"

"اچھا اچھا چلو۔"

وہ دونوں جھیل تک آ گئیں۔ موسم بہت اچھا تھا مغرب کی اذان میں ابھی وقت تھا۔ جھیل چاروں طرف سے سبزے میں گھری ہوئی تھی۔ سامنے ایک پہاڑ تھا جس میں سے چشمہ آ رہا تھا۔

"عائشہ۔" عالیہ جونہی کچھ کہنے کے لیے مڑی تو عائشہ وہاں تھی ہی نہیں۔

"یہ کہاں گئی۔" اس نے اردگرد دیکھا۔

"مجھے بی جی سے مروائے گی۔" وہ چادر ٹھیک کرتی جانے لگی تبھی درخت کے پیچھے سے کوئی سامنے آیا اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"شاہ۔"

"جی شاہ کی جان آپ کا شاہ۔" وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ بلیک جینز پر بلیو شرٹ اور اس پر کالی لیدر کی جیکٹ پہنے وہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔

"شاہ! پاگل ہو کوئی دیکھ لے گا۔"

"کوئی نہیں دیکھے گا۔"

"یہ عائشہ کو تم نے بھیجا تھا۔" عالیہ نے گھور کر پوچھا۔

"ہاں نا۔"

"مجھے پھنساؤ گے شاہ۔" وہ جانے لگی تو شاہ نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”اف شاہ چھوڑو میرا ہاتھ۔ تمہیں کوئی شرم ہے دو ہفتوں بعد ہماری شادی ہے اور تم میرے سامنے کھڑے ہو۔“

”لڑکی! شادی سے پہلے چھپ چھپ کر ملنے کا الگ ہی مزا ہے۔“ وہ ایک انداز سے بولا۔

”زیادہ اوور نہیں ہو شاہ، ابھی آغا جان نے دیکھ لیا نا تو تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔ ساری عاشقی نکل جائے گی۔“

”کچھ نہیں کہیں گے۔ میرے ہوتے ہوئے ڈرتی کیوں ہو؟“ اس نے اس کی ناک کو کھینچا تو عالیہ نے ہلکا سا تھپڑ اس کے ہاتھ پر لگایا۔

”پیچھے رہو، شرم کرو آج تو آ گئے اب مت آنا۔ ایسے اچھا نہیں لگتا شادی سے پہلے ملنا۔“

”ٹھیک ہے میری جان آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ دلِ نادان کو سمجھانا ہی پڑے گا نہیں آؤں گا۔“

”اچھا اب میں جا رہی ہوں۔ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔“ وہ فوراً جانے کے لیے بھاگی۔

”عالی۔“

آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔

”شدت سے تمہارے ساتھ کا انتظار ہے جب تم میرے نام سے پہچانی جاؤ گی جانِ شاہ آئی لو یو۔“ وہ اونچی آواز میں کہہ رہا تھا۔ عالیہ نے سر پر ہاتھ مارا۔

”اللہ۔ شاہ مجھے تو مرواؤ گے اور ساتھ میں خود بھی مار کھاؤ گے۔ جاؤ۔“ وہ مسکراتے ہوئے حویلی کی طرف بھاگ گئی۔

✿......✿......✿

آسمان پر نیلا پن چھانے لگا۔ چڑیوں کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی۔ کچھ دیر تو اس کو سمجھ ہی نہیں آیا وہ کہاں ہے پھر ایک دم وہ گڑبڑا کر اٹھی۔ ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی اور ساتھ ہی ٹھنڈ میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ اس نے دائیں جانب دیکھا جہاں رات کو دیان سویا تھا۔ اب وہ جگہ خالی تھی وہ گھبرا کر ایک دم کھڑی ہوئی۔

”یہ کہاں گیا۔ کہیں مجھے چھوڑ تو نہیں گیا۔ نہیں بیگ ادھر ہی ہے مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔“ اس نے لمبا سانس لیا اور حجاب کھولا تا کہ صحیح سے لے سکے کیونکہ سارے بال باہر آ رہے تھے۔ حجاب صحیح سے لینے کے بعد اس نے دیان کی ہی شال پر نماز پڑھی۔

''یا اللہ! ہماری مدد کریں ہمیں خیریت سے گھر پہنچا دیں۔''

دعا مانگ کر وہ اپنے بیگ کی طرف مڑی اور دوسرا حجاب نکالا کیونکہ اس کو اس میں الجھن ہو رہی تھی۔ اس نے بالوں میں برش پھیرا۔ دیان جو بائیں جانب سے آرہا تھا وشمہ کو دیکھتے ہی پیچھے رک گیا۔ وہ اپنے کام میں مگن تھی اور رونے کا کام بھی ساتھ جاری تھا۔ ڈارک براؤن بال جو کمر تک تھے اس نے پونی میں قید کیے اور جلدی سے حجاب لیا۔ قدموں کی آواز پر اس نے بائیں جانب دیکھا پھر فوراً آنسو صاف کیے اور کھڑی ہو گئی لیکن دیان اس کے آنسو دیکھ چکا تھا۔

''یہ لو پانی پی لو چشمے سے لایا ہوں۔'' اس نے پانی کی بوتل وشمہ کے سامنے کی جو اس نے تھام لی لیکن پانی نہیں پیا۔ اس کے رونے کا کام پھر شروع ہو چکا تھا۔ رونے اور سردی کی شدت کی وجہ سے اس کی ناک اور گال لال ہو رہے تھے۔ دیان اس کو دیکھتے ہی مسکرایا۔ وہ کوئی چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔ اس نے شال بیگ میں ڈالی اور بیگ کندھے پر اٹھا کر وشمہ کا بیگ ہاتھ میں پکڑا۔ وشمہ رونے میں مگن تھی کچھ دیر تو وہ نظر انداز کرتا رہا لیکن پھر جھنجھلا کر اس کی طرف مڑا۔

''اُف، چپ کرو پاگل ہو۔ فضول میں روئے جا رہی ہو۔'' وہ جھنجھلا کر بولا۔

''تم ہو گے پاگل بھلا کوئی فضول میں روتا ہے۔'' اس نے ٹشو سے ناک صاف کیا دیان نے منہ بنایا۔

''اچھا تو وجہ بتاؤ کیوں رو رہی ہو۔''

''کوئی ایک وجہ ہو تو بتاؤں نا۔''

''ساری وجوہات بتا دو میں سن رہا ہوں۔'' وہ اس کے سامنے درخت کے ساتھ کمر ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔

''پہلی وجہ میں جنگل میں اکیلی ہوں۔''

''جی نہیں میں ہوں تمہارے ساتھ۔''

''تو تم بھی تو اکیلے ہو۔'' اس نے گھورا۔

''جی نہیں دو لوگ کبھی اکیلے نہیں ہوتے۔ اب دوسری وجہ بتاؤ۔''

''دوسرا میرا موبائل بند ہو گیا ہے مجھے ناول پڑھنا تھا۔'' ایک نیا دکھ سوچ کر وہ دوبارہ رونے لگی۔

”ناول۔اف،تیسرا بتاؤ۔“اس نے اپنا سر پکڑا۔

”تیسرا اوہ۔“

”بول بھی دو۔“

”مجھے بھوک بھی لگی ہے میں اتنی دیر بھوکی نہیں رہ سکتی۔“

دیان اسے دیکھتا رہا پھر کپڑے جھارتے ہوئے سیدھا ہوا۔

”اور کوئی وجہ ہے۔“اس نے پوچھا۔

”نہیں بس یہی ہیں۔“

”ٹھیک ہے میں نے سب سن لیا۔اب رونا بند کرو اور چلو۔کھانا تو یہاں نہیں مل سکتا ہاں البتہ تم کسی کی خوراک ضرور بن سکتی ہو۔“

”میں نہیں آؤں گی۔“اس نے منہ پھلا کر کہا۔

”ٹھیک ہے بیٹھی رہو میں جا رہا ہوں۔اچھا ہے آج جنگل میں جانوروں کی پارٹی ہو گی۔واؤ۔“وہ اسے چڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔وشمہ اس کی بات سمجھتی فوراً اس کے پیچھے بھاگی۔

”اوئے کھڑوس۔بندر،تمہیں شرم نہیں آتی ایک اکیلی لڑکی کو اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہو۔“وہ اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی اور وہ مسکراہٹ دبائے آگے چل رہا تھا۔

......۞......۞۞

باقی دنوں کی نسبت آج موسم صاف تھا۔دھوپ چمک رہی تھی جس سے سردی کی شدت میں کمی آئی تھی۔

”میرب بچے!آ کر بیٹھ جاؤ۔“آمنہ بیگم نے کچن میں کھڑی میرب کو کہا۔

”بس مورے آ گئی۔“وہ دوپٹہ سر پر رکھتی لاؤنج میں آئی۔

”پورا دن اپنے آپ کو ہلکان کر کے رکھتی ہو کچھ دیر سکون سے بیٹھ بھی جایا کرو۔“بی جان اسے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

”بس کھانا دیکھ رہی تھی ابھی رمشا اور اسفند لالہ آ جائیں گے۔“وہ عالیہ بیگم کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”یہ کتنی پیاری شالز ہیں۔“اس نے اپنے سامنے پڑی ایک شال اٹھائی۔وہاں ایسے ہی عورتیں شہر سے

کپڑے وغیرہ لے جاتی تھیں اور پھر گھر گھر جا کر بیچتی تھیں۔ بی جی اور باقی سب وہی دیکھ رہے تھے۔

''تمہیں اچھی لگی؟''

''جی مورے کتنی پیاری ہے۔''

''تو ٹھیک ہے یہ لو صائمہ یہ میرب کے لیے اور یہ بی جی او یہ رمشا کی۔ عالیہ تم بھی کوئی پسند کرو۔'' انہوں نے عالیہ بیگم کو کہا۔

''یہ وشمہ کے لیے کیسی رہے گی۔'' انہوں نے ایک کالی سی شال اٹھائی اس کے پلو پر بہت ہی نفاست سے ہلکی سی کڑھائی تھی۔

''بہت پیاری ہے وشمہ پر بہت اچھی لگے گی۔'' میرب نے مسکرا کر کہا۔

''السلام علیکم۔'' اسفند اور رمشا نے بلند آواز میں سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام۔''

''آج میں پارٹی کروں گی۔'' رمشا چہک کر بولی۔

''ہمیں پتا ہے کیسی ہوگی پارٹی کھانے کے بعد سو گی اور عشاء کے وقت اٹھو گی یہ ہوگی پارٹی۔'' اسفند بی جی کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولا۔

''لالہ! پوری چھ راتیں جاگ کر پڑھائی کی ہے اب سونا تو بنتا ہے نا اور آپ سب بور ہو وشمہ آپی کے ساتھ اتنا مزہ آتا ہے۔''

وشمہ کے نام پر عالیہ بیگم اداس ہو گئیں۔ چار دن ہو گئے تھے وشمہ سے بات کیے ہوئے وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتی تھی۔ باقی سب پہلے ہی اس کے باہر جانے کے خلاف تھے۔

''باقی سب بعد میں جاؤ جا کر کپڑے بدلو اور منہ ہاتھ دھو کر آؤ کھانا تیار ہے۔''

''اچھا۔'' وہ فوراً سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ آمنہ بیگم نے گھور کر دیکھا۔

''کب یہ لڑکی طریقہ سیکھے گی شادی کی عمر ہو رہی ہے۔''

''ابھی تو بچی ہے ابھی تو اس شہزادے کی عمر ہے۔'' بی جی نے اسفند کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ سر جھکا گیا۔

”اوہو اسفند شرما رہا ہے۔“ میرب نے شرارت سے کہا تو وہ مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔

”میں آتا ہوں۔“

”السلام علیکم۔“

ارحم کی آواز پر سب نے دروازے کی طرف دیکھا۔

”وعلیکم السلام آ گیا میرا بچہ کیسا گزرا دن۔“ وہ بی جی کے سامنے جھکا تو انہوں نے اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے پوچھا۔ آمنہ بیگم اور عالیہ سے ملنے کے بعد وہ بی جی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

”الحمدللہ، دن بہت اچھا گزرا آج جلدی فارغ ہو گیا پھر آج آغا جان اور بابا زمینوں میں چلے گئے تو میں نے سوچا گھر چلا جاؤں۔“

میرب نے پانی کا گلاس اس کے سامنے کیا۔

”اچھا کیا آ گئے اب آرام کرو خود کو اتنا مصروف کیا ہوا ہے جاؤ جلدی سے منہ ہاتھ دھو آؤ کھانا تیار ہے۔“ وہ جی کہتا کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ میرب بھی نازو کو کھانے کا کہہ کر اس کے پیچھے کمرے میں آ گئی۔

کھانے کے آدھے گھنٹے بعد وہ سب کو چائے دے کر ارحم کا کپ لے کر کمرے میں آئی۔ وہ بیڈ پر لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

”ارحم۔“ وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

”جی۔“ ارحم نے نظریں ٹی وی پر جمائے ہی جواب دیا۔

”مجھے کیا گفٹ دیں گے شادی کی دوسری سالگرہ آنے والی ہے۔“ ارحم نے مسکراتے ہوئے رخ اس کی طرف کیا اور اس کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

”کیا چاہیے؟“

”اممم۔“ اس نے چھت کو دیکھتے ہوئے سوچا پھر بولی۔ ”مجھے کچھ نہیں چاہیے اب آپ بتائیں۔“

ارحم اس کی اس ادا پر دل و جان سے نہال ہوا۔

”مجھے اس چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ چاہیے۔“ میرب اس کے سینے سے لگ گئی۔ ”اور مجھے مرتے دم تک

آپ کا ساتھ چاہیے۔"

"عصر کے بعد جھیل پر چلیں گے تیار ہو جانا۔"

"سچ میں۔" وہ چہک کر اس کے سینے سے الگ ہوئی اور ایک دم سر پکڑا۔

"کیا ہوا۔" ارحم سیدھا ہوا۔

"میرب کیا ہوا ہے۔"

"کچھ نہیں بس ایک دم چکر آ گیا تھا۔"

"چکر۔ کیوں، اٹھو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا ہوں۔" وہ گاڑی کی چابی اٹھا کر کھڑا ہوا لیکن میرب منہ پر ہاتھ رکھتی واش روم کی طرف بھاگی۔ دو منٹ بعد وہ باہر آئی تو ارحم اس کی طرف بڑھا۔

"میرب! تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا چلو ڈاکٹر کے پاس۔" ارحم اسے کندھوں سے تھام کر بیڈ تک لایا اور پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ دو گھونٹ لے کر اس نے گلاس رکھ دیا۔

"میں ٹھیک ہوں کچھ بھی نہیں ہوا۔"

"کوئی ٹھیک نہیں ہو، اٹھو دیکھو رنگ بھی اتنا پیلا ہو رہا ہے میں کچھ نہیں سنو گا۔ اٹھو۔"

"پکا نا، میں ٹھیک ہوں کل چلے جائیں گے ابھی جھیل پر چلتے ہیں میرا بہت دل چاہ رہا ہے باہر جاؤں گی نا تو فریش ہو جاؤں گی پہلے دل بوجھل ہو رہا تھا اب ٹھیک ہوں۔"

"اچھا اٹھو چلتے ہیں۔"

اس نے اٹھ کر چادر لی اور دونوں ایک ساتھ نیچے آ گئے۔

"تم رکو میں مورے کو بتا کر آتا ہوں۔" ارحم آمنہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گیا اور وہ باہر آ گئی۔

"بی بی جی! گاڑی نکالنی ہے دروازہ کھولوں۔"

"نہیں نہیں پیدل ہی۔ بس جھیل تک جانا ہے۔"

"چلو۔" ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دونوں باہر نکل آئے۔ حویلی کے پیچھے ہی نیلی جھیل تھی۔ ہرے بھرے پودوں اور بڑے درختوں کے سائے میں یہ جھیل خوبصورتی کا ایک دلکش نمونہ تھی وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے جھیل

کے پاس آ گئے۔

''پتا ہے ارحم مجھے آپ کے ساتھ یہاں آنا بہت اچھا لگتا ہے۔''اس نے ارحم کے کندھے پر سر رکھا۔

''میرب! مجھے تمہاری طبیعت صحیح نہیں لگ رہی۔ رنگ دیکھو کیسے پھیکا پڑ رہا ہے۔''وہ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''ارحم! میں ٹھیک ہوں چلیں یہاں بیٹھ جاتے ہیں۔''اس نے بینچ کی طرف اشارہ کیا۔بینچ پر بیٹھ کر اس نے اپنا سر ارحم کے کندھے پر ٹکا دیا۔

''ارحم۔''

''ہمم۔''

''زہ ستا سرہ مینہ لرم۔''(میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں)

ارحم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

''زہ ھم درسرہ مینہ لرم۔''(میں بھی تم سے بہت پیار کرتا ہوں)

وہ اب آہستہ آہستہ اس کے ہاتھوں کی لکیروں پر انگلیاں پھیر رہی تھی پھر آہستہ سے ہاتھ پہلو میں رکھ لیا۔سر ابھی بھی ارحم کے کندھے پر تھا۔

''پھپھو جان کی وشمہ سے بات ہوئی اس کی پڑھائی مکمل ہو جانی تھی نا اس ماہ؟ چار دن ہو گئے ہیں فون نہیں کیا ورنہ تو ہر دو دن بعد فون کرتی ہے۔ لالہ اس دفعہ آؤ گی تو یہ کریں گے وہ کریں گے تمہاری بات ہوئی اس سے؟''بولتے بولتے اس نے میرب کا ہاتھ پکڑا لیکن میرب نے کوئی جواب نہیں دیا۔اس کا ہاتھ بھی ٹھنڈا ہو رہا تھا ارحم نے اس کی گال پر ہاتھ رکھا وہ بھی ٹھنڈی ہو رہی تھی۔

''میرب۔''اس نے آہستہ سے اس کا سر اٹھایا لیکن وہ دوبارہ ڈھلک گیا۔

''میرب۔''اس نے پریشانی سے اس کا چہرہ تھپکا۔وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

''میرب! اٹھو کیا ہوا ہے۔ میرب میری جان دیکھو میرا دل بند ہو جائے گا ایسے نہیں کرو۔''ارحم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔وہ مسلسل اس کا چہرہ تھپکتے ہوئے بول رہا تھا۔پھر ایک دم اسے اٹھا کر حویلی کی طرف بھاگا۔

''عقیل بابا! دروازہ کھولیں۔'' وہ دور سے ہی چیخا۔

لاؤنج میں ارحم کی زوردار آواز سن کر سب باہر آئے۔

''کیا ہوا میرب کو۔'' عالیہ بیگم بھاگ کر اس کے پاس آئی۔ ارحم میرب کو صوفے پر لٹا چکا تھا۔

''پتا نہیں پھپھو کیا ہو گیا ہے۔'' ارحم رو دینے کو تھا۔ آغا جان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''حوصلہ کرو بچے کچھ نہیں ہوا۔''

''عقیل! کلینک سے ڈاکٹرنی کو لے کر آؤ۔'' آغا جان عقیل کو حکم دے کر لاؤنج میں آئے۔ ''ارحم! میرب کو کمرے میں لے جاؤ۔''

''جی۔'' وہ اسے کمرے میں لے آیا اور مسلسل اس کے ہاتھ ملتا رہا۔ تبھی آمنہ بیگم ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آئیں تو وہ باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کر کے کچھ دوائیاں لکھ کر دی اور ایک انجکشن لگا کر وہ آمنہ بیگم کی طرف مڑی۔

''آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ آپ دادی بننے والی ہیں۔''

ڈاکٹر کی بات سنتے ہی آمنہ بیگم کے ساتھ ساتھ کمرے میں آتی بی جی نے خوشی سے ڈاکٹر کو دیکھا جبکہ ارحم نے فکرمندی سے میرب کو۔

''بہت بہت شکریہ جیتی رہو۔'' بی جی نے ڈاکٹر کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی اور میرب کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''آپ سب نے اب میرب کا بہت خیال رکھنا ہے اور آپ میرے ساتھ آئیں۔'' جاتے ہوئے انہوں نے ارحم کو اشارہ کیا۔

''دیکھیں ارحم! میرب کے شوہر ہونے کے ناطے آپ کو یہ باتیں پتا ہونی چاہئیں۔ میرب بہت نازک ہے اور کمزور بھی آپ نے اس کا بہت خیال رکھنا ہے اس کے کھانے پینے کا، واک، نیند ہر چیز کا، کسی چیز کی ٹینشن نہیں دینی۔''

''میرب کو ہوش کب آئے گا۔'' اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

''میں نے انجکشن لگا دیا ہے دو گھنٹے تک آجائے گا۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ چلی گئی تو وہ بھاگ کر کمرے میں آیا جہاں بی جی آمنہ بیگم اور عالیہ موجود تھیں۔

"آؤارحم بیٹا، تم خیال رکھو میں اسفند کو مدرسوں میں ختم کی دیگ بٹوانے کا کہتی ہوں اور آمنہ تم سب کو کل قرآن خوانی کا کہہ دو اور میرب کا صدقہ بھی دو۔" وہ بولتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ ارحم نے سب کے جاتے ہی دروازہ بند کیا اور میرب کے سرہانے بیٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔

"تمہارے معاملے میں، میں بہت کمزور ہوں میرب، تمہیں ایسے نہیں دیکھ سکتا۔" اس نے اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگایا۔

✡......✡......✡

"السلام علیکم بھابھی۔"

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو عالیہ یاد آگئی میری۔"

"نہیں بھابھی ایسی بات نہیں ہے میں معذرت چاہتی ہوں فون نہیں کر سکی۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو کیسا ہے میرا شہزادہ۔"

"خیر مبارک۔ بالکل اپنے چچا جان پر گیا ہے۔" وہ شاہ زین کو دیکھتے ہوئے بولی جو سیڑھیاں اتر کر ان کے پاس ہی آرہا تھا۔ اس نے سپیکر آن کرنے کا کہا تو زنیرہ بیگم نے فون کا سپیکر آن کر دیا۔ شاہ اب بچے کو اٹھا کر اس کے ساتھ شرارتیں کر رہا تھا۔

"پھر اس کا مطلب ہے بہت پیارا ہے۔"

"ہاں بہت پیارا ہے۔" وہ جھک کر بولا۔ شاہ کی آواز سنتے ہی عالیہ نے زبان دانتوں میں دبائی۔

"بھابھی ی ی ی۔" شرم سے عالیہ سے آگے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔

"شاہ! جاؤ یہاں سے مجھے بات کرنے دو۔"

"اور بتاؤ شادی کی تیاری کہاں تک پہنچی؟"

"بی جی کر رہی ہیں آپ بتائیں نوال کیسی ہے اور کیا نام رکھا ہے۔"

"نوال بالکل ٹھیک ہے اور نام اس کے چاچو نے ہی رکھا ہے۔"

"لڑکی کا نام بھی میں نے سوچ رکھا ہے۔" شاہ جاتے ہوئے اونچی آواز میں بولا۔ عالیہ نے مسکرا کر سر

جھکایا۔وہ جانتی تھی شاہ کو بیٹیاں بہت پسند ہیں۔

''بھابھی! مجھے کچھ پوچھنا تھا۔''

''ہاں پوچھو سب خیریت۔''

''بھابھی پلوشہ ٹھیک ہے۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔بابا نے بات کی تھی وہ خود بھی اکٹھی شادی نہیں کرنا چاہتی اس نے بابا کو یہی بولا ہے کہ وہ شاہ کی شادی میں خوب ہلا گلا کرنا چاہتی ہے۔''

''شکر ہے ورنہ مجھے ان کی بہت فکر ہو رہی تھی۔''

''تم بے فکر ہو کر اپنی شادی کی تیاری کرو۔''

''چلیں ٹھیک ہے بھابھی پھر بات ہو گی اللہ حافظ۔''

وہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے اس کے پیچھے آ رہی تھی۔

''دیان! بس اب رک جاؤ میں تھک گئی ہوں۔'' وہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر جھکی اور سانس بحال کرنے لگی۔دیان نے رک کر اسے دیکھا۔

''وشمہ! شام ہونے والی ہے۔'' اس نے بیگ نیچے رکھے اور درخت کے ساتھ کمر ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔

''ہم نہیں نکل سکتے یہاں سے دیان۔ہم یہی گل سڑ جائیں گے اور ہمارے گھر والوں کو پتا بھی نہیں چلے گا ہماری روحیں اسی جنگل میں بھٹکتی رہیں گی پھر ہم سب کو ڈرائیں گے۔ٹھیک ہے اف، کتنا مزا آئے گا پھر میں زلنین کو ڈھونڈوں گی وہ بھی تو جن ہے نا۔'' آخری بات بولتے ہی وہ ہنسنے لگی۔دیان نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''پاگل لڑکی۔''

''میرے میں اور ہمت نہیں ہے دیان۔'' وہ اچانک روہانسی ہو گئی اور اپنے بیگ کے پاس آئی اور جھک کر سائڈ جیب میں کچھ دیکھنے لگی۔

''کیا ہوا؟'' دیان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں دیکھ رہی ہوں شاید کچھ مل جائے۔" اب اس نے بڑی زِپ کھولی۔ دیان کی نظر اس کے سامان پر گئی۔ ایک طرف ناولز تھے، کپڑے تو بس نام کے ہی تھے اس کے اوپر ایک شیلڈ پڑی تھی اور کچھ فائلز۔

"یہ کتابیں بھی ساتھ لے کر آئی ہو۔"

"ناولز ہیں ان کے بغیر میرا گزارا نہیں ہے۔" وہ اب پاؤچ دیکھ رہی تھی۔

"اور یہ شیلڈ کس لیے۔"

"بتاتی ہوں۔ یہ موبائل آن کر کے دیکھو شاید اللہ کچھ کردیں۔" اسے موبائل پکڑا کر وہ بیگ بند کر کے سیدھی ہوئی

"چلا؟"

"ایک سیل ہے بیٹری کا لیکن سگنل نہیں ہیں۔" وشمہ نے فون دوبارہ بند کر کے بیگ میں رکھا۔ دیان کی نظر موبائل کور پر گئی۔ ایک لڑکے کی تصویر تھی جس کا چہرہ ہڈ میں چھپا ہوا تھا اور اسکے اوپر لکھا تھا۔ "جہان سکندر" دیان نے وشمہ کی طرف دیکھا۔ وہ سر تھام کر درخت کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔ اس کے دماغ کو مختلف سوچوں نے گھیر لیا۔

"کیا جہان وشمہ کا۔" اس سے آگے اس سے سوچا ہی نہیں گیا۔ اپنا سر جھٹک کر اس نے دوبارہ شیلڈ کا پوچھا۔

"یونیورسٹی میں اینول فنکشن میں کپل ڈانس تھا۔ میم نے اس میں حصہ تو لے لیا لیکن ان کو ڈانس نہیں آتا تھا میری دوستوں نے ان کو بتادیا کہ وشمہ کو کپل ڈانس آتا ہے تو بس وہ میرے پاس آ گئی۔ دو دن اپنا سر کھپا کر انہیں ڈانس سکھایا۔ پھر کیا تھا مجھے پتا تھا۔ وہی جیتیں گی۔ وشمہ کوئی کام کرے وہ صحیح نا ہو ایسا ہو سکتا ہے۔" وہ ایک ادا سے بولی۔ دیان نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ "بس پھر آتے ہوئے انہوں نے یہ مجھے دے دی کہ اس کی حقدار میں ہوں۔"

"تمہیں کپل ڈانس کیسے آتا ہے۔"

"آج تک میں نے کیا نہیں ہے بس ویڈیوز دیکھ دیکھ کر آ گیا۔ مجھے بہت پسند ہے ساڑھی پہن کر بال کھول کر ہیل پہن کر کپل ڈانس کرنا۔" بات ختم کرتے ہی اسے اندازہ ہوا وہ کچھ زیادہ بول گئی ہے۔ اس نے شرمندہ سی نظر دیان کی طرف اٹھائی۔

"چلیں اب۔" دیان اس کی شرمندگی ہٹانے کے لیے بولا۔

''کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مجھے تو لگتا ہے ہم باہر جانے کے بجائے اس گھنے جنگل میں گھستے جارہے ہیں اس لیے یہی بیٹھ جاؤ۔ مجھ میں اور ہمت نہیں ہے چلنے کی۔ اللہ ہم کب نکلیں گے اس خوفناک جنگل سے باہر۔ مدد کریں ہماری۔'' وہ چیخی۔ ''جہان کو ہی بھیج دیں پلیز ز۔''

دیان نے اس کی طرف دیکھا۔ اسے وشمہ کے منہ سے کسی دوسرے لڑکے کا نام سن کر کچھ ہوا تھا لیکن جو ہوا تھا۔ وہ اچھا نہیں تھا اس نے سنجیدگی سے رخ موڑ لیا۔

''بیٹھ جاؤ دیان۔'' اس کے کہنے پر اس نے بیگ سے شال نکال کر بچھائی۔

''وشمہ! ادھر آکر بیٹھ جاؤ۔'' اس کے بلانے پر وہ اٹھ کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ آسمان پر اندھیرا چھا رہا تھا دیان نے اٹھ کر ٹہنیاں اکٹھی کیں اور پھر آگ لگائی۔

''تم سگریٹ پیتے ہو نا۔''

''ہاں لیکن اتنی نہیں پیتا بس کبھی کبھی۔''

''کتنی بری حرکت ہے تمہیں اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اپنے لیے نا سہی ان لوگوں کے لیے جو تم سے محبت کرتے ہیں۔'' وہ اسے دیکھے گیا۔

''سمجھ آرہی ہے یا نہیں اب تم سگریٹ نہیں پیو گے سمجھے۔'' وہ رعب سے بولی۔

''اچھا اچھا اب چیخو نہیں، تمہاری چیخ کی وجہ سے اگر کوئی جانور ادھر آ گیا نا تو پھر چیخنا کیا بولنا بھی بھول جاؤ گی۔'' وہ اسے تنگ کرتے اس کے ساتھ تھوڑے فاصلے پر بیٹھا۔ وشمہ اس کی بات سنتے ہی ایک دم سے سمٹ کر بیٹھی۔

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم روشنی تھی۔ میرب نے بائیں جانب دیکھا ارحم وہاں نہیں تھا۔ باہر ٹیرس سے ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ ارحم باہر ہے۔ وہ اٹھ کر بیٹھی اور سائڈ لیمپ آن کیا۔

''ارحم۔'' اس نے آہستہ سے اسے آواز دی۔ دونوں پاؤں ٹیبل پر ٹکائے گود میں لیپ ٹاپ رکھے وہ کام میں مصروف تھا۔ میرب کی آواز پر فوراً لیپ ٹاپ رکھا اور کمرے میں آیا۔

”کیا ہوا کچھ چاہیے۔اب کیسا محسوس کر رہی ہو طبیعت ٹھیک ہے۔“ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھا اور اس کا ہاتھ تھام کر پوچھنے لگا۔

”ہمم۔میں ٹھیک ہوں۔“ اس سے پہلے وہ کچھ بولتا دروازہ کھٹکا۔ارحم نے اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے آمنہ بیگم تھی۔

”مورے۔“

”میرب جاگ گئی ہے؟“ انہوں نے پوچھا۔

”جی۔آئیں۔“ اس نے ایک طرف ہو کر انہیں اندر آنے کی جگہ دی۔میرب نے فوراً اپنا دوپٹہ ٹھیک کیا۔ آمنہ بیگم نے سوپ کا پیالہ سائڈ پر رکھا اور اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

”اب کیسی طبیعت ہے؟“

”اب ٹھیک ہوں وہ پتا نہیں کیسے چکر آ گیا۔“

”جب ارحم کہہ رہا تھا ڈاکٹر پر جانے کا تو کیوں نہیں گئی۔“ وہ اب تھوڑے غصے سے بولی تو میرب نے نظریں جھکا دیں۔

”میں کہتی بھی ہوں اتنا کام نہ کیا کرو لیکن کسی کی سنتی ہی نہیں ہے یہ۔“ بی جی کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔عالیہ بیگم بی جی کا ہاتھ تھامے سامنے کھڑی تھیں۔

”نہیں بی جی کام کی وجہ سے نہیں ہوا پتا نہیں کیا ہوا ہے کچھ دنوں سے طبیعت بوجھل تھی۔میں نے سوچا ٹھیک ہو جاؤں گی خود ہی۔“ وہ گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”میرب! اب تم بچی نہیں ہو طبیعت خراب تھی تو ہم میں سے کسی کو بتانا چاہیے تھا اور اب جب ارحم ڈاکٹر پر جانے کا کہہ رہا تھا تو کیوں نہیں گئی۔“ آمنہ بیگم نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”مورے۔“ ارحم نے آہستہ سے انہیں بلایا تو انہوں نے اس کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔میرب کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔رمشا ہاتھ میں ایک تازہ گلاب کا پھول لیے کمرے میں داخل ہوئی۔

”چلیں بس کریں۔کتنا ڈانٹیں گے میری بھابھی کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔“ اس نے میرب کو جا کر گلے لگایا۔

''یہ لیں بھابھی آپ کے لیے۔'' اس نے گلاب کا پھول میرب کے بالوں میں لگایا تو وہ مسکرائی۔

''آپ کو بہت بہت مبارک ہو بھابھی۔ مجھ سے تو خوشی کنٹرول ہی نہیں ہو رہی کہ میں پھپھو بننے والی ہوں۔''

رمشا کی بات پر اس نے چونک کر آمنہ بیگم کو دیکھا جنہوں نے پیار سے اس کا ماتھا چوما۔

''خوش رہو آباد رہو میری بچی۔''

پھر بی جی مسکرا کر اس کے پاس آئیں اور پیسے وار کر ملازم کو بجھوائے اور اس کو خوب دعائیں دیں پھر اس کو آرام کا کہہ کر سب کمرے سے باہر نکل گئے۔ عالیہ بیگم اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ ارحم کو آغا جان نے اپنے پاس بلوایا تو وہ ان کی بات سننے چلا گیا۔

''میرب چندا! اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھیں، آباد رکھیں۔'' انہوں نے اس کا ماتھا چوما تو میرب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ روتے ہوئے ان کے گلے لگ گئی۔

''بس چندا، رونے کی کیا بات ہے۔'' انہوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔

''پھپھو جان! مما پاپا مجھے کیوں چھوڑ کر چلے گئے۔''

''اللہ کی مرضی کے آگے ہم انسان کچھ نہیں کر سکتے۔ انسان کو اپنے مقررہ وقت پر جانا ہے اور میں ہوں نا۔ میرے لیے تم وشمہ کی طرح ہی ہو۔''

''جانتی ہوں آپ نے تو مجھے ماں سے بڑھ کر پیار دیا ہے لیکن پھپھو اب اس موڑ پر آ کر میں کسی کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔'' اس نے ان کے ہاتھ زور سے تھامے۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اللہ نہ کرے تم اور ارحم کبھی جدا ہو۔ اللہ تم دونوں کو خوشیاں دکھائے۔ دیکھو میرب تمہاری اور ارحم کی شادی آغا جان نے خود کرائی تھی۔''

''لیکن پھپھو، آغا جان کو نہیں پتا میں وقاص علی خان کی نواسی ہوں اب جب انہیں پتا چلے گا تو کیا ہوگا وہ مجھے برداشت نہیں کریں گے۔''

''آغا جان اپنے بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ کبھی کوئی ایسا فیصلہ نہیں کریں گے جس سے ان کے بچوں کو تکلیف ہو۔'' انہوں نے پیار سے اسے سمجھایا۔

’’پھپھو! میں ارحم کو سب بتا دیتی ہوں۔‘‘ اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

’’حویلی کی بچے کچھ نہیں جانتے ارحم تمہاری بات نہیں سمجھے گا۔‘‘

’’پھر کیا کروں میں، ارحم سے نہیں چھپا سکتی۔ ایک مہینے سے میں یہ بات اپنے دل میں لیے بیٹھی ہوں۔ کاش میں آپ کی الماری میں موجود تصویریں نہ دیکھتی۔‘‘ وہ دوبارہ رونے لگی۔

’’میرب چندا! تم فکر مت کرو کچھ نہیں ہوگا اب تمہیں اپنا زیادہ خیال رکھنا ہے۔ پریشان مت ہو میں کچھ کرتی ہوں۔‘‘ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

’’آپ کیا کریں گی۔‘‘ میرب نے سوالیہ نظرو سے انہیں دیکھا۔

’’میں نے فیصلہ کرلیا ہے وشمہ کو اس دفعہ میں سب بتا دوں گی۔ اس کے دل میں اپنے باپ کو لے کر جتنی بھی بدگمانی ہے وہ دور کردوں گی اور ارحم سے بھی میں خود بات کروں گی۔‘‘

’’میری وجہ سے آپ کسی مشکل میں نہ پڑ جائیں۔‘‘

’’جدائی ہی میرا مقدر تھی لیکن میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی پریشانی میں اپنی زندگی گزارے۔ تم بالکل فکر نہیں کرو میں سب دیکھ لوں گی۔‘‘ وہ اس کا گال تھپک کر کھڑی ہوگئی۔

’’اب تم آرام کرو میں یہ لے جاتی ہوں گرم کروا کر کے بھیجتی ہوں۔‘‘ وہ سوپ کی ٹرے اٹھا کر کمرے سے نکل گئی تو میرب نے آنکھیں بند کر کے سر بیڈ کراؤن سے ٹکا دیا اور اپنی زندگی میں آنے والے نئے وجود کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس کے لبوں کو بہت ہی خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا۔ دس منٹ بعد کمرے میں آتا ارحم میرب کو مسکراتا دیکھ کر خود بھی مسکرایا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر میرب نے آنکھیں کھولیں، ارحم کے ہاتھ میں ٹرے تھی وہ میرب کے سامنے بیٹھ گیا۔ میرب سیدھی ہوئی۔

’’آپ کیوں لے کر آئے، نازو لے آتی نا۔‘‘

’’وہی لے کر آرہی تھی میں نے ابھی باہر اس سے پکڑا ہے۔‘‘ ارحم نے چمچ اس کی طرف بڑھائی۔

’’میں پی لوں گی ارحم۔‘‘

’’میں پلا رہا ہوں نا۔‘‘ اس کے بولنے پر وہ چپ ہوگئی۔

''بس اور نہیں پیا جا رہا۔'' تیسری چمچ لیتے ہی وہ پیچھے ہو گئی۔

''اتنا تھوڑا سا پیا ہے۔''

''بس ارحم ابھی میرا دل نہیں کر رہا۔''

''میرب! ڈاکٹر نے کہا ہے اس لیے پیو یہ۔''

''بعد میں پی لوں گی۔ پکا، ابھی کے لیے بس پہلے ہی اتنی بے چینی ہو رہی ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے لیکن تھوڑی دیر بعد پینا پڑے گا۔ آؤ ٹیرس پر چلتے ہی۔ تازہ ہوا سے اچھا محسوس ہو گا۔''

ٹرے ٹیبل پر رکھ کر وہ اس کے پاس آیا اور آہستہ سے اسے کھڑا کیا پھر جھک کر بیڈ پر پڑی اس کی شال اس کے گرد پھیلائی۔ میرب مسکرائی۔

''میں ٹھیک ہوں ارحم۔''

ارحم کوئی جواب دیے بغیر اسے کندھوں سے تھام کر ٹیرس میں لے آیا۔ تازہ اور ٹھنڈی ہوا نے ان کا استقبال کیا۔ اس نے آہستہ سے اپنا سر ارحم کے سینے پر رکھ دیا۔

''تم نے مجھے آج ڈرا دیا تھا میرب۔'' ارحم نے اس کے گرد بازو پھیلائے۔

''سوری۔'' وہ آہستہ سے بولی پھر اس سے الگ ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا آپ خوش ہیں؟''

''خوش۔ خوش تو بہت چھوٹا لفظ ہے میرب، میں اپنے اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے جس نے تمہیں میری زندگی میں شامل کر کے مجھے مکمل کر دیا۔ تھینک یو سو مچ میرب میری زندگی میں آنے کے لیے۔'' ارحم کے اتنے پیارے اظہار پر وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر اس کے سینے سے لگ گئی۔

''میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں ارحم، بہت زیادہ۔''

......

چاروں طرف اندھیرا تھا۔ ایسے میں بڑے اور گھنے درخت خوفناک منظر پیش کر رہے تھے۔

''دیان!'' اس نے دیان کو بلایا جو آسمان کو گھور رہا تھا۔

''ہمم۔''

''تم نے کوئی انڈین ہارر مووی دیکھی ہے۔''
''نہیں۔''
''اچھا میں تمہیں ایک آواز نکال کر بتاتی ہوں میں نے ایک مووی دیکھی تھی اس میں تھی یہ آواز۔'' دیان ابھی بھی آسمان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔
''گمنام ہے کوئی۔ گمنام ہے کوئی۔ اوووووو۔ ہاہاہاہاہا۔'' عجیب آواز میں بولتے آخر میں اسے ہنسی کا دورہ پڑ چکا تھا۔ دیان کا بھی حال اس سے مختلف نہ تھا اس سے بھی ہنسی کنٹرول نہیں ہو رہی تھی۔
''اُفف اللہ۔'' وشمہ نے پیٹ پر ہاتھ رکھا اور ہنستے ہوئے بولی۔ ''میرے تو پیٹ میں درد شروع ہو گیا ہے۔''
''تم پاگل ہو وشمہ، میں نے صحیح کہا تھا تم چڑیل ہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
''میں نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا میں جنگل میں بھٹک جاؤں گی۔ کاش میں سب ریکارڈ کر سکتی اور بعد میں سب کو کہتی دیکھو دیکھو، وشمہ چیتی کو دیکھو۔'' وہ بیگ پر کہنی ٹکا کر بیٹھی۔ ایک بار پھر قہقہہ لگا چکی تھی پھر دیان کو دیکھا وہ پھر آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ نا جانے کونسا راستہ ڈھونڈ رہا تھا۔
''اُف دیان! کیا دیکھ رہے ہو کچھ باتیں کرو نا۔''
''کیا بات کروں۔'' اس نے رخ وشمہ کی طرف کیا۔
''اچھا رکو، ایک کام کرتے ہیں ہم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ اچھا بتاؤ کہ اگر تمہیں کسی سے محبت ہو گئی تو تم اظہار کر دو گے؟''
''ابھی تک تو کسی سے نہیں ہوئی۔''
''کیا کبھی کسی سے نہیں ہوی؟'' وشمہ چیختی ہوئی سیدھی ہو کر بیٹھی۔
''خدا کا خوف کرو لڑکی، کیوں اپنے ساتھ مجھے بھی مروانا ہے۔''
''اچھا نا اب نہیں چیختی تم بتاؤ، کر دو گے اظہار۔''
''پتا نہیں لیکن میں سب سے پہلے اسے محبت کا احساس دلاؤں گا کیونکہ لفظوں سے محبت ثابت نہیں ہوتی عمل سے ہوتی ہے اس کی پرواہ کروں گا لیکن اس سے بھی پہلے اسے عزت دوں گا، مان دوں گا، عورت کو عزت دو

ناتو وہ مرتے دم تک آپ سے عشق کرتی ہے ہاں پھر میں اس سے اظہار کردوں گا۔" بات مکمل کر کے اس نے وشمہ کو دیکھا وہ مبہوت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ اچھے نکلے۔"

وشمہ کی بات پر اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"چلو اب تمہاری باری۔ یہی سوال۔"

"امم، مجھے ایسا لگتا ہے میں نہیں کرسکتی اب یہ تو اللہ کو پتا کہ آگے کیا ہوتا ہے لیکن جہاں تک میں اپنے آپ کو جانتی ہوں میں محبت کا اظہار نہیں کرسکتی لیکن ہاں اگر میں نے کبھی کسی سے اظہار کیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں بلکہ یہ ہوگا کہ میں اس سے عشق کرتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اس کے بنا نہیں رہ سکتی۔ پتا ہے ماما کہتی ہیں میری آنکھوں سے سب پتا چل جاتا ہے تو بس جو مجھ سے محبت کرے گا میری یہ شرط ہے اس کو میری آنکھوں کو ہر حال میں سمجھنا ہوگا۔ ماما کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا مجھے پتا ہے۔" اس نے بولتے ہی منہ بنا کر درخت سے ٹیک لگالی۔ دیان اس کو دیکھے گیا۔

"تمہاری ماما صحیح کہتی ہیں تمہاری آنکھوں سے تمہارے دل کا حال پتا چل جاتا ہے۔" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا۔ وشمہ نے صرف ایک لمحے کیلئے ٹھٹک کر دیان کو دیکھا۔

"اب تم اس لیے مجھ سے باتیں کررہی ہو کیونکہ تم نہیں چاہتی کہ میں سو جاؤں۔" دیان کے بولتے ہی وشمہ نے اسے پھر دیکھا پھر اپنی نظریں پھیر لیں۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے دیان۔" اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

"میں ہوں نا ساتھ، پھر ڈر کیوں رہی ہو۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ ایک دم آسمان پر بادل گرجے تو وشمہ نے آنکھیں خوف سے بند کیں، آنکھوں میں رکے آنسو گال پر بہہ نکلے۔

"مجھے یہی لگ رہا تھا۔ تم ڈرو نہیں۔" وہ اس کے آنسو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہوگئی۔ وہ دونوں جلدی سے اٹھے، دیان نے فوراً شال جھاڑ کر اٹھائی۔ آگ بجھ گئی تھی۔

"دیان۔" اس کی روتی آواز دیان کے کانوں سے ٹکرائی۔

''ڈونٹ وری وشمہ، رومت چلو کوئی ایسی جگہ دیکھتے ہیں جہاں بارش سے بچ سکیں۔'' وہ آگے بڑھا۔ وشمہ بھی اس کے پیچھے تھی۔ بارش آہستہ آہستہ تیز ہونے لگی۔ وہ نیچے دیکھتی آگے بڑھ رہی تھی کیونکہ راستہ بہت خراب تھا۔ دیان نے اپنا ہاتھ اس کے آگے کیا۔ وشمہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''میرا ہاتھ پکڑو وشمہ، بارش سے پھسلن ہو رہی ہے گر جاؤ گی۔''

اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ دیان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''اب میرے پیچھے چلو جہاں جہاں میں قدم رکھ رہا ہوں وہیں اپنا قدم رکھو۔'' وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے آگے بڑھنے لگا۔ انکے ایسے ساتھ چلنے سے بادلوں نے بارش کی بوندوں سے شرارت بھری سرگوشی کی اور بوندیں ہنستی ہوئیں اور زور وشور سے برسنے لگیں۔ وہ دونوں پورے بھیگ گئے تھے لیکن کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں رک کر وہ اپنے آپ کو بارش سے بچا سکتے۔ ابھی وہ آگے بڑھ رہے تھے تبھی خوفناک آواز نے ان کے قدم روک دیے۔

وشمہ اچھل کر چیختی ہوئی دیان کے ساتھ لگ گئی۔ دیان نے گردن گھما کر دیکھا شاید کسی جانور کی آواز تھی پھر اس نے وشمہ کو دیکھا جو اس کے سینے سے لگی کانپ رہی تھی۔ وہ مسکرایا اور اس کے کان کے پاس جھک کر بولا۔

''ایک چڑیل دوسری چڑیل سے کیسے ڈر سکتی ہے۔''

''پلیز دیان، ایسی باتیں مت کرو مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ پلیز مجھے گھر لے جاؤ۔ پلیز۔'' وہ آنکھیں بند کیے اس کے سینے سے لگی ہوئی مسلسل بول رہی تھی۔ دیان نے اسے کندھوں سے تھام کر پیچھے کیا۔ وہ دونوں بارش میں بھیگ رہے تھے۔

''ایسے کھڑی رہو گی تو کیسے جائیں گے؟'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر دائیں طرف چلنے لگا۔ تھوڑا سا آگے جا کر ہی ایک غار نما جگہ تھی۔ وہاں پہنچ کر دونوں نے سکون کا سانس لیا۔ وشمہ آنکھیں بند کر کے دیوار کے ساتھ بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں دیان شرٹ بدل رہا تھا۔ اندھیرے میں اسے عکس ہی نظر آیا اس نے فوراً آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔

''وشمہ! اپنا کوٹ اور حجاب بدل لو ایسے بیمار ہو جاؤ گی۔'' وہ جیکٹ پہنتا اس کے پاس آیا۔ یہ تو شکر تھا دونوں

کے پاس کپڑے تھے۔ وشمہ سر ہلا کر کھڑی ہو گئی اور بیگ سے دوسرا براؤن کوٹ اور اسٹرالر نکالا۔ دوسرا کوٹ پہن کر اس نے حجاب کھولا۔ بال گیلے تھے اس لیے اس نے بال کھلے چھوڑ دیے اور اسٹرولر گلے میں لپیٹ لیا۔

"وشمہ۔"

دیان کی آواز پر وہ اس کی طرف پلٹی۔

"چلو گیم کھیلتے ہیں۔"

"میرا دل نہیں کر رہا۔"

"ٹھیک ہے گڈ نائٹ۔" وہ سر بیگ پر رکھ کر لیٹ گیا۔ وشمہ فوراً اس کے پاس آئی۔

"نہیں دیان، پلیز اٹھو مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اچھا ٹھیک ہے ہم گیم کھیلتے ہیں۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ دیان مسکراتا ہوا اٹھ کر بیٹھا۔

"دیان! اگر جنوں نے ہمیں پکڑ لیا تو......"

"اوہو وشمہ، کیسی باتیں کر رہی ہو۔ واقعی میں تم پاگل ہو۔"

"دیان! تم نے بھی آواز سنی تھی نا پھر مجھے پاگل کیوں بول رہے ہو۔"

"ہاں سنی تھی۔ دیکھو وشمہ، یہ جنگل ہے یہاں ایسی چیزیں ہوں گی میں اس بات سے انکاری نہیں ہوں کہ جنات نہیں ہوتے بالکل ہوتے ہیں۔ پریاں، جنات یہ سب بھی اللہ کی تخلیق کردہ مخلوق ہیں شاید وہ کسی جانور کی آواز تھی خیر جس کی بھی آواز تھی اس نے ہمیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا نا، اس لیے آیت الکرسی پڑھو اور ریلکس کرو۔" وہ اسے آرام سے سمجھا رہا تھا۔

"ہمم، کہہ تو تم صحیح رہے ہو ماما نے بھی بتایا تھا۔" وہ بولتے بولتے رک گئی۔

"کیا؟" دیان نے پوچھا۔

"نہیں کچھ نہیں چلو گیم بتاؤ۔"

"مجھے نہیں آتے کوئی گیمز، وہ تو میں تمہارا دھیان ہٹانے کے لیے بولا تھا۔" وشمہ اسے گھور کر رہ گئی پھر بولی۔

"چڑیا اڑی، کوّا اڑا کھیلیں۔"

''کیا؟'' دیان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''ہاں تو گیم ہی ہے اس میں اتنے ڈیلے پھیلانے کی کیا ضرورت ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔ ''چلو کھیلتے ہیں نا وقت ہی گزارنا ہے۔''

''وشمہ تم پاگل ہوگئی ہو۔'' وہ دوبارہ لیٹ گیا۔

''ایک گیم کھیل لیتے ہیں کیا مسئلہ ہے۔ دیان چلو نا اٹھو ڈائن اٹھو۔''

''میرا نام مت بگاڑو۔''

''وہ جو مجھے چڑیل اور پاگل کہتے ہو اس کا کیا، خیر چھوڑو اٹھو نا بس ایک دفعہ کھیلیں گے۔''

ناچار وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں نے ہاتھ آگے کیے۔

''اندھیرے میں کس نے انگلی اٹھائی کس نے نہیں، پتا نہیں چلے گا اس لیے ہاتھ اٹھانا ہوگا اوکے۔''

دونوں نے ہاتھ سامنے کر کے نیچے رکھے

''بولے گا کون۔'' دیان نے پوچھا۔

''میں بولوں گی۔''

''اوکے شروع کرو۔''

''چادر اڑی۔ کوّا اڑا۔ طوطا اڑا۔ کبوتر اڑا۔ فاختہ اڑی۔'' وشمہ تیز تیز بول رہی تھی ابھی تک دونوں میں سے کوئی نہیں ہارا تھا۔ ''بلبل اڑی۔ بھینس اڑی۔ بندر اڑا۔ چیل اڑی۔ کچھوا اڑا۔ ہاتھی اڑا۔ ہار گئے ہار گئے دیان تم ہار گئے تم نے ہاتھی کو اڑا دیا۔ ہاہاہاہا۔'' وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ دیان نے نوٹ کیا اسے ہنسی کا دورہ پڑتا تھا اس نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''یہ نہایت ہی گندا گیم تھا۔''

''اب تو یہی بولو گے ہارے جو ہو۔'' اس نے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے۔

''تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے۔''

''ہاں۔''

بارش کم ہونے کے بجائے تیز ہوتی جارہی تھی اور سردی کی شدت بھی بڑھتی جارہی تھی۔ دیان نے اپنے بیگ سے ایک کالی شال نکال کر اسے دی کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا وشمہ کے پاس اور کپڑے نہیں تھے۔ بیگ سارا ناولز سے بھر رکھا تھا۔

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

”لے لو بیمار پڑ جاؤ گی ایسے۔“

”تھینک یو۔“ اس نے چادر اپنے گرد لپیٹی۔

”ویسے دیان تم کینیڈا سے آئے ہو وہاں تو ایسے کپڑے نہیں چلتے۔“

”ہاں لیکن مورے نے اتنے پیار سے مجھے دی تھی اس لیے اپنے سامان میں رکھ لی دیکھو اب کام آرہی ہے نا۔“

”ہاں یہ تو ہے اچھا تم بتاؤ اپنے گھر والوں کے بارے میں۔ کون کون ہے۔“

”گھر میں مورے، بابا، دادا جان، بی بی جان، میری دو بہنیں اور میرے بیسٹ فرینڈ میرے چاچو۔“

”واؤ۔“

”اب تم بتاؤ۔“

”آغا جان، بی جی، ماما، ممانی جان، ماموں، ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی اور ارحم لالہ کی بیوی میرب بھابھی۔“

”تمہارے بابا۔“ وشمہ کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اس کا بدلتا موڈ دیان سے چھپا نہیں تھا۔

”وہ نہیں ہیں۔“

”اوہ سوری۔“

”وہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔“

”اچھا۔“

”وہ ایک مطلبی اور خودغرض انسان ہیں۔“ وہ پھٹ پڑی۔ آج سے پہلے کبھی اس نے اپنے بابا کا ذکر نہیں کیا تھا وہ اس متعلق کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔

”وہ کہاں ہوتے ہیں؟“ دیان نے پوچھا۔

”مجھے نہیں پتا میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ میری پیدائش سے پہلے ہی وہ ماما کو چھوڑ چکے تھے اور میں ان کی کوئی تصویر بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔“

دیان مزید الجھتا جا رہا تھا پہلے ہی وہ وشمہ کو دیکھ کر الجھا ہوا تھا۔

”دیان! کیا میرا خوشیوں پر کوئی حق نہیں تھا۔ پتا ہے ماما نے کتنی باتیں سنی ہیں بابا کی وجہ سے میں باپ کے پیار کے لیے ترسی ہوں۔ میں بھی چاہتی تھی جب وہ شام کو گھر آئیں تو ماما سے پوچھیں کہ میری بیٹی کہاں ہے وہ میرے ساتھ کھیلیں، مجھے آئس کریم کھلانے لے کر جائیں، مجھے گڑیا لا کر دیں یہ سب تو دور انہوں نے تو ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا۔ انہیں ایک بار بھی خیال کیوں نہ آیا بابا، آپ ایک بار تو مڑ کر دیکھ سکتے تھے نا۔ زندگی کے ہر موڑ پر مجھے آپکی ضرورت تھی۔“ وہ چہرا ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔ اتنے سالوں میں پہلی بار وشمہ نے اپنے دل کا غبار نکالا تھا۔ اس نے آج تک کسی کو پتا نہیں چلنے دیا تھا کہ وہ کیا کیا باتیں محسوس کرتی ہے۔ اس نے ہر کڑوی بات مسکرا کر سنی تھی لیکن آگے سے کبھی کسی کو جواب نہیں دیا تھا۔ آج وہ اپنا دل کھول بیٹھی تھی۔ اسے نہیں پتا تھا وہ کیوں دیان سے سب کچھ بول گئی تھی لیکن جب وہ کہنے پر آئی تو وہ خود بھی نہ سمجھ سکی کہ کیسے اتنا سب کہہ گئی۔

پندرہ منٹ بعد جب اس نے اپنے ہاتھ ہٹائے تو دیان نے اس کا پاؤچ اس کے سامنے کیا۔ وہ مسکرائی۔

دیان کو اس کا رونا تکلیف دے رہا تھا۔ وشمہ کا چہرا بھیگا ہوا تھا۔ اس نے ٹشو نکال کر آنسو صاف کیے۔

”تو یہ باتیں تھیں جن کو تم نے اپنے دل میں قید کیا ہوا تھا۔“

وشمہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

”یار واقعی میں تم چڑیل ہی ہو اور یقیناً اس وقت اور زیادہ خوف ناک لگ رہی ہو گی۔ شکر ہے میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔“ وہ اس کو تنگ کرتے ہوئے بولا۔ وشمہ نے اس کے بازو پر مکا مارا۔

”اب تم مجھے چڑیل نہیں کہو گے۔“

”چڑیل کو چڑیل نہ کہوں تو کیا کہوں۔“ وہ معصومیت سے پوچھنے لگا۔

”میرا سر کہو۔“ وہ جل کر کہتی اٹھ کر دائیں جانب اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ بارش اب تھم چکی تھی۔ دیان نے

مسکرا کر اسے دیکھا وہ اب گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔

''کہو تو سو جاؤں اب۔'' اس نے ہلکا سا جھک کر پوچھا۔

''سو جاؤ۔''

کچھ ہی دیر میں دیان سو گیا تھا لیکن وشمہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ ایسی کیا بات ہے جو دیان اس کو اپنا اپنا لگ رہا ہے۔ مجبوری اپنی جگہ لیکن دل نے چپکے سے سرگوشی کر دی تھی جسکو ابھی وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس نے سر اٹھا کر سوتے ہوئے دیان کو دیکھا پھر باہر دیکھنے لگی۔ بارش تھم چکی تھی لیکن سردی کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ ایسے ہی باہر دیکھتے رہی تبھی اسے محسوس ہوا سامنے سے کوئی گزرا ہے۔ وہ ایک دم الرٹ ہو کر بیٹھی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی اسے ایک روشنی نظر آنے لگی وہ غور سے اس روشنی کو دیکھنے لگی۔

''وشمہ۔'' کسی نے اسے آواز دی۔ اس نے ڈر کر آنکھیں بند کیں۔

''ریلیکس وشمہ کچھ نہیں ہے یہ تمہارا وہم ہے اس لیے اپنا منہ بند کر کے سو جاؤ۔'' وہ آنکھیں بند کیے لمبا لمبا سانس لینے لگی۔

''وشمہ آنکھیں کھولو اور میرے پاس آؤ مجھے تم سے دوستی کرنی ہے ڈرو نہیں۔'' دوبارہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ سامنے درخت کے پاس ایک لڑکی کھڑی تھی جو پوری روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔ وشمہ کو وہ کوئی پری لگی۔ لمبے بال صاف شفاف رنگت، گھنی پلکیں وشمہ اسے دیکھتے ہی کھو گئی، وہ آہستہ سے اٹھی اور اس کی جانب بڑھنے لگی۔ اب وہ بالکل اس کے سامنے کھڑی تھی۔ جیسے ہی وشمہ اسکے قریب پہنچی ایک دم تیز روشنی پھوٹی جس سے اس کی آنکھیں چندیا گئیں۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ جب آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا تو آنکھیں خیرہ کرنے والا منظر سامنے تھا۔ بہت خوبصورت جگہ تھی۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ، اونچے پہاڑ جن پر دھند ایسی لگ رہی تھی جیسے دھواں پھیلا ہوا ہو۔ ہر چیز قدرت کے کرشمے سے بھرپور تھی۔ وہ ہر چیز کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ ایسا خوبصورت منظر اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دور کہیں سے جھرنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی اس آواز کی سمت بڑھنے لگی۔ دور سے اسے تالاب نظر آیا۔ وہ اس طرف جاتے ہوئے ٹھٹک کر رک گئی۔ کوئی تالاب کے قریب کھڑا تھا۔ سفید شرٹ اور سفید ہی پینٹ پہنے اوپر میرون کلر کا سویٹر گلے میں

اسٹرولر کی طرح باندھا ہوا تھا۔اس نے اپنے کپڑے دیکھے۔وہ بھی اس وقت سفید خوبصورت لباس میں تھی۔وہ آہستہ آہستہ اسکی طرف بڑھنے لگی۔اس کے قریب پہنچ کر اس نے لڑکے کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر پلٹا اور وشمہ کی آنکھیں کھل گئیں۔دیان اس کا کندھا ہلا رہا تھا۔وشمہ کا سر دیان کے کندھے پر تھا۔کچھ دیر تو اس کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ کہاں ہے، کس کے ساتھ ہے پھر اس نے گردن موڑی۔دیان اس کے بالکل قریب تھا۔وہ ایک جھٹکے سے دور ہوئی بادل آسمان پر تھے لیکن بارش کے امکانات نہیں تھے لیکن پہاڑی علاقوں میں خاص کر سرد علاقوں میں موسم تبدیل ہوتے زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔

''اف، میرا کندھا۔'' دیان نے اپنے کندھے پر ہاتھ رکھا۔وشمہ سے تو مارے شرمندگی کے سر ہی نہیں اٹھایا گیا۔اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی وہ کیسے دیان کے پاس چلی گئی کیا وہ سب خواب تھا۔میں سوئی کیسے؟ اس نے نظریں اٹھا کر دیان کو دیکھا۔

''سوری دیان مجھے پتا نہیں چلا۔میں پتا نہیں کیسے۔شاید رات کو ڈر رہی تھی اس لیے وہاں آ گئی۔'' وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔چہرہ لال دھواں ہو رہا تھا۔

''جلدی سے اٹھ جاؤ وشمہ آج ہمیں ہر حال میں کوئی راستہ ڈھونڈنا ہے۔اگر آج برف باری ہو گئی تو بہت مشکل ہو جائے گی۔روشنی روشنی میں ہمیں سڑک تلاش کرنی ہے۔'' وہ بولتے بولتے بیگ اٹھا رہا تھا۔

''مجھ میں اور ہمت نہیں ہے چلنے کی۔'' بھوک سے وہ نڈھال ہو گئی تھی۔دیان نے رک کر اسے دیکھا۔اسے وشمہ پر ترس آیا۔وہ ایک لڑکا تھا لیکن وہ ایک نازک لڑکی تھی۔

''آہ نازک تو نہیں لگتی ایک دم چڑیل لگتی ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تم نے کچھ کہا؟'' وشمہ اسے گھورتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''تم نے کچھ سنا۔'' اس نے ابرو سکیڑ کر پوچھا۔

وشمہ نے سر جھٹکا۔

''اب چلو جلدی۔''

''صبر، مجھے حجاب تو کرنے دو۔'' اس نے جلدی سے بال باندھ کر حجاب کیا۔دیان اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

وشمہ مسکرائی۔ وہ ایک بہت اچھا لڑکا تھا اس نے دل سے تسلیم کیا۔

''چڑیل جلدی کرو۔''

مسکراہٹ سکڑی۔ ہونہہ اچھا لڑکا ڈائن ہے ایک نمبر کا۔

''چلو'' وہ پاؤں پٹختی اس سے آگے چلنے لگی اور وہ اس کے پیچھے۔

......

وہ اسے دیکھے گیا۔ بلاشبہ وہ پیاری تھی لیکن ارحم کے لیے تو وہ دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی تھی۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو ارحم سر اونچا کیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی مسکرائی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟''

''دیکھ رہا ہوں میری میرب تو دن بہ دن اور پیاری ہوتی جا رہی ہے۔''

''ارحم۔'' وہ اٹھ کر بیٹھی اور ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹ کر منہ گھٹنوں میں رکھ کر رخ اس کی طرف کیا۔

''ارحم! ایسے تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔''

''کیوں؟''

''کوئی مجھے کام ہی کرنے نہیں دے رہا۔ فارغ بیٹھے بیٹھے میں پاگل ہی ہوں گی نا۔''

''مجھے پاگل میرب بھی قبول ہے۔''

میرب نے کشن اس کی طرف پھینکا۔

''اور اس طرح موٹی ہو گئی تو پھر میں آپ کے ساتھ اچھی نہیں لگوں گی اور پھر آپ کو کوئی اور......'' ارحم نے اس کا بازو کھینچ کر اپنی طرف کیا۔ وہ اس کے سینے سے جا لگی۔

''خبردار میرب! خبردااار۔ جو آئندہ ایسا اگر سوچا بھی تو۔ مجھے تم ہر حال میں قبول ہو کبھی بھی مت سوچنا کہ میں تمہیں چھوڑ کر کسی اور کی طرف دیکھوں گا۔''

''میں جانتی ہوں۔'' وہ اس کے گرد بازو پھیلا کر بولی۔ ''اچھا نا اب ناراض نہ ہوں۔ سوری۔''

ارحم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا ارحم کا منہ پھولا ہوا تھا اس نے مسکراہٹ دبائی۔

”سوری نا۔“

”اممم پھر میں بول دوں۔“ ارحم نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی ”زہ ستا سرہ مینہ لرم۔“

ارحم کے لب مسکرا اٹھے۔

✡......✡......✡

وہ اس کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ رہا تھا۔ راستے میں بہت پھسلن تھی۔

”دیان! مجھے یاد آ رہی ہے۔“

”کس کی؟“

”میگی۔ میگی۔ میگی کی۔“

”یہ کیا ہے؟“

”ہائے اللہ تمہیں نہیں پتا؟“ اس کا صدمے سے منہ کھل گیا۔ دیان کو لگا پتا نہیں ایسی کیا چیز ہے جو نا پتا ہونے سے وشمہ نے ایساری ایکشن دیا ہے جیسے یہ تو گناہ ہو گیا۔

”نہیں مجھے نہیں پتا۔ کیا ہے یہ؟“

”یہ نوڈلز ہوتے ہیں ہونہہ جاؤ یہاں سے مجھے نہیں چلنا تمہارے ساتھ۔“ اس نے منہ بنا کے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔

”گر جاؤ گی پھر مجھے مت کہنا۔“

”ہونہہ نہیں گرتی۔“ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگی۔ وہ ایک پہاڑ پر چل رہے تھے۔ دیان فکرمندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”وشمہ! پھسل جاؤ گی ہاتھ پکڑاؤ۔“ اس نے ہاتھ آگے کیا تو وشمہ نے بھی ہاتھ درخت سے ہٹا کر اس کی طرف کیا کیونکہ وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ پھسلن بہت زیادہ تھی جونہی اس نے اپنا ہاتھ درخت سے ہٹا کر دیان کی طرف قدم اٹھایا، پاؤں کے نیچے گیلی مٹی سے اس کا پاؤں پھسل گیا۔

’’وشمہ!‘‘ دیان کی چیخ نے درختوں پر بیٹھے پرندوں کو اڑا دیا۔ وہ اس کے سامنے نیچے جاتی جا رہی تھی۔ وہ اسکے پیچھے درختوں کو تھامتے نیچے کی طرف بھاگنے لگا۔

’’آااااا۔‘‘ اس نے کراہ کر کروٹ لی۔ وہ زیادہ اونچائی سے نہیں گری تھی لیکن اتنی کم بھی نہیں تھی اونچائی کے اسے چوٹ نہ لگی ہو۔

’’وشمہ!‘‘ وہ بھاگتا ہوا اس تک پہنچا۔ اس کے سر میں چوٹ لگی تھی۔

’’تمہارا خون بہہ رہا ہے۔‘‘ دیان کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔

’’دیان!‘‘ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا جو اس نے فوراً تھام لیا۔ وشمہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی دیان نے اسے کندھوں سے تھام کر بٹھایا۔

’’آااا۔‘‘

’’درد ہو رہا ہے۔‘‘

’’میری ٹانگ۔‘‘

دیان نے اس کی ٹانگ کی طرف دیکھا۔ درخت کی ٹہنی باریک نوک وشمہ کی ٹانگ میں تھی۔ اس کا ٹراؤزر خون سے لال ہو رہا تھا، دیان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ وہ فوراً اس کی ٹانگ کی طرف بڑھا اور اس ٹہنی کو کھینچنے لگا لیکن وشمہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

’’نہیں مجھے بہت درد ہو گا۔‘‘

’’کچھ نہیں ہو گا ایسے زیادہ مسئلہ ہو جائے گا۔‘‘

’’میں درد برداشت نہیں کر سکتی دیان، مجھے ماما کے پاس جانا ہے۔‘‘ بولتے بولتے وہ رونے لگی۔ دیان نے ایک دم ٹہنی کھینچی اور اس کے منہ پر ہاتھ رکھا جس سے وشمہ کی چیخ دب گئی لیکن آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔ دیان ان دنوں میں جان گیا تھا، وہ لاڈو میں پلی بچی ہے جس کو ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھا گیا تھا۔

دیان نے کندھے سے بیگ اتارا اور اس میں سے کچھ ڈھونڈنے لگا۔ پہلے اپنی شال نکال کر وشمہ کے گرد پھیلائی پھر وشمہ کا اسٹرولر اس کی ٹانگ پر باندھا۔ پھر شال کے کونے کو گیلا کر کے اس کے سر کا زخم صاف کرنے

لگا۔ وشمہ روتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ یہ اتنا پریشان کیوں ہو رہا۔ ایک غیر لڑکی کے لیے اتنی فکر۔ دیان نے اس کی نظریں اپنے اوپر مرکوز پائیں تو اسے دیکھا۔ پتوں نے ایک دوسرے کے کان میں سرگوشی کی۔ چشم کا جادو چل رہا ہے۔ بھوری آنکھیں کالی آنکھوں میں ڈوبنے لگیں۔ ہوا لہرا لہرا کر جھومنے لگی۔

''تمہیں درد ہو رہا ہے۔'' سحر ٹوٹا۔ جادو ٹوٹا۔ ڈوبنے والے کو کھینچ کر بچا لیا گیا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' وہ کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ دیان نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ کھڑے ہوتے ہی درد کی تیز لہر اٹھنے لگی۔

''تم نہیں چل سکتی وشمہ۔''

''میں چل لوں گی۔ بس بہت رہ لیا ادھر، مجھ میں اور ہمت نہیں ہے آج ہر حال میں ہمیں راستہ ڈھونڈنا ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر خود آگے چلنے لگی۔

''اف، ہڈیاں توڑ والی چڑیل پٹتی نہیں ختم ہوئی۔'' وہ اس کے پیچھے چلنے لگا لیکن وشمہ کو تو جیسے جہاز کا انجن لگ گیا تھا۔ وہ آگے بھاگی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ نہ وہ اب بول رہی تھی نہ ہنس رہی تھی اور نہ ہی عجیب وغریب آوازیں نکال رہی تھی ورنہ تو کبھی گرم انڈے کی آواز لگاتی تھی۔ کبھی مچھر بن جاتی تھی کبھی ''شششش'' کوئی ہے۔

''لگتا ہے گرنے سے لوز پیچ ٹائٹ ہو گیا ہے۔''

وشمہ نے رک کر ایک درخت سے نیچے جھانکا پھر چیخ مار کر نیچے بھاگنے لگی۔

''اس کو آج مرنے کا شوق چڑھا ہوا ہے۔'' وہ سر پر ہاتھ مار کر اس کی طرف بھاگا لیکن وہ بھاگتی ہوئی نیچے اتر رہی تھی۔ دیان دیکھ چکا تھا نیچے سڑک ہے۔

''ارے سنو۔'' اس کی نظر جونہی سڑک پر گئی وہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگی تبھی سامنے سے ایک لڑکا آتا دکھائی دیا تو اس نے آواز دی۔ لڑکے نے دائیں طرف دیکھا وہ جلدی جلدی اس کی طرف آئی۔

''شکر ہے کوئی تو ملا۔'' اس نے اپنی پھولی ہوئی سانس نارمل کی۔ سامنے کھڑے لڑکے نے سلام کیا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔'' اس نے جواب دیا۔ دیان جو اوپر پہاڑی پر تھا وشمہ کو کسی سے بات کرتا دیکھ کر نیچے اترنے لگا۔

''جی وایا۔'' لڑکے نے کہا تو وشمہ نے اپنا سر پکڑا۔

''پشتو اب کیا کروں گی کاش کاش آغا جان کی بات سن لیتی تو آج پشتو آتی۔'' اس نے بے بسی سے سر اٹھا کر لڑکے کو دیکھا۔

''بھائی میں نا گم ہو گئی ہوں مجھے میری حویلی جانا ہے آغا جان کی اس کے پیچھے جھیل بھی ہے۔''

لڑکا حیرت سے اسے دیکھنے لگا بیچارے کو ایک لفظ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

''تہ خہ وایی۔''

''کیا۔'' وشمہ نے بے بسی سے اس پٹھان لڑکے کو دیکھا، لڑکے نے وشمہ کے پیچھے دیکھا۔

''ایک منٹ۔'' وشمہ لڑکے کو اشارہ کر کے مڑی اور دیان سے ٹکرائی۔

''آرام سے۔''

''دیان۔'' وشمہ کی آنکھیں چمکیں

''جی میڈم میں اب آپ کہیں تو میں بات کروں۔'' وشمہ سیدھی ہوئی۔

''ہاں نا کرو۔''

دیان نے آگے بڑھ کر لڑکے کو سلام کیا پھر وہ آپس میں پشتو میں بات کرنے لگے۔ لڑکے نے وشمہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''دا خوک دی؟'' (یہ کون ہے)

دیان نے وشمہ کی طرف گردن مڑی جو پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر اپنا رخ موڑا، پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

''دا زما خزہ دہ۔'' (یہ میری بیوی ہے)

لڑکے نے مسکرا کر سر ہلایا پھر اس کو چلنے کا اشارہ کیا۔

''چلیں میڈم یا آپ نے یہیں رکنا ہے۔'' اس نے وشمہ کو دیکھ کر کہا۔

''زیادہ پھیلو نہیں میں نے ہی لڑکے کو دیکھا تھا۔''

وہ تینوں ایک ساتھ سڑک کے کنارے آگے بڑھنے لگے۔

''ویسے سنو یہ کیا بول رہا تھا میری طرف دیکھ کر۔'' وشمہ نے آہستہ سے دیان کی طرف جھک کر پوچھا وہ واپس اپنے موڈ میں آ گئی تھی۔

''پوچھ رہا تھا یہ کون ہے؟'' دیان دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ڈال کر چل رہا تھا۔

''پھر تم نے کیا کہا؟''

''میں نے کہا جنگل کی چڑیل ہے راستہ بھول گئی ہے۔''

وشمہ نے غصے سے منہ بنایا۔

''نہایت ہی کوئی بدتمیز ترین انسان ہو۔'' وہ غصے سے کہتی اس سے آگے چلنے لگی اور وہ مسکراہٹ دبا کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ اب کیا بتاتا اس کو کہ یہ چڑیل اس ڈائن کو اپنا بنا گئی ہے۔

......

''کس کا فون تھا بی جان؟'' زنیرہ بیگم ان کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''مورے یہ کھا کر بتائیں کیسا بنا ہے۔'' امل نے پلیٹ زنیرہ بیگم کے سامنے کی۔

''ایک تو پتا نہیں کیا کیا بنا کر کھلاتی رہتی ہو۔''

''تو کیا میں اچھا نہیں بناتی۔'' اس نے منہ بنایا۔

''نہیں میری بچی بہت اچھا کھانا بناتی ہے۔ زنیرہ کھا کر بتاؤ اسے۔''

''یہ ہیں میری پیاری بی بی جان، آئی لو یو۔'' وہ ان کے گلے میں باہیں ڈال کر بولی۔ زنیرہ بیگم نے مسکرا کر چمچ منہ میں ڈالا۔

''بہت مزے دار ہے ہمیشہ کی طرح۔''

''واقعی۔'' وہ چہکی۔

''ہاں۔ چلیں بی بی جان اب بتائیں کیا بات ہے۔''

”نوال کے سسرال والوں کی طرف سے فون آیا تھا وہ تاریخ رکھنے آنا چاہتے ہیں۔“

”کیا سچ۔“ امل خوشی سے بولی۔

”ہاں، سوچ رہی ہوں اس جمعہ کو بلا لوں تم بھی بتاؤ زنیرہ۔“

”جیسے آپ کی مرضی بی بی جان آپ اور بابا جو فیصلہ کریں۔“

”ٹھیک ہے پھر میں جمعہ کو بلا لیتی ہوں۔“

”بی بی جان! تاریخ تھوڑے ٹائم بعد کی رکھنا۔ لالہ بھی تب تک آجائیں گے۔“

”ہاں ہاں فکر نہ کرو۔ اس کے بغیر کچھ ہو سکتا ہے بھلا حویلی کا شہزادہ ہے۔ اس کی لاڈلی بہن کو اس کی غیر موجودگی میں تھوڑی نا بیاہ دوں گی۔“

”میں ابھی آپی کو بتا کر آتی ہوں۔“ وہ فوراً نوال کے کمرے کی طرف بھاگی۔

”بی بی جان! دیان کے لیے بھی کوئی لڑکی دیکھنا شروع کریں۔ نوال کے بعد اس کی باری ہے۔“

”میرے شہزادے کو تو شہزادی ملے گی، دیکھ لینا۔“ بی بی جان کھوئے کھوئے لہجے میں بولیں۔

(تم ایک چڑیل ہو۔)

”بس میرے دیان کو ہمیشہ خوش رکھے اس کا ساتھ نبھائے۔“

(اور تم کیا ہو ایک ڈائن۔)

”یاد ہے بی بی جان، جب سکول سے آ کر اس نے پرنس کی رٹ لگائی تھی تو شاہ زین لالہ نے اسے کہا تھا وہ ان کی بیٹی کا پرنس بنے گا۔“

”ہاہاہا، ہاں کملا کہیں کا۔ پورا دن کہتا رہتا تھا چاچو کی بیٹی میری پرنسس بنے گی۔“ بی بی جان نم آنکھوں سے مسکرائیں زنیرہ بیگم ان کے ساتھ آ کر بیٹھی۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا بی بی جان۔“ انہوں نے بی بی جان کا ہاتھ پکڑا۔

”آج اگر میرے شاہ زین کی بھی اولاد ہوتی کتنی پسند ہیں اسے بیٹیاں۔ لڑائی نے میرے بچے کی خوشیاں چھین لیں۔“ وہ رونے لگیں۔

”مت روئیں بی بی جان۔شاہ لالہ کو ان کی خوشیاں ضرور ملیں گی۔کسی کی دعائیں ضرور ایک دن رنگ لائیں گی۔دیکھ لیجیے گا۔“ وہ عالیہ کو سوچتے ہوئے پرامید لہجے میں بولی۔

وہ چلتے چلتے مین سڑک تک آ گئے تھے۔سامنے ہی ایک ڈھابہ تھا جو لڑکا انہیں یہاں تک لایا تھا دیان نے اس کا شکریہ ادا کیا۔وہ انہیں وہاں چھوڑ کر اپنے کام پر نکل گیا۔

”یہاں بیٹھ جاؤ۔“ دیان نے وشمہ کو چارپائی پر بیٹھنے کا کہا اور بیگ رکھ کر خود بھی بیٹھ گیا۔ایک لڑکا بھاگ کر ان کے پاس آیا اور پشتو میں چائے ناشتے کا پوچھنے لگا۔

”وشمہ!تم چائے پیو گی؟“

”نہیں میں چائے نہیں پیتی۔“

دیان نے اپنے لیے اور اس کے لیے ناشتے کا آڈر دیا پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔وہ اپنی ٹانگ سے سٹالر کھول چکی تھی۔

”کھول کیوں دیا ایسے ہوا لگے گی زخم خراب ہوتا ہے ایسے۔“

”واش کرنے کا سوچ رہی ہوں۔“ اس نے اردگرد دیکھ کر واش روم ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

”میں پوچھتا ہوں۔تمہیں زیادہ درد ہو رہا ہے کیا؟“ اس نے فکرمندی سے پوچھا۔وشمہ نے سر اٹھا کر اسے گھورا۔

”دیان!میں بیڈ سے نہیں گری۔اس وقت میں جیسے بیٹھی ہوں میں ہی جانتی ہوں۔“

دیان منہ بنا کر لڑکے سے واش روم کا پوچھنے چلا گیا پھر اس کی طرف آیا۔

”آؤ میرے ساتھ۔“

وہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔وہ لنگڑا کر چل رہی تھی۔ٹانگ پر وزن ڈالنے سے تکلیف زیادہ ہو رہی تھی۔دیان اسے بھیج کر خود وہیں کھڑا ہو گیا۔

”تم بھی منہ ہاتھ دھو لو۔“ وشمہ نے اسے کہا تو وہ سر ہلا کر جانے لگا۔جب لڑکا آ کر بولا۔

”بھائی!اندر پانی نہیں ہے۔آپ وہاں ہینڈ پمپ سے منہ ہاتھ دھو لو۔“

دیان اس طرف بڑھ گیا۔ وشمہ اس کے ساتھ ہی تھی دیان نے جیکٹ اتاری ہی تھی کہ وشمہ نے ہاتھ آگے کر دیا۔ دیان نے جیکٹ اسے پکڑا دی پھر اپنے سلیوز فولڈ کیے اور گھڑی بھی اتار کر وشمہ کو پکڑا دی۔

''تمہارے لیے مشکل ہوگا میں پمپ کرتی ہوں تم منہ دھو لو۔''

''کیا لندن کی کڑی سے پمپ پش ہو جائے گا؟''

''ڈائن! زیادہ ہلکا مت لو مجھے۔'' اسے گھور کر کہتی وہ پمپ اوپر نیچے کرنے لگی۔ دیان نے ہلکی سی گھوری کے ساتھ واہ میں سر ہلایا اور پھر منہ دھویا جب تک وہ واپس آئے، ناشتہ بن چکا تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد وشمہ نے موبائل آن کیا جس پر بیٹری لو کا سائن جگمگا رہا تھا۔ اس نے موبائل سکرین دیان کی طرف کی۔

''سب سے زہر بات مجھے یہی لگتی ہے پتا ہے بیٹری لو ہے بار بار نوٹیفکیشن دینا ضروری ہے۔'' اس نے فوراً سے میسج ٹائم کر کے ارحم کو بھیجنا چاہا لیکن موبائل ایک دم بند ہو گیا۔

''اف۔''

''وال پیپر پر تمہاری مورے تھی۔'' دیان نے پوچھا۔

''ہاں لیکن لگتی نہیں ہیں نا۔ تم ان کو سامنے سے بھی دیکھو گے نا تمہیں لگے گا ہی نہیں کہ وہ میری ماما ہیں۔ ماشاءاللہ بہت ینگ لگتی ہیں۔ اچھا دیان اب تم پوچھو ان سے آگے کا راستہ میں جلد از جلد حویلی جانا چاہتی ہوں۔''

''میں نے پوچھا ہے یہاں سے آگے میری حویلی کا آدھے گھنٹے کا سفر ہے لڑکا گاڑی لینے گیا ہے۔''

''اور میری؟''

''تمہاری بھی ساتھ ہی ہے لیکن وشمہ، ابھی تمہیں اپنی حویلی کا راستہ نہیں پتا اس لیے تم میرے ساتھ چلو گھر سے ڈرائیور تمہیں چھوڑ دے گا۔''

''نہیں دیان، تمہارے گھر والے......''

''کوئی کچھ نہیں کہے گا بلکہ میری بہنیں تم سے مل کر خوش ہوں گی۔ اور کیا ایسے اپنے گھر والوں سے ملو گی حالت دیکھو اتنا رنگ پیلا ہو رہا ہے۔ چلا صحیح سے جا نہیں رہا۔'' وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تو اس نے سر ہلا دیا۔ تب تک گاڑی بھی آ گئی تو وہ دونوں سامان اٹھا کر گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔ دیان نے ڈرائیور کو پہلے ہوسپٹل

چلنے کا کہا تو اس نے سر ہلا کر گاڑی موڑ لی۔

”چچا جان۔“ نوال تقریباً بھاگتی ہوئی ان تک پہنچی، وہ رک کر اس کی طرف مڑے۔

”کیا ہوا بچے؟“

”چچا جان! آپ کب تک واپس آئیں گے؟“

”دو تین دن لگ جائیں گے۔ کیوں خیرت ہے بیٹا۔“

”چچا جان! جمعہ کو مہمانوں نے آنا ہے۔“

”مجھے پتا ہے میری گڑیا، میں ہرگز نہ جاتا لیکن جانا ضروری ہے وہ جو بھی تاریخ رکھیں گے ہمیں منظور ہو گی اور میں پوری کوشش کروں گا کہ جمعہ تک آجاؤں۔“ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”چچا جان! لالہ سے پوچھئے ناوہ کب تک آئیں گے۔ یہ نہ ہو تاریخ پکی ہو جائے اور لالہ مصروف ہوں۔“ وہ پریشانی سے بولی۔

”فکر نہ کرو، تمہارا لالہ کچھ ہی دنوں میں آجائے گا اس کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ اب کبھی بھی سرپرائز دے سکتا ہے وہ۔“

”پھر ٹھیک ہے۔“ اس نے سکون کا سانس لیا۔ انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”اچھا اب میں چلتا ہوں خیال رکھنا۔“

”آپ بھی اپنا خیال رکھنا۔“ وہ مسکرا کر کہتی اپنے کمرے میں آگئی جہاں امل ڈانس سٹیپ سیکھنے میں مگن تھی۔ وہ سر پر ہاتھ مارتی بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

”آؤ آپی کپل ڈانس کریں۔“ اس نے نوال کا ہاتھ پکڑا۔

”نہیں بہن، مجھے دور رکھو ان سب سے۔“ اس نے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

”اوہو آپی، سیکھ لو نوید لالہ کے ساتھ کرنا۔“

نوال کی گال لال ہو گئے۔ اس نے امل کی کمر پر تھپڑ رسید کیا۔

"شرم کرو کسی نے سن لیا نا تو سارا ڈانس نکل جائے گا۔"

امل نے منہ بنایا۔

گاڑی حویلی کے سامنے رکی تو وہ دونوں باہر نکلے۔ گیٹ کے پاس بیٹھا گارڈ بھاگ کر دیان کی طرف آیا۔

"چھوٹے خان۔"

"کیسے ہو شیر خان؟"

"ہم بالکل ٹھیک خان، تم سناؤ کسی کو خبر بھی نہیں دی اپنی آمد کی۔"

وشمہ ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔ حویلی باہر سے ہی بہت بڑی اور دلکش معلوم ہو رہی تھی۔

"خان! تم یہ سامان اندر لے آنا۔ آؤ وشمہ۔" اس نے وشمہ کو اپنے ساتھ آنے کا کہا۔ دونوں اندر بڑھ گئے۔ گیٹ سے اندر آتے ہی ٹائلز سے بنا پکا راستہ تھا جو اندر کے دروازے تک جاتا تھا اور دائیں جانب بہت ہی خوبصورت اور وسیع لان تھا جہاں گلاب اور مختلف پودے لگے ہوئے تھے۔ بیچ میں کرسیاں اور میز بھی موجود تھے۔ وشمہ نے بائیں جانب دیکھا وہاں سے ایک گلی بنی ہوئی تھی جہاں سے پیچھے کی جانب جانے کا راستہ تھا۔

"لالہ۔"

آواز پر دونوں نے اوپر دیکھا ٹیرس پر کھڑی نوال اور امل نے چیخ ماری تھی۔ دیان مسکرایا۔

"میری بہنیں ہیں۔" اس نے وشمہ کو بتایا۔ وہ دونوں ہال میں آ گئے تھے۔ نوال اور امل تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی دیان تک پہنچیں اور اس کے گلے لگ گئیں۔ ان کے شور سے حویلی کے باقی لوگ بھی اپنے کمروں سے باہر آ گئے۔

"میرا شہزادہ آ گیا۔" بی بی جان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ دیان ان کی طرف بڑھا۔

"میں نے آپ کو بہت یاد کیا ینگ لیڈی۔"

بی بی جان نے ہلکی سے چپت اس کے کندھے پر لگائی۔

"مورے۔" پھر وہ زنیرہ بیگم سے گلے ملا۔ وہ دیان سے ملتے ہی رونے لگی۔ ایک سال بعد بیٹا لوٹا تھا ماں

تھی ہر پل یاد ستاتی رہتی تھی اور دیان تو تھا بھی سب کا لاڈلا۔حویلی کی جان۔وشمہ شش وپنج میں کھڑی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''کہیں لالہ نے شادی تو نہیں کرلی۔''امل نوال کی طرف جھک کر اس کے کان میں بولی تو نوال نے اس کے بازو پر کہنی ماری۔

''پاگل ہو۔''

''یہ میری دوست ہے وشمہ اور وشمہ یہ مورے ہیں اور یہ بی بی جان اور یہ میری بہنیں۔''

وہ مسکرا کر سب سے ملی۔زنیرہ بیگم نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا پھر وہ بی بی جان کی طرف بڑھی اور ان سے ملی۔بی بی جان اسے غور سے دیکھنے لگیں پھر آہستہ سے اس کی گال پر ہاتھ رکھ کر مسکرائیں۔

''بہت پیاری بچی ہو۔''

وشمہ نے مسکرا کر سر جھکایا۔

''بیٹا!یہ اتنی چوٹ کیسے لگی ہے اور دیان تمہارے کپڑے بھی اتنی خراب ہو رہے ہیں۔''زنیرہ بیگم نے وشمہ کے بازو اور سر پر پٹی دیکھی تو وہ پریشانی سے بولیں۔

''مورے!سب بتاؤں گا لیکن ابھی ہم دونوں آرام کرنا چاہتے ہیں۔امل وشمہ کو اس کا کمرہ دکھا دو میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔رات کو ملیں گے۔''وہ اپنا بیگ اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''جاؤ امل اور نوال،گڑیا کو اس کا کمرہ دکھا دو۔''

''آئیں۔''وہ دونوں وشمہ کو اپنے ساتھ لے آئیں۔

''یہ ہے آپ کا کمرہ،آپ کو کچھ بھی چاہیے ہو آپ ہمیں بتا دینا۔واش روم اس طرف ہے آپ اب آرام کریں۔''نوال نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

''تھینک یو سو مچ۔''

وہ دونوں چلی گئیں تو وشمہ نے دروازہ بند کیا۔کچھ دیر وہ ایسے ہی کھڑی رہی۔

دیان نے کمرے میں آ کر بیگ پھینکا، جلدی سے اپنی الماری سے آسمانی رنگ کی شلوار قمیض نکالی۔

''اوہ شٹ۔'' وہ کپڑے بیڈ پر پھینک کر کمرے سے باہر نکلا اور نوال سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

''آرام سے کہاں جا رہے ہو۔''

''آپ کے پاس ہی آ رہا تھا آپی، ایسا کریں اپنا کوئی سوٹ وشمہ کو دے دیں۔''

''اس کے پاس بیگ ہے۔''

''بیگ میں کپڑے نہیں ہیں۔''

''دیان! یہ کیا چکر ہے؟''

''آپ اسے کپڑے دے آئیں تب تک میں بھی فریش ہو جاتا ہوں پھر مورے کے کمرے میں آ جانا میں سب بتاتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں دے آتی ہوں۔''

⁂......⁂......⁂

وہ سب بی بی جان کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ دیان نے آسمانی رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ کندھوں پر کریم کلر کی شال ڈالے بال سلیقے سے سیٹ کیے پاؤں میں پشاوری چپل پہنی ہوئی تھی۔ اپنی اس تیاری میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس نے سب کو وشمہ اور اپنی ملاقات کا بتایا اور وشمہ کو چوٹ کیسے آئی وہ بھی۔

''نوال بچے! ہلدی والا دودھ دو وشمہ کو۔ دیان اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤ۔'' بی بی جان پریشانی سے بولیں۔

''ڈاکٹر سے ہو کر آئے تھے۔ دوائی دی ہے کچھ دنوں میں ٹھیک ہو جائے گی۔''

''اچھا چلو جاؤ بچے سو جاؤ جا کر، اتنے دن میرا بچہ تکلیف میں رہا ہے۔'' انہوں نے اس کا سر چوما۔

''اب میں فریش ہو گیا ہوں ایک دفعہ رات کو ہی آرام کروں گا۔''

''امل! مجھے وشمہ کے کمرے میں لے جاؤ۔''

''آئیں۔'' امل ان کا ہاتھ تھام کر وشمہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

پرپل کلر کی ٹخنوں تک آتی فراک اس کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنے دوپٹہ گلے میں ڈالے وہ کندھوں پر

شال ڈال رہی تھی تبھی کمرے کا دروازہ کھٹکا۔اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا ایک منٹ کے لیے تو بی بی جان بھی کھوسی گئیں۔وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔''انہوں نے اس کی پیشانی چومی تو وہ مسکرائی۔

''آئیں۔''وشمہ نے انہیں اندر بٹھایا۔

''میں آپ کی بینڈیج کر دوں؟''امل نے اس کے سر اور بازو کو دیکھا۔نہانے جانے سے پہلے وشمہ نے اپنی پٹیاں کھول دی تھیں۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔''وہ ہچکچائی۔

''امل!تم کردوان کو نہ کرنے کی عادت ہے۔''دیان دونوں بازو سینے پر باندھ کر دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔وشمہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔وشمہ کو دیکھتے ہی دیان کی دھڑکن تیز ہوئی۔وہ ایک دم سیدھا ہوا۔وہ اسے گھور رہی تھی۔

''ہاں بیٹا ابھی زخم تازہ ہے خیال کرو۔جاؤ امل جلدی سے پٹی کردو۔''

کچھ دیر میں ہی امل نے وشمہ کی پٹی کر دی تھی۔

''یہ لیں ہوگیا۔''بی بی جان کی نظر دروازے کے پاس کھڑے دیان پر گئی۔وہ وشمہ کو پریشانی سے دیکھ رہا تھا بی بی جان مسکرائی پھر وشمہ کو دیکھنے لگیں۔

''یہ لیں گرما گرم دودھ۔''نوال ہلدی والا دودھ لے کر کمرے میں آئی اور وشمہ کے سامنے کیا۔

''یہ لیں یہ دودھ پیتے ہی آپ ایک دم ٹھیک ہو جائیں گی۔''

''وہ۔''وشمہ نے بولنا چاہا لیکن الفاظ ادا نہیں ہوئے۔

''پی لو بیٹا آرام ملے گا۔''

''اصل میں،میں دودھ نہیں پیتی۔''

دیان اس کا چہرہ دیکھ کر مسکرایا۔

''آنکھیں بند کر کے پی لو پتا بھی نہیں چلے گا۔''بی بی جان نے گلاس اس کی طرف بڑھایا تو ناچار اس نے

گلاس پکڑ لیا۔

"میرے سامنے کیسے زبان چلا رہی تھی چڑیل، اب ایسی معصوم بنی ہوئی ہے جیسے کبھی کسی کو گھورا بھی نہیں ہے۔"

"یہ دوائی بھی ساتھ کھا لیں۔" امل نے دوائیاں اسے پکڑائیں۔ اس نے فوراً سے دوائی منہ میں ڈال کر آنکھیں بند کیں اور ایک ہی سانس میں سارا دودھ پی گئی۔ ناپسند چیز کھانے یا پینے سے جو حالت ہوتی ہے وشمہ کی بھی وہی تھی۔ ایک پل کے لئے اسے لگا تھا سارا دودھ ابھی باہر آ جائے گا لیکن اس نے خود پر قابو کیا۔ ایسا کر کے وہ اتنے پر خلوص لوگوں کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"یہ ہوئی نا بات۔" بی بی جان نے پیار سے کہا۔ دیان باہر جانے کے لیے مڑا ہی تھا جب اس نے آواز دی۔

"دیان رکو۔"

وہ پلٹا۔

"مجھے گھر بھجوا دو۔"

"کچھ دن رک جاؤ بیٹا، تمہیں اتنی چوٹ آئی ہے۔" بی بی جان نے فوراً کہا۔

"ہاں وشمہ پلیز۔ کچھ دن رک جائیں ابھی تو ہم نے باتیں بھی نہیں کیں۔" نوال نے بھی اسے روکنا چاہا۔

"میں ضرور رک جاتی بی بی جان لیکن اتنے وقت سے میں اپنی مورے سے نہیں ملی اور آپ کو پتا ہے ہم اتنے دنوں سے پھنسے ہوئے تھے۔ مجھے مورے کی بہت یاد آ رہی ہے ورنہ میں کچھ دن ضرور رکتی۔"

"ٹھیک ہے بیٹا لیکن میں تمہیں اس وعدے کے ساتھ جانے دونگی کہ تم آتی رہو گی۔"

"پلیز وشمہ رک جائیں نا۔" امل اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئی۔ وشمہ کو اتنی محبت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اس نے دیان کی طرف دیکھا جس نے کندھے اچکا دیے۔

"پلیز وشمہ پلیز رک جائیں نا۔"

"ٹھیک ہے لیکن بس ایک دن۔"

"تھینک یو۔" امل خوشی سے اس کے گلے لگ گئی تو وہ مسکرائی۔

"جاؤ امل اور نوال وشمہ کو باہر لے جاؤ تازہ ہوا میں اچھا محسوس ہوگا۔"

''جی اچھا آؤ وشمہ۔''

وہ سب باہر چلے گئے تو کمرے میں زنیرہ بیگم آئیں۔ بی بی جان کسی گہری سوچ میں تھیں۔

''کیا ہوا بی بی جان کیا سوچ رہی ہیں۔''

''کچھ نہیں۔ بس دیکھ رہی تھی وشمہ کتنی پیاری بچی ہے ایسی اپنی اپنی سے لگ رہی ہے۔''

''بالکل بی بی جان، میں بھی یہی سوچ رہی تھی وشمہ اپنی اپنی سی لگ رہی ہے اور صحیح کہا بہت پیاری بچی ہے۔''

❁......❁......❁

وہ تینوں آہستہ آہستہ واک کرنے لگیں۔ وشمہ نے شال اچھے سے اپنے گرد لپیٹ لی کیونکہ سردی ہو رہی تھی۔ رات ہوتے ہی ہلکی ہلکی دھند چھانے لگتی تھی۔ یہ جگہ وادی جھیل کے نام سے مشہور تھی۔ ہرے بھرے پہاڑ جو برف سے ڈھکے رہتے تھے ان کے درمیان واقع یہ وادی خوبصورتی کی اپنی مثال آپ تھی۔

''میرا نام امل ہے اور یہ ہیں نوال آپی۔'' امل نے اپنا تعارف کروایا۔

''اور بتائیں وشمہ اپنے بارے میں۔ لالہ نے بتایا ہے آپ لندن میں پڑھ رہی تھیں۔ لندن میں مزا آتا تھا۔'' امل چہک کر پوچھنے لگی۔

''یونیورسٹی سے باہر مزہ آتا تھا جب ہم فرینڈز ویک اینڈ پر کہیں جاتے تھے ورنہ تو پڑھائی اور بس پڑھائی تھی۔''

''اچھا۔''

''آپ نے کیا میڈیکل کیا ہوا ہے۔'' وشمہ نے امل کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ہائے، آپ کو کیسے پتا چلا؟'' اس کی آنکھیں پھیلیں۔

''آپ کی بینڈ تیج کرنے سے اندازہ ہوا۔''

''جی بالکل صحیح اندازہ لگایا۔ میں ابھی پڑھ رہی ہوں بس کچھ مہینے رہ گئے ہیں اور آپی نے بھی ایم بی بی ایس کیا ہے یہ پرافیشنل ڈاکٹر ہیں۔''

''واؤ۔''

''باقی باتیں بیٹھ کر کرتے ہیں وشمہ آپ کو چلنے میں مشکل ہو رہی ہو گی۔''نوال نے اس کی ٹانگ کے خیال سے کہا۔

''صحیح کہہ رہی ہیں بیٹھ جانا چاہیے۔''وشمہ مسکرا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

''اچھا وشمہ آپ بتاؤ آپ کو ڈانس کرنا آتا ہے۔''امل کی بات پر نوال نے سر پکڑا۔

''بالکل آتا ہے بلکہ مجھے تو اتنا پسند ہے نا میں بتا نہیں سکتی۔''

''یہ ہوئی نا بات بس پھر وشمہ میری پارٹنر۔''امل نے ہاتھ آگے کیا تو وشمہ نے بھی خوشی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جبکہ نوال مسکرا کر رہ گئی۔

''آپی کی شادی ہونے والی ہے اس سے پہلے آپ نے مجھے سکھانا ہے۔''

''ٹھیک ہے سکھا دوں گی لیکن شادی ہے کب۔''

''نکاح تو ہو چکا ہے اب رخصتی کی تاریخ جمعہ کو رکھنے آرہے ہیں۔آپ آؤ گی نا جمعہ کو۔''

''واؤ مبارک ہو نوال اور ہاں میں ضرور آؤں گی۔''

''خیر مبارک۔''

''لو یا ارینج۔''وشمہ نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہنڈرڈ پرسنٹ لو ہے جی۔''امل آنکھ مار کر بولی جبکہ نوال نے ارد گرد دیکھ کر اس کی کمر پر مکا رسید کیا۔

''شٹ اپ امل، مجھے مروائے گی دا جی سے، وشمہ ایسا کچھ نہیں ہے۔''

''پھر کیسا ہے جی۔''وشمہ بھی امل کے سٹائل میں بولی۔ پھر امل اور وشمہ دونوں تالی مار کر ہنسنے لگیں۔ باہر سے آتا دیان ہنسی کی آواز پر ان کی جانب متوجہ ہوا پھر مسکرا کر اندر چلا گیا۔

''تم دونوں مجھے تنگ کرو گی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔''نوال کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''اچھا ہم کچھ نہیں بولتے، آپ ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔''

''نوید۔''

''اوفووووووو۔نوید نہیں نوید جی ی ی۔''وشمہ شرارت سے بولی تو نوال نے اسے گھورا جبکہ امل ہنسنے لگی۔

"اچھا اچھا سوری بتاؤ۔"

"نوید دیان کے بچپن کے دوست ہیں۔ وہ دیان سے بڑے ہیں میرے جتنے جب میں کالج میں تھی تب ان کا رشتہ آیا تھا۔ سب بڑوں نے ہاں کہہ دی۔ مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ اچھے تھے سب گھر والوں کی عزت کرتے تھے پھر کالج سے فارغ ہوتے ہی نکاح ہوگیا۔ رخصتی کا پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ہونا طے پایا۔ مجھے نکاح کے بہت مہینوں بعد پتا چلا کہ نوید مجھے پسند کرتے ہیں۔"

"وہ بھی اگر میں نہ ملواتی تو کچھ نہ بنتا ان کا۔ اتنا سمجھا سمجھا کر ملاقات کروائی، اُفف کیا بتاؤں۔ اپنی جان پر کھیل کر ان کی ملاقات کروائی۔" امل نے چہک چہک کر بتایا۔ وشمہ مسکرائی۔

"اللہ ہمیشہ خوش رکھے آپ دونوں کو۔" وشمہ نے سچے دل سے دعا دی۔

"شکریہ۔"

"بہن! مجھے بھی دعا دو کوئی ہیرو ٹائپ بندہ مجھے ملے جس کو میں رات کے دو بجے بھی کہوں کہ مجھے آئس کریم کھانی ہے تو وہ قلابازیاں کھاتے ہوئے آئس کریم لینے جائے۔"

"ہاہاہاہاہا۔" نوال اور وشمہ ہنسنے لگیں تو اس نے منہ بنایا۔

"دیکھ لینا آئے گا کوئی ایسا ہی۔ ہونہہ۔" وہ منہ بنا کر اندر چلی گئی تو وہ دونوں پھر سے ہنسنے لگیں۔

......

"پھپھو! میرب کدھر ہے۔" ارحم کچن میں کھڑی عالیہ سے پوچھنے لگا۔

"میرب بھابھی کے کمرے میں ہے۔"

"اچھا۔"

وہ آمنہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"مورے! یہ سب بہت پیارا ہے۔" وہ نم آنکھوں سے سب چیزوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ ارحم دروازہ کھول کر اندر آیا تو اس نے سر اٹھایا۔

"آؤ ارحم تم بھی دیکھو۔"

’’آپ بازار گئی تھیں۔‘‘ وہ صوفے پر بیٹھ کر بولا۔ میرب آمنہ بیگم کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی تھی اور سامنے چھوٹے بچوں کا سامان تھا کپڑے کھلونے جوتے وغیرہ۔

’’ہاں عالیہ کے ساتھ گئی تھی۔‘‘

’’میں کھانا لگاتی ہوں۔‘‘ میرب سامان سمیٹ کر اٹھ گئی۔

’’ملازمہ نے لگا دیا ہے ارحم جاؤ کھالو اور اسے بھی لے جاؤ مجال ہے جو کھالے یہ۔‘‘ عالیہ نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ارحم مسکرا کر اٹھ گیا اور میرب کے ہاتھ سے سامان پکڑ کر دونوں باہر چلے گئے۔ ارحم نے میرب کے لیے کھانا نکالا۔

’’میرب! تم کھالیا کرو کھانا۔‘‘

’’کیوں آپ کو پتا ہے میں آپ کے ساتھ ہی کھاتی ہوں اور مورے نے بھی تو کہا تھا شوہر کے ساتھ کھانا چاہیے۔‘‘

’’پہلے کی بات اور تھی۔‘‘

’’کوئی بات نہیں کچھ نہیں ہوتا ویسے بھی اب مجھے عادت ہوگئی ہے آپ کے ساتھ کی آپ کے بغیر میرا نوالا نہیں اترتا۔‘‘

’’ہاہاہا چلو ٹھیک ہے لیکن جب مجھے دیر سے گھر آنا ہو تو کھالیا کرو۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘

✡......✡......✡

اگر ہو میری حیات میرے اختیار میں
صدیاں گزار دوں تیرے انتظار میں

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ سب لوگ نیند کے مزے لے رہے تھے لیکن اس کی نیند تو 20 سالوں سے اس سے روٹھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں شاہ کی تصویر پکڑے وہ اس سے ہم کلام تھی۔ اب یہی تصویریں ہی اس کی ساتھی تھیں۔

''شاہ! آج ہماری شادی کی اکیسویں سالگرہ ہے۔ بہت بہت مبارک ہو۔'' اس نے چاکلیٹ کا ٹکرا منہ میں ڈالا۔ دور کہیں شاہ نے بھی تصویر کو دیکھتے چاکلیٹ کا ٹکرا منہ میں ڈالا۔

(ماضی)

وہ آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر آیا۔ عالیہ منہ پھلا کر بیڈ سے اٹھی۔ وہ مسکرایا۔ دلہن بنی ہوئی وہ سیدھا اس کے دل میں اتر رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے ناک کیوں پھلائی ہوئی ہے؟'' اس نے اس کی ناک کھینچی تو عالیہ نے اس کے ہاتھ پر تھپڑ لگایا۔

''میری کمر ٹوٹنے والی ہوگئی ہے کہاں رہ گئے تھے۔''

''افف، کیا بتاؤں ایک چیز نہیں مل رہی تھی بس اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وقت لگ گیا۔''

''چیز کیا مجھ سے زیادہ ضروری تھی۔'' اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر لڑاکا عورتوں کی طرح کہا تو شاہ ہنسنے لگا اور کمر سے پکڑ کر اسے اپنے قریب کیا۔

''بہت زیادہ ضروری تھی اگر وہ چیز نہ لاتا تو تم ناراض ہو جاتی اور یہ مجھے منظور نہیں۔'' بولتے ہی اس نے جیب سے کچھ نکالا۔

''میری پسندیدہ چاکلیٹ۔'' اس نے خوشی سے چاکلیٹ پکڑی۔

''ہاں یہی ڈھونڈ رہا تھا آج تو جیسے اس نے نہ ملنے کی قسم کھالی تھی لیکن مجھے بھی ہر حال میں لینی تھی۔'' وہ اس کو اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔ عالیہ نے ایک ٹکرا توڑ کر اسے کھلایا۔

''شاہ ہم اپنی ہر شادی کی سالگرہ میں اس چاکلیٹ سے منہ میٹھا کیا کریں گے۔''

''ٹھیک ہے میری جان۔''

❖......❖......❖

سہ پہر کی ٹھنڈسی ہر سو چھائی ہوئی تھی۔ وہ سب سے مل کر اور بی بی جان سے وعدہ کر کے جا رہی تھی کہ وہ جمعہ کو آئے گی۔ دیان نے خان بابا کو ہدایت دی کہ وہ خیال سے وشمہ کو اس کے گھر چھوڑ دیں پھر اس کی طرف مڑا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"چڑیل! دوائی وقت پر کھالینا اور زیادہ چھلانگیں لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹانگ کا زخم ٹھیک ہونے دینا۔"

"جی جی میں پورا خیال رکھوں گی۔" وہ مسکرا کر بولی۔ پھر دونوں خاموش ہو گئے۔ دل اداس تھے۔ کیا بس اختتام ہو گیا دوراہی انجانوں کا اب منزلیں جدا ہونی تھیں۔

"وشمہ!"

"ہمم۔" اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"آتی رہنا گھر۔"

"ضرور آؤ گی۔ تم بھی آنا بی بی جان اور مورے کو لے کر میرے گھر۔"

"انشاءاللہ۔"

"اچھا اب چلتی ہوں۔ تھینک یو سوچ اگر تم نہ ہوتے تو میں کبھی گھر نہ جا سکتی۔"

"تھینک یو مت کہو، ہم دونوں مل کر منزل تک پہنچے ہیں ورنہ تو گھر آنا بہت مشکل تھا۔"

وہ مسکرائی۔

"ویسے ایک بات کہوں۔" دیان آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔"

"یہ خاموش رہنے والا روپ تم پر جچ رہا ہے۔"

وشمہ نے گھور کر اسے دیکھا۔ اگر اوپر بالکنی میں نوال اور امل نہ کھڑی ہوتیں تو ایک مکا تو ضرور پڑتا دیان کو۔ پھر وہ خود بھی مسکرا دی۔

"اچھا اب زیادہ پھیلو نہیں اللہ حافظ۔"

جوں جوں گاڑی اس کی نظروں سے دور جاتی جا رہی تھی۔ دیان کو لگا اس کا دل عجیب ہو رہا ہے ایک بے چینی سی۔ ایک اداسی۔

"دونوں ایک ساتھ کتنے اچھے لگتے ہیں نا۔" امل نوال کے کان میں بولی تو نوال نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"بیٹا بتاؤ گھر کہاں ہے۔" خان بابا نے وشمہ سے پوچھا۔

”آپ کو نیل جھیل کا پتا ہے اس کے ساتھ جو آغا جان کی حویلی ہے وہ۔“

خان بابا کے چہرے کا رنگ اڑا۔

”بچے آپ وہاں رہتی ہو؟“ انہوں نے مڑ کر وشمہ کو دیکھا ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔

”جی۔“

”آپ آغا جان کی کیا لگتی ہو؟“

”میں نواسی ہوں ان کی۔ کیوں کیا ہوا؟“

”نہیں کچھ نہیں۔“ خان بابا کچھ سوچتے ہوئے باہر دیکھنے لگے۔ آدھے گھنٹے بعد وشمہ اپنی حویلی کے باہر کھڑی تھی۔

”ارے وشمہ بی بی۔“ گارڈ اس کے پاس آیا اور اس کا بیگ پکڑا۔

”کیسے ہیں آپ؟“

”ایک دم فٹ آؤ۔“ وہ اندر بڑھ گئے۔ وشمہ نے لان میں دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا پھر آہستہ سے گھر کے اندر آئی اور ہال میں پہنچ کر ارد گرد دیکھا۔ کوئی بھی نہیں تھا۔

”سارے کہاں ہیں چچا؟“

”اپنے کمروں میں ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی سارے مرد گھر آئے ہیں۔“

”اچھا۔“ اس نے مڑ کر اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھ رکھا اور زور سے چلائی۔

”آغا جان، بی جان، مورے، ممانی جان، ماموں جان، ارحم لالہ، اسفند لالہ، رمشا، میرب بھابھی۔ جلدی سے باہر آؤ۔“

”وشمہ۔“ ٹاول سے منہ صاف کرتے آغا جان نے ٹاول بیڈ پر پھینکا اور باہر آئے۔ سب اپنے کمروں سے باہر آئے۔

”آغا جان۔“ وہ چیختی ہوئی ان کے گلے لگ گئی پھر بی جان، باری باری وہ سب سے ملی۔

”ارحم لالہ۔“ اسفند اور ارحم ایک ساتھ اس سے ملے۔

''وشمہ کیسی ہو؟'' میرب نے اسے گلے لگایا۔

''میں بالکل ٹھیک آپ بتاؤ۔''

''میں بھی بالکل ٹھیک۔''

''وشمہ آپی۔'' رمشا اوپر گرل سے جھانک کر چیخی اور پھر فوراً نیچے کی طرف آئی۔

''بھوتنی چڑیل یقیناً سوئی ہوئی ہوگی۔'' دونوں زور سے ایک دوسرے سے گلے ملیں۔

''مورے کہاں ہیں۔'' اس نے عالیہ بیگم کو ڈھونڈنا چاہا۔

''وہ نماز پڑھ رہی ہوں گی تم بیٹھو، میں بلا کر لاتی ہوں۔''

''نہیں بھابھی آپ رہنے دو میں خود جا کر مل لیتی ہوں۔'' وہ ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ عالیہ بیگم جائے نماز پر بیٹھی سلام پھیر رہی تھی ں۔ وہ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

''وشمہ میری چندا۔'' انہوں نے اس کی گال چومے۔ وہ ان کے گلے لگ گئی اور رونے لگی۔ اتنے دنوں کا غبار اس کے دل میں تھا۔ کب سے وہ ماں سے ملنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ عالیہ بھی اس کا سر بار بار چوم رہی تھیں۔

''کتنے دن ہوگئے تھے تم نے مجھے کوئی فون نہیں کیا۔ ماں کا کوئی خیال نہیں ہے۔'' وہ آہستہ سے ان سے الگ ہوئی اور اپنے آنسو صاف کیے۔

''میں نے آپ کو بہت مس کیا بہت زیادہ۔''

''یہ کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے اس کے بازو پر پٹی دیکھی تو پریشانی سے بولی۔ سر کی بینڈیج اس نے حجاب سے چھپالی تھی۔

''کچھ نہیں ہوا بس ہلکی سی چوٹ ہے۔''

''کیسے لگی ہے یہ زیادہ تو نہیں لگی کچھ بولو بھی۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''میری پیاری ماما! کچھ نہیں ہوا اب میں ٹھیک ہوں چلیں آئیں باہر سب انتظار کر رہے ہیں۔'' وہ دونوں ایک ساتھ باہر آگئیں۔ سب لاؤنج میں ہی بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہوگئے۔ آغا جان کی لاڈلی ان کے کندھے پر سر رکھے سب سے باتیں کر رہی تھی۔

''آپی! ایک خوشخبری سناؤں۔'' رمشا چہک کر بولی۔

''کیا، جلدی بتاؤ۔'' وہ سیدھی ہوئی۔

''ہم دونوں بہت جلد پھپھو بننے والی ہیں۔''

''کیاااا۔ سچ۔'' اس نے میرب کی طرف دیکھا جو مسکراتے ہوئے اپنا سر جھکا چکی تھی۔

''بالکل سچ۔''

''ہائے اللہ۔'' وہ چیخ کر اٹھی اور میرب کو زور سے گلے لگا لیا۔

''اف، وشمہ ہزار بار کہا ہے عجیب وغریب آوازیں اور چیخیں مت مارا کرو۔'' عالیہ بیگم نے اسے گھور کر کہا لیکن وہاں سن کون رہا تھا۔

''عالیہ! کسے بول رہی ہو تمہاری کاپی ہے اپنا وقت بھول گئی ہو۔'' بی جی ہنستے ہوئے بولیں تو وہ مسکرائی۔

(''شاااہ۔'')

''اف، اف، لڑکی چیختی کیوں ہو اتنا۔'' شاہ نے اپنے دونوں ہاتھ کان پر رکھے۔

''جب تک چیخوں نا تب تک سنتے بھی تو نہیں ہو۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔ وشمہ کی آواز اسے ماضی سے حال میں لے آئی۔

''بس بس ارحم لالہ، کچھ نہیں چلے گا آج ہر حال میں ہم باہر جائیں گے اور آئس کریم کھائیں گے۔ نہیں نہیں کچھ نہیں سنوں گی بس میں نے کہہ دیا۔'' وہ صوفے پر کھڑی ہوئی۔ ارحم کو چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔

''اچھا اچھا کھلا دوں گا صوفے پر کھڑی کیوں ہو جاتی ہو۔ نیچے اترو۔'' سب مسکرا کر اسے دیکھ رہے تھے۔

''حویلی کی جان ہے یہ۔'' آغا جان نے مسکرا کر کہا۔ عمر خان نے عالیہ کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا کر وشمہ کو دیکھ رہی تھی لیکن آنکھوں میں نمی بھی تھی۔

''ایک دور تھا جب میری بہن حویلی کی جان تھی۔ مجھے معاف کر دینا عالیہ تمہاری ہنسی میں نے تم سے چھین لی۔'' انہوں نے دل میں کہا۔ پھر وشمہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

فجر کی اذانیں ختم ہوتے ہی سب نماز کے لیے اٹھ گئے۔ وشمہ عالیہ بیگم کے پاس ہی سوئی تھی۔ ایک نظر اس کو دیکھ کر وہ نماز کے لیے اٹھ گئیں پھر وشمہ کے ساتھ آ کر بیٹھیں اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ وشمہ نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ لیا۔

''وشا چندا، اٹھ جاؤ نماز پڑھ لو کہی درد تو نہیں ہو رہا بازو یا سر پر۔''

''نہیں ماما اب تو بہت بہتر ہوں۔''

''اچھا چلو اٹھ جاؤ پھر میں اپنی بیٹی کے لیے خود ناشتہ بناتی ہوں۔'' وشمہ نے ان کا ناک ہلکا سا کھینچا۔

''میں آپ کو بہت یاد کرتی تھی۔ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' اس نے ان کی گود میں سر چھپا لیا۔ عالیہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں جب جب وشمہ ان کا ناک کھینچتی تھی تب تب شاہ کی یاد ان کے دل میں شدت سے اٹھتی تھی۔ انہوں نے ڈھیروں آنسو اندر اتارے اور اس کا سر چوما۔

''چندا! جلدی اٹھ جاؤ میں ناشتہ بناتی ہوں۔''

''او کے۔''

......

وہ نماز پڑھ کر اندر جانے لگا تبھی خان بابا نے اسے آواز دے کر روکا۔

''چھوٹے خان بات سنیں۔''

''جی۔'' وہ رک گیا۔

''چھوٹے خان! کل جس کو آپ نے چھوڑنے بھیجا تھا وہ آغا جان کی نواسی ہے۔''

''تو......'' دیان نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''چھوٹے خان آپ کو نہیں پتا کچھ۔''

''کیا بول رہے ہیں خان بابا مجھے کیا نہیں پتا۔''

''چھوٹے خان آغا جان اور اس حویلی کی دشمنی ہے۔''

''کیا مجھے تو کسی دشمنی کا نہیں پتا۔''

”شاہ زین بابا سے پوچھنا وہ آپ کو بتائے گا۔“

”چاچو سے لیکن ان کو کیسے پتا ہوگا۔“ دیان الجھا۔

”چھوٹی بی بی جی آغا جان کی بیٹی تھی وہی آپ کو بتائے گا اور ہاں میں نے صرف آپ کو بتایا ہے آپ کسی کو نہ بتانا کہ وہ آغا جان کی نواسی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ چلے گئے لیکن دیان ان کی باتوں میں الجھ گیا۔

”آغا جان کی بیٹی چاچو کی بیوی یہ کیا کہہ رہے ہیں چچی کہاں سے آ گئی۔“ سوچتے سوچتے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر بھی سوچوں میں گم تھا تبھی نوال چائے لے کر آئی۔

”السلام علیکم۔ یہ لیں چائے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا پھر دیان کی طرف مڑی۔

”کیا ہوا پریشان کیوں ہو۔“ وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”آپی! آپ نے چچی جان کو دیکھا ہوا ہے۔“ دیان کے سوال پر نوال کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

”کیوں کیا ہوا ہے۔“

”بتائیں آپ نے دیکھا ہوا کیسی تھی وہ؟“

”ہاں دیکھا ہوا مجھے اتنا تو یاد نہیں ہے کیونکہ جب شاہ چاچو کی شادی ہوئی تھی میں تین سال کی تھی۔ مورے بتاتی ہیں چاچی بہت اچھی تھی آپ سے بہت پیار کرتی تھی سارا دن آپ کو اٹھا کر رکھتی تھی اور میرے ساتھ بھی کھیلتی تھی شاہ چاچو ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔“

”پھر شاہ چاچو اور وہ علیحدہ کیوں ہوئے۔“ نوال نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”مجھے تم سے بات کرنی ہی تھی اس بارے میں۔“

”مجھے بتائیں آپی کیا ہوا ہے ماضی میں، کیوں شاہ چاچو اور داجی آپس میں بات نہیں کرتے۔ ان کے بیچ لڑائی کیوں ہے۔“

”یہ سب باتیں شاہ چاچو خود بتائیں گے ان سے پوچھیں۔“ وہ جانے کے لیے اٹھ گئی۔

”کیا داجی آغا جان کو جانتے ہیں؟“ دیان نے سوال کیا تو نوال نے اثبات میں سر ہلایا۔

”عالیہ چچی آغا جان کی بیٹی ہیں۔“

(چھوٹے خان وہ بچی آغا جان کی نواسی ہے)

''آپی کیا عالیہ چچی کی کوئی بہن ہے۔''

''نہیں مورے نے بتایا تھا وہ ایک بہن اور ایک بھائی ہی ہیں۔'' دیان نے انگلیوں سے اپنی کنپٹی دبائی۔

''آپی کیا مجھے چچی کی کوئی تصویر مل جائے گی۔''

''میرے پاس ایک البم ہے شاہ چاچو کی شادی کا میں لے کر آتی ہوں۔''

دو منٹ بعد ہی نوال نے البم دیان کو دیا۔ دیان نے فوراً سے البم کھولا۔

''یہ ہیں چچی۔'' شاہ کے ساتھ کھڑی ہنستی ہوئی عالیہ کو دیکھ کر اس کو جھٹکا لگا۔

''یہ۔''

''ہاں۔ کیا بات ہے سب خیریت ہے۔''

''ہمم۔''

''کیا وشمہ کا چچی سے کوئی تعلق ہے۔'' (دیان نے اسے دیکھا) ''وشمہ چچی جان سے بہت ملتی ہے۔''

''مجھے نہیں پتا آپی میں چاچو سے بات کروں گا۔''

''خیال سے داجی کو اس بارے میں پتا نہ چلے میں چلتی ہوں۔'' وہ کمرے سے چلی گئی تو دیان نے فون اٹھایا اور نمبر ڈائل کیا۔ دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔

''السلام علیکم چاچو۔''

''وعلیکم السلام میرا شیر گھر آ گیا۔''

''جی آ گیا ہوں آپ کب تک آئیں گے۔''

''میں آج رات تک پہنچ جاؤں گا۔''

''چلیں خیریت سے آئیں پھر ملاقات ہوگی۔'' اس نے فون بند کر کے جیب میں ڈالا اور نیچے چلا گیا۔

''اسفند لالہ! یہ چیٹنگ ہے۔ نہیں نہیں نہیں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔'' وہ چاروں لاؤنج میں بیٹھے لڈو کھیل

رہے تھے اور حسبِ عادت وشمہ نے چیخ چیخ کر پورا گھر سر پر اٹھایا ہوا تھا۔

”کوئی چیٹنگ نہیں کی میں نے یہ گوٹی مر رہی ہے پیچھے کروا سے۔“

”میرب بھابھی آپ بولو نا۔“ وہ رونے والی ہو گئی۔

”اسفند! مت تنگ کرو میری بچی کو۔“ آغا جان بولے۔

”کیا آغا جان اتنی روتی بچی ہے آپ کی۔“ اسفند ہنستے ہوئے بولا۔ رمشاء اور میرب نے اپنی ہنسی دبائی۔

”بہت برے ہو آپ سب۔“ اس نے لڈو الٹا دیا۔

”یہ کیا کر دیا۔“ رمشاء چیخی لیکن وہ اٹھ کر آغا جان کے پاس بیٹھ گئی اور ان کے بازو پر سر رکھ دیا۔

”دیکھ لیں آغا جان انہیں۔“

”مت تنگ کرو میری بچی کو۔“ انہوں نے اس کے سر پر پیار کیا۔

”ماما۔“ وہ ادھر سے ہی بیٹھے بیٹھے چیخی کچن میں کام کرتی عالیہ بیگم نے اپنا سر پکڑا جبکہ آمنہ بیگم ہنسنے لگی۔

”کیا کروں میں اس کا اتنا چیختی ہے۔“ وہ بھاگ کر کچن میں ہی آ گئی۔

”مورے میں کب سے بلا رہی ہوں آپ کو۔“

”وشہ میں کام کر رہی ہوں نا۔“ انہوں نے سلاد کی پلیٹ شیلف پر رکھی۔

”میرے ساتھ بھی تو آ کر بیٹھیں نا۔“ بولتے ہی اس نے سلاد چمچ میں بھر کر منہ میں ڈالا۔ سلاد کھاتے ہی ایک دم اسے ہچکیاں شروع ہو گئیں۔ اس کو ہری مرچ نظر ہی نہیں آئی تھی۔

”دیکھ تو لیتی مرچ ہے یہ لو پانی پیو۔“ پانی پینے سے اس کی ہچکیاں رکیں۔

”اتنی تیز مرچ اُف۔“ اس نے ایک اور گلاس پانی کا پیا۔

”وشمہ کو مرچ سے ہچکیاں لگ جاتی ہیں۔“ آمنہ بیگم نے پوچھا۔

”جی بھابھی اس معاملے میں یہ شاہ پر چلی گئی ہے اسے بھی ایسے ہی۔“ بولتے بولتے وہ چپ ہو گئی، چمچ ہلاتا ہاتھ رک گیا۔ انہوں نے گردن موڑ کر وشمہ کو دیکھا۔ وہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وشمہ گلاس شیلف پر رکھ کر باہر نکل گئی۔ آمنہ بیگم نے آگے بڑھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہلکا سا مسکرا کر دوبارہ

کام کرنے لگی۔

وشمہ حویلی سے نکل کر جھیل کی جانب بڑھ گئی۔اس نے سامنے سے آتی گاڑی دیکھی ہی نہیں۔وہ سر جھکائے تیز تیز چل کر سبزے کے پیچھے گم ہوگئی۔اس کو دیکھتے ہی دل جیسے خوش ہوگیا۔وہ گاڑی سے اتر کر اس کے پیچھے جھیل تک آیا۔

وشمہ کھسے اتار کر ٹھنڈی گھاس پر بیٹھ گئی اور ٹانگوں کے گرد بازو پھیلا کر پانی کو دیکھنے لگی۔اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔کسی کی کھانسی پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

''دیان۔''وہ فوراً کھڑی ہوئی۔''تم یہاں۔''

''تمہیں کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے روکیوں رہی ہو۔''وہ فکرمندی سے پوچھنے لگا۔وشمہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''نہیں کچھ نہیں ہوا تم بتاؤ یہاں کیسے۔''

''ایسے ہی یہاں سے گزر رہا تھا تو تمہیں اس طرف آتے دیکھا تو آ گیا کل آؤ گی نا گھر۔''

''ہاں ضرور۔''سفید اور لال رنگ کی فراک اس کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا تھا۔اس نے چادر سر پر ٹھیک سے رکھی۔

''ایک منٹ میں کھسہ پہن لوں پاؤں فریز ہو رہے ہیں۔''وہ اپنے کھسے پہننے کے لیے مڑی۔

''وشمہ۔''اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔عالیہ بیگم اسے بلا رہی تھی۔

''جی۔''

''اکیلی کیوں آ گئی یہاں۔''وہ اس کے پاس آ کر پوچھنے لگی۔

''بس ایسے ہی۔مورے اس سے ملے۔''وہ جونہی دیان کا تعارف کروانے کے لیے مڑی۔وہ وہاں تھا ہی نہیں۔

''یہ کہاں گیا۔''

''کیا کہہ رہی ہو وشہ۔''

''وہ مورے میری دوست آئی تھی۔''

''دوست تو گھر لے کر آتی نا۔''

''نہیں وہ جلدی میں تھی اس لیے یہیں آ گئی کل اس کی بہن کی شادی کی ڈیٹ فکس ہونی ہے تو وہ مجھے بلانے آئی تھی۔''

''اچھا کہاں رہتی ہے۔''

''ہاں وہ میرے ساتھ لندن میں ہی تھی ادھر قریب ہی ہے گھر۔'' وشمہ ارد گرد نظریں دوڑاتے ہوئے بولی۔

''اچھا چلو آؤ میں تمہیں تمہارے کپڑے دکھاؤں میں نے خود ان پر کڑھائی کی ہے جب میری بیٹی میرے پاس نہیں تھی نہ تو میں اس طرح کڑھائی کر کے تمہیں اپنے پاس محسوس کرتی تھی۔''

''سچ مورے میں نے بھی ہر لمحہ آپ کو یاد کیا ہے اور ایسے کیسے چلے جائیں ایک آواز تو بنتی ہے۔'' وشمہ شرارت سے بولی۔

''نہیں وشہ اب نہیں۔''

''اوہو مورے چلیں نا۔''

''اچھا۔'' دونوں نے اپنے منہ کے گرد ہاتھ رکھا اور زور سے چلائی۔ اووو ہووووووو۔ پھر ہنستے ہوئے وشمہ عالیہ بیگم کے گلے لگ گئی۔ درخت کے پیچھے کھڑے دیان نے مسکراتے ہوئے ویڈیو سیو کی اور موبائل جیب میں ڈال کر ایک نظر وشمہ کو دیکھا۔

''پاگل چڑیل۔'' پھر مسکراتے ہوئے واپس چلا گیا کہ ویڈیو وہ اس شخص کو دکھائے گا جو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ یہ منظر دیکھنے کا حقدار ہے۔

✡......✡......✡

رات کی چاندنی ہر سو چھا رہی تھی۔ اس نے دوپٹہ بیڈ پر رکھا اور ڈریسنگ کے سامنے آ کر کچھ ڈھونڈنے لگی۔ اس کے لمبے بال کمر پر جھول رہے تھے۔

''یہی تو رکھا تھا کہاں چلا گیا۔'' وہ جھنجھلائی۔ ارحم باہر ٹیرس پر بیٹھا کام کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ نظر اٹھا کر میرب کی جھنجھلاہٹ بھی دیکھ رہا تھا۔

''کہاں چلا گیا ہے۔'' اس نے جھنجھلا کر پاؤں پٹخا۔ ارحم نے اس کو پیچھے سے جا کر بانہوں میں بھرا۔

''کیوں پریشان ہورہی ہو۔''

''پتا نہیں کیچر کہاں چلا گیا ہے یہی رکھا تھا۔''

''وہ دیکھو۔'' ارحم نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

''اوہ۔'' وہ جانے لگی لیکن ارحم کا حصار تنگ تھا۔

''ارحم چھوڑیں نا میں بال باندھ لوں۔''

''میں نے کہا تھا نا میرے سامنے اپنے بال کھلے رکھا کرو مجھے اچھے لگتے ہیں۔'' اس نے میرب کا رخ اپنی طرف کیا۔

''آپ کا کام ختم ہوگیا۔''

''نہیں ابھی رہتا ہے۔''

''باقی صبح کر لیجیے گا ابھی سو جائیں کافی وقت ہوگیا ہے۔'' اس نے اپنا سر اسکے سینے پر رکھ دیا تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ پیچھے ہوئی۔

''اس وقت کون ہوگا۔''

''تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔'' ارحم دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ میرب نے شال صحیح سے لی۔

''تم دونوں اب تک سوئی کیوں نہیں ہو۔'' ارحم وشمہ اور رمشاء کو دیکھ کر بولا۔

''لالہ اسفند لالہ کے کمرے میں فلم دیکھنے لگے ہیں آپ اور بھابھی بھی آجاؤ۔'' میرب ارحم کے ساتھ کھڑی تھی۔

''بارہ بج رہے ہیں یہ کون سا وقت ہے فلم دیکھنے کا۔''

''اوہو ہم نے کون سا صبح سکول جانا ہے چلیں نا۔''

''ہا چلو۔'' میرب خوشی سے باہر جانے لگی لیکن ارحم نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''کہاں چلیں؟ آپ اندر چلیں کوئی فلم نہیں دیکھنی اتنی دیر تک جاگنا ٹھیک نہیں ہے۔''

''ارحم۔'' اس نے منہ بنایا۔

''لالہ کیا ہے۔''

”نہیں تم لوگ دیکھو میرب اتنی دیر تک نہیں جاگ سکتی۔“ وہ دونوں منہ بنا کر چلی گئیں اور میرب سونے کے لیے لیٹ گئی۔ ارحم لائٹ بند کر کے اپنے بستر پر لیٹا اور اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

”منہ پھلا کر مت سو بالکل ٹیڈی بیئر لگ رہی ہو۔“ وہ ہنستے ہوئے بولا۔

”ہاااا۔“ میرب نے کشن اٹھا کر اسے مارا۔

”اچھا نا منہ نہ بناؤ اپنا خیال نہیں رکھو گی تو مجھے ہی رکھنا پڑے گا نا اور اتنی رات تک جاگنا صحت کے لیے اچھا نہیں ہے۔“ وہ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تو اس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

......

صبح کا سورج نکلتے ہی وقاص خان کی حویلی میں ہلچل مچ گئی۔ گھر کی عورتیں کچن میں طرح طرح کے پکوان بنانے میں لگ گئیں۔ ایسے میں امل دھڑم سے نوال کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ وہ شیشے کے سامنے کھڑی ٹاول سے اپنے بال خشک کر رہی تھی۔

”دفعہ ہو جاؤ امل، انسانوں کی طرح بھی آ سکتی تھی۔“

”اووو وہ ریالی بنووو۔ آنے والے ہیں سیّاں۔“ اس نے نوال کو کندھوں سے تھام کر گھمایا۔

”امل پاگل ہو گئی ہو، ابھی صرف تاریخ پکی کرنی ہے شادی نہیں ہو رہی۔“

”ایک ہی بات ہے، اچھا آپی وشمہ کب تک آئے گی پتا نہیں آئے گی بھی یا نہیں وہ ہوتی تو ہم دونوں مل کر مزا کرتے۔“

”ضرور آئے گی وہ۔“ امل نے دوپٹہ سر پر رکھا۔

”کب آئے گی ٹائم دیکھیں چار بج رہے ہیں مہمان بھی آنے والے ہیں۔“

”آ جائے گی تم یہ بتاؤ شاہ چاچو گھر میں ہیں۔“

”نہیں وہ کام سے باہر گئے ہیں دیان لالہ بھی ان کے ساتھ ہیں اب شاید آنے والے ہوں۔“ دروازے پر دستک ہوئی تو نوال نے دروازہ کھولا۔

”کیا ہوا گل۔“

”نوال بی بی آپ کی سہیلی آئی ہیں۔“

”وشمہ ہو گی اچھا تم اسے بٹھاؤ ہم آتے ہیں۔“

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی جبھی وقاص خان ادھر آئے۔وشمہ ان کی بارعب شخصیت دیکھتے ہی فوراً کھڑی ہوئی۔

”السلام علیکم۔“اس نے نظریں جھکا کر سلام کیا۔

”وعلیکم السلام، کس سے ملنا ہے آپ کو۔“وہ وشمہ کو بغور دیکھتے ہوئے بولے۔

”داجی یہ ہماری سہیلی ہے۔“نوال اورامل بولی۔

”اچھا اچھا جاؤ اپنے ساتھ لے جاؤ۔“وہ انہیں کہتے باہر نکل گئے۔وشمہ نے دل پر ہاتھ رکھ کر لمبا سا سانس لیا نوال اور امل دونوں اس سے گلے ملی۔

کیسی طبیعت ہے اب۔“

”بالکل ٹھیک سنو یہ تمہارا دادا ہارر مووی کے ویلن ٹائپ نہیں ہیں۔“وہ آہستہ سے بولی اس کی بات سنتے ہی امل اور نوال کی ہنسی چھوٹ گئی۔

”ہاں یہی سمجھ لو آؤ مورے اور بی بی جان سے مل لو۔“وہ بی بی جان کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

”السلام علیکم۔“پہلے وہ بی بی جان سے ملی پھر زنیرہ بیگم سے۔

”وعلیکم السلام کیسی ہو گڑیا۔“

”میں بالکل ٹھیک آپ کیسی ہیں۔“

”میں بھی اللہ کا شکر ٹھیک بہت شکریہ بیٹا تم آئی۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہیں۔آپ نے اتنے مان سے کہا تھا کیسے نا آتی میں۔“

”ماں صدقے۔“انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر اسے گلے لگایا۔

”بی بی جان اور بیگم صاحبہ داجی آپ دونوں کو باہر بلا رہے ہیں مہمان آ گئے ہیں۔“

”اچھا چلو۔“

"ہم باہر چلیں۔" وشمہ بولی۔

"ہاں پیچھے والے لان میں چلتے ہیں۔" وہ تینوں حویلی کے پچھلے حصے میں آگئیں۔

"یہ تو بہت خوبصورت ہے۔"

لان کی باونڈری میں پھول لگے ہوئے تھے اور ایک طرف بہت ہی پیارا لکڑی کا جھولا پڑا تھا۔ بیچ میں لوہے کی کرسیاں اور میز تھے۔ وہ تینوں جھولے پر بیٹھ گئیں اور آہستہ آہستہ جھولا لینے لگیں۔ وشمہ نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا سامنے بالکنی تھی جس کی ایک طرف سیڑھیاں تھیں جو سیدھا لان میں آ رہی تھیں۔

"وہ کس کا کمرہ ہے۔"

"وہ دیان لالہ کا۔" امل نے بتایا۔

"اور وشمہ کیسا رہا اتنے دنوں بعد گھر میں سب سے مل کر مورے ٹھیک ہیں۔"

"بہت اچھا لگا جی بالکل ٹھیک ہیں اور ایک خوشخبری بھی ملی میں پھپھو بننے والی ہوں یہ خبر سنتے ہی میں بہت خوش ہوئی۔"

"بہت بہت مبارک ہو۔"

"خیر مبارک۔"

"امل کو بھی پھپھو بننے کا بہت شوق ہے۔" نوال نے مسکرا کر بتایا۔

"ہاں نا مجھے بہت شوق ہے دیکھنا میں کتنا پیار کروں گی اپنے بھتیجے بھتیجی کو۔"

"انشاءاللہ۔" وشمہ نے مسکرا کر کہا۔

"ایک گیم کھیلیں۔"

"کون سا۔"

"یہ لیموں ہیں نا۔" اس نے ایک طرف انگلی سے اشارہ کر کے پوچھا۔ وہاں لیموں کا پودا لگا ہوا تھا۔

"ہاں۔" امل نے سر ہلایا۔

"جاؤ امل کچن سے تین چمچ لے کر آؤ ہم ریس لگائیں گے جس کا لیمو چمچ سے گر گیا وہ ہار گیا۔"

”اندر میری شادی کی تاریخ پکی ہو رہی ہے اور باہر میں ریس لگاؤں پاگل ہو گئی ہو۔“

”او ہو بڑی عورت مت بنو دل تو بچہ ہے نا کسی کو کیا پتا جاؤ امل لے کر آؤ۔“

”ابھی لے کر آتی ہوں۔“ امل بھاگ کر چمچ لینے چلی گئی۔

تینوں نے دوپٹے ایک طرف کر کے باندھے اور اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔

”فائل دیکھ لی ہے نا۔“ شاہ زین اور دیان دونوں کمرے میں آئے۔

”جی چاچو دیکھ لی ہے۔“

”میں بہت خوش ہوں دیان کے تم نے میرے ساتھ کام کرنے کا سوچا۔“

”چاچو! مجھے آپ کے پاس ہی آنا تھا بھلا دو بڈی ایک دوسرے کے بغیر رہ سکتے ہیں۔“ اس نے ہاتھ اٹھایا تو شاہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا۔ گل چائے میز پر رکھ کر چلی گئی۔

”چلیں موسم اچھا ہے ٹیرس پر کھڑے ہو کر چائے پیتے ہیں۔“ وہ دونوں اپنا اپنا کپ اٹھا کر باہر آ گئے تبھی دونوں کی نظر نیچے پڑی۔ وہ تینوں چمچ پر لیموں رکھے اور چمچ کا ہینڈل منہ میں ڈالے آہستہ آہستہ چل رہی تھی سب سے پہلے امل کا لیموں چمچ سے گرا۔

”یہ پتا نہیں کیسے گر گیا یہ غلط ہے لیموں اتنا گول ہے وہ گھومتا جا رہا تھا۔“

امل کی بات پر وشمہ کی ہنسی چھوٹ گئی اور اس کا چمچ گر گیا لیکن ہوش کسے تھا اس کو تو ہنسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔

”میں جیت گئی۔“ نوال نے چمچ میز پر رکھا۔

”اف، امل لیموں گول ہی ہوتا ہے۔“ اس نے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہنسی روکی۔ دیان مسکراتے ہوئے شاہ کی طرف مڑا وہ کپ کو تھامے سنجیدگی سے وشمہ کو دیکھ رہا تھا۔

”امل کی بچی! تمہاری وجہ سے میں ہاری ہوں۔“ وہ امل کے پیچھے بھاگی۔ پورے لان میں وشمہ کی ہنسی کی آواز گونج رہی تھی۔ شاہ کی آنکھیں لال ہونے لگیں۔ یہ انداز۔ یہ ہنسی۔ یہ روٹھنا۔

”ہاہاہا شاہ، تم مجھے نہیں پکڑ سکتے میں تم سے زیادہ تیز بھاگتی ہوں۔“

”وہ دیکھو دا جی۔“

”کہاں۔“

”پکڑ لیا۔“

”یہ چیٹنگ ہے نہیں میں نہیں مانتی تم بہت برے ہو شاہ میں نہیں بولوں گی۔“

”چاچو۔“ دیان نے ان کا کندھا ہلایا۔

”ہاں۔“ وہ چونکے۔

”کیا ہوا؟“

”دیان! یہ کون ہے۔“ انہوں نے وشمہ کی طرف اشارہ کیا۔

”کیوں کیا ہوا، کسی سے مل رہی ہے۔“ دیان انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔ انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”نوال آپی اور امل کی دوست ہے۔“ وہ فوراً بولا۔

”اچھا..... بہت پیاری بچی ہے۔“ وہ کمرے کی طرف مڑ گئے۔ دیان نے وشمہ کو دیکھا پھر وہ بھی ان کے پیچھے کمرے میں آ گیا۔

***

”اچھا اب میں چلتی ہوں بہت وقت ہو گیا ہے۔“ اس نے چادر اوڑھی۔

”پھر کب آؤ گی وشمہ۔“ امل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

”نوال کی شادی پر۔“

”توبہ کرو لڑکی ابھی بہت مہینے ہیں کیا اس سے پہلے نہیں آؤ گی مجھے ڈانس بھی سکھانا ہے۔“

”مذاق کر رہی تھی۔ آؤں گی ہاں ہاں ڈانس بھی سکھا دوں گی۔“

دیان بھی وہی کھڑا تھا۔

”تھینک یو اللہ تمہیں جہان دے۔“ امل کی بات پر دیان نے سر اٹھا کر دیکھا۔

”آمین آمین۔“

”اچھا اللہ حافظ۔“ وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ دیان کے سائیڈ سے گزرتے ہوئے وہ رکی۔

''اللہ حافظ ڈائن۔'' مسکرا کر کہتی باہر نکل گئی۔ امل اور نوال بھی اس کے پیچھے چلی گئیں لیکن دیان غصے سے پیر پٹختا اپنے کمرے میں آ گیا۔

''کیسا گزرا دن۔'' وہ عالیہ کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی اور وہ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

''بہت اچھا گزرا۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اچھا وشمہ مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

''جی مورے۔''

''وشمہ! تم نے مجھ سے کبھی اپنے بابا کے بارے میں پوچھا ہی نہیں اور نہ میں نے کبھی بتایا۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے میں مانتی ہوں لیکن میں نے تمہارے اچھے کے لیے ہی کچھ نہیں بتایا لیکن اب تم اتنی بڑی ہوگئی ہو کہ ہر بات کا علم ہونا چاہیے۔ تم میری باتوں کو سمجھو گی نا۔'' وشمہ آہستہ سے اٹھی۔

''ماما! بہت رات ہوگئی ہے ہمیں سو جانا چاہیے۔'' وہ تکیے پر سر رکھ کر کروٹ لے کر لیٹ گئی اور اپنی طرف کا لیمپ بند کر دیا۔ عالیہ بیگم اسے دیکھتے ہوئے صرف سوچتی رہ گئی۔

''وشہ! میری جان یہاں میرے پاس تم ہو، میرے جینے کی وجہ وہاں میرے شاہ کے پاس کوئی نہیں ہے۔ پتہ نہیں شاہ، ہماری یہ دوری کبھی ختم ہوگی بھی یا نہیں۔ آپ کی یادوں کے علاوہ میں آپ کی نشانی کیلئے زندہ ہوں۔'' نا جانے کتنے آنسو عالیہ کا چہرہ بھگو گئے اور یہ چہرہ ہر رات کی طرح ساری رات بھیگا ہی رہا۔

بن تمہارے کبھی نہیں آئی
کیا میری نیند بھی تمہاری ہے

وہ بازو سینے پر باندھے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ گہری ہوتی رات، شدید دھند۔ چاروں طرف ویرانی تھی ایسی ہی ویرانی اس شخص کے اندر بھی تھی۔ اسی وقت دروازہ پر دستک ہوئی۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت دی تو دیان اندر آیا۔ اس وقت وہ شب خوابی کے لباس میں موجود تھا۔

"سوئے نہیں۔" شاہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"ہاں کہو۔"

"آپ کے اور چچی کے بیچ علیحدگی کیوں ہوئی تھی۔"

کچھ پل شاہ کچھ کہہ نہ سکا۔

"تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"چاچو مجھے بتائیں۔" وہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا ہو گیا ہے دیان، ماضی کو کھولنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے صرف تکلیف ہی ہوتی ہے۔" وہ بے بسی سے بولے۔

"پلیز چاچو مجھے بتائیں۔ اچھا ایک بات بتائیں۔ وشمہ کو دیکھ کر آپ کو چچی کی یاد آئی تھی نا۔"

دیان کی بات پر انہوں نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"وشمہ۔" (عالی میں اپنی بیٹی کا نام وشمہ رکھوں گا۔ وشمہ خان شاہ زین خان کی بیٹی)

"بتائیں وہ چچی سے ملتی ہے نا۔"

"دیان تم کیا بول رہے ہو۔"

"چاچو! میں آپ کو کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔ یہ دیکھیں۔" اس نے موبائل پر ویڈیو کھول کر ان کے سامنے کی۔

شاہ نے ایک جھٹکے سے دیان کے ہاتھ سے موبائل لیا اور سکرین پر ہاتھ پھیرا۔

"میری عالیہ۔" آنکھیں لال ہونے لگیں۔

"مورے چلیں نا۔" وشمہ کی بات پر انکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"مورے۔ دیان یہ۔" انہوں نے سر اٹھا کر دیان کو دیکھا۔ آنسو گال پر بہہ نکلے۔

"یہ چچی کی بیٹی ہے۔" دیان ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"عالیہ نے شادی کر لی نہیں نہیں شادی نہیں کی یہ۔"

"یہ آپ کی بیٹی ہے چاچو۔"

دیان کی بات پر ان کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ گیا۔

''میری بیٹی۔'' بے یقینی سے دیان کو دیکھا۔

''جی، آپ کی بیٹی وشمہ۔''

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے دیان! اگر ایسا تھا تو عالیہ مجھ سے رابطہ کرتی مجھے بتاتی وہ کبھی مجھ سے نہیں چھپاتی۔ میری عالی۔ میری عالی جانتی ہے مجھے بیٹیاں کتنی عزیز ہیں۔ مجھے لے چلو دیان، مجھے ابھی عالی، اپنی وشمہ کے پاس جانا ہے۔ ابھی اسی وقت۔ اتنے سال کیسے وہ دونوں رہی ہونگی۔ میری بیٹی نے کہاں کہاں نہ مجھے پکارا ہوگا۔'' وہ مضبوط مرد آج ٹوٹا تھا۔ آج اس کا ضبط ٹوٹ گیا تھا۔ آنسو گال کو بھگونے لگے۔

''میری بیٹی۔'' ان کی آنکھوں کے سامنے وشمہ کا ہنستا ہوا چہرا آیا۔ دیان نے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا لیا۔ وہ اس کے گلے لگ کر رونے لگے۔ اکیس سالوں سے ضبط کیے آنسو آج بہنے لگے تھے۔ دیان انہیں بیڈ پر لے آیا۔ دیان نہ صرف ان کا بھتیجا تھا بلکہ بہترین دوست بھی تھا۔ ان کے دکھوں کا ساتھی جو وہ کسی سے نہیں کہہ سکتے تھے وہ دیان سے کہہ دیا کرتے تھے۔

''چاچو! مجھے بتائیں کیا ہوا تھا میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ہمیشہ رہونگا ہم مل کر کوئی حل نکالیں گے۔ میں آپ کو اکیلا نہیں دیکھ سکتا۔'' وہ خود کو سنبھال کر گویا ہوا۔

''عالیہ اور میں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ بچپن میں ہی ہماری منگنی ہوگئی تھی۔ پلوشہ کی عمر کے ساتھ اور میری عالیہ کے ساتھ شادی ہوگئی لیکن عمر نے کچھ وقت لیا تھا۔ شادی کے لیے میرے دوست کے کزن کا رشتہ پلوشہ کے لیے آیا تھا اس کی والدہ میری شادی میں پلوشہ کو پسند کرگئی تھی۔ بابا کو جیسے ہی پتا چلا پلوشہ کے رشتے آرہے ہیں انہوں نے آغا جان سے عمر اور پلوشہ کی شادی کی بات کی لیکن انہوں نے صحیح سے جواب نہیں دیا۔ ان کے درمیان لڑائی بھی ہوئی لیکن لڑائی اتنی بڑی نہیں تھی کہ رشتے ختم کردیے جاتے۔ آغا جان نے کچھ وقت لیا۔ میں اور عالیہ ہر دن جی رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا ہماری زندگی مکمل ہوگئی ہے جس سے محبت ہو اور وہ ہم سفر بن جائے وہ کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا۔ ہماری شادی کو آٹھ مہینے ہوگئے تھے۔ عالیہ میکے سے رات رہ کر آئی تو بہت اداس تھی۔ دن میں تو نا پوچھ سکا لیکن رات کو وہ خود ہی بتانے آگئی۔

(ماضی)

''شاہ! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' وہ اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ کر بولی۔

''ہاں بولو۔''

''شاہ! اگر عمر لالہ پلوشہ سے شادی نہیں کریں گے تو کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔''

''پاگل ہو، کیسی باتیں کر رہی ہو۔ گھر میں کوئی بات ہوئی ہے۔'' شاہ ہاتھ پکڑ کر بولے۔

''شاہ! عمر لالہ نے شادی کر لی ہے۔'' عالیہ نے روتے ہوئے بتایا۔ شاہ کو لگا ساری زمین اس پر الٹا دی گئی ہے۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو۔ عمر ایسا کیسے کر سکتا ہے میری بہن اس کے انتظار میں بیٹھی ہے اور اس نے۔''

'ان کا ایک بیٹا بھی ہے دو سال کا۔ شاہ، آغا جان عمر لالہ سے بہت غصہ ہیں لیکن عمر لالہ نے مجبوری میں شادی کی تھی۔ وہ آمنہ کو پسند کرتے تھے۔ آغا جان سے بات بھی کی تھی اس وقت وہ نہیں مانے اور آمنہ کے والدین کی وفات کے بعد ان کو مجبوراً سہارے کے لیے شادی کرنا پڑی۔ شاہ! آپ میری بات کو سمجھیں، ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔ اگر پلوشہ کی شادی ہو بھی جاتی تو وہ اپنی زندگی کیسے اس شخص کے ساتھ گزارتی جو اس سے نہیں کسی اور سے محبت کرتا ہوتا۔''

''اچھا تم تو رونا بند کرو۔'' اس نے آگے بڑھ کر عالیہ کو اپنے ساتھ لگایا۔

''شاہ! مجھے مت چھوڑیے گا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

''ششش۔ چپ کرو نہیں چھوڑوں گا پریشان مت ہو۔''

''لیکن یہ خبر کب تک چھپتی ساری سچائی بابا کو پتا چل گئی۔ پوری حویلی والوں کو پتا چل گیا کہ عمر نے شادی کر رکھی ہے اور اس کا دو سال کا ایک بیٹا بھی ہے ارحم۔ تمہیں اپنے دادا کا غصہ تو پتا ہی ہے۔ آغا جان اور ان کے درمیان بہت لڑائی ہوئی۔ بس ایک دوسرے کو گولی نہیں ماری۔ ہم نے بہت سمجھایا، بی بی جان نے بہت سمجھایا بابا کو لیکن نتیجہ سب کی سوچ کے خلاف ہوا۔'' آنکھیں دوبارہ نم ہو گئی انہوں نے آنکھیں بند کیں۔

''عمر خان نے اس حویلی کی عزت کو ٹھکرایا ہے تو اس کے گھر کی عزت بھی اس حویلی میں نہیں رہے گی۔ شاہ زین خان! ابھی اسی وقت عالیہ کو طلاق دو۔''

عالیہ لڑکھڑائی، زنیرہ بیگم نے فوراً اسے تھاما ورنہ وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''ابھی اور اسی وقت عالیہ کو طلاق دو۔'' وہ دھاڑے۔

''ہرگز نہیں۔'' وہ بھی اسی طرح دھاڑا۔

''بابا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں صرف منگنی ہی تھی نا میری وجہ سے آپ شاہ لالہ کو سزا نہیں دے سکتے۔''

''عمر نے شادی کر کے میری بہت بے عزتی کی ہے عالیہ ہرگز اس گھر میں نہیں رہے گی۔''

''وقاص خان! تم میرے بیٹے کو اتنی بڑی سزا نہیں دے سکتے۔'' بی بی جان ان کے سامنے کھڑی ہو کر بولیں۔

''ٹھیک ہے اگر تم عالیہ کو طلاق نہیں دو گے تو میں تمہاری ماں کو طلاق دے دوں گا۔''

سب نے حیرت سے وقاص خان کو دیکھا جو اپنی انا میں کھڑے تھے جن کو رشتوں سے کوئی غرض نہیں تھا۔

''بابا! یہ آپ غلط کر رہے ہیں۔'' شاہ بے بسی سے بولا۔

''جلدی کوئی فیصلہ کرو۔''

''نہیں نہیں شاہ، آپ مجھے طلاق نہیں دے سکتے آپ مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔'' عالیہ بھاگ کر روتے ہوئے شاہ کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی۔

''شاہ زین طلاق دو۔''

''نہیں بابا، خدا کے لیے ایسا نہ کریں۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ ایسا نہیں کریں ٹھیک ہے میں یہ حویلی چھوڑ دوں گی کبھی ادھر نہیں آؤں گی لیکن پلیز مجھے طلاق مت دلوائیں۔ خدا کے لیے ایسا نہیں کریں شاہ کا نام مجھ سے مت چھینیں۔'' وہ روتے ہوئے ان کے پاؤں پڑ گئی

''ٹھیک ہے آدھے گھنٹے میں یہاں سے چلی جاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے جبکہ عالیہ زمین پر بیٹھی رونے لگی۔ شاہ نے آگے بڑھ کر اسے کھڑا کیا اور اپنے ساتھ لگائے کمرے میں لے آئے۔

''عالیہ چپ کرو رونا بند کرو۔''

''مجھے یہی ڈر تھا شاہ مجھے یہی ڈر تھا۔''

''رونا بند کرو مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔''

''شاہ! اپنا نام مجھ سے کبھی الگ نہ کیجئے گا۔ میں آپ کے نام کے ساتھ مرنا چاہتی ہوں۔'' وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔ جانے کتنی دیر وہ ایک دوسرے کا ساتھ محسوس کرنے لگے پھر عالیہ جھٹکے سے اٹھی اور اپنا سامان پیک کیا۔

''عالی! میں کیسے رہوں گا تمہارے بغیر۔''

''اب جدائی ہی ہمارا مقدر ہے شاہ، ہمیں ان آٹھ ماہ کی یادوں کے ساتھ جینا ہے۔''

''اپنا بہت خیال رکھنا، شاہ کی امانت ہو تم خیانت مت کرنا۔'' وہ اس کا چہرہ تھام کر بولے۔

''اور آپ میری امانت ہیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے گا میری محبت کبھی بھی کم نہیں ہوگی بلکہ ہر دن کے ساتھ بڑھتی جائے گی۔'' وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔

''عالیہ بی بی! ڈرائیور انتظار کر رہا ہے۔'' آواز پر وہ اس سے الگ ہوئی۔ شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا اور ڈھیروں آنسو ضبط کیے۔

''میرے پیچھے مت آیئے گا شاہ اور نہ میں مڑ کر دیکھوں گی۔ بہت مشکلوں سے ہمت جمع کی ہے۔ اگر مڑ کر دیکھ لیا تو بکھر جاؤں گی شاید سانسیں بھی رک جائیں گی۔'' وہ چادر سے منہ ڈھانپ کر باہر نکل گئی۔ شاہ نے اپنی آنکھیں ملیں۔

''اس دن دیان، مجھ سے میری زندگی دور چلی گئی۔ ایک بار بھی ہم دونوں نے مڑ کر ایک دوسرے کو نہیں دیکھا۔ اکیس سال گزر گئے زندگی گزر رہی ہے لیکن ایسا لگتا ہے بس دن گزر رہے ہیں۔ دل کی دھڑکن جیسے رکی ہوئی ہے۔''

''پلوشہ پھپھو کی شادی۔'' دیان نے پوچھا۔

''دو ہفتوں بعد ہی پلوشہ کی شادی میرے دوست کے کزن سے ہوگئی اور وہ باہر چلی گئی۔ بابا سے میں نے بات کرنا اسی دن چھوڑ دیا تھا جب انہوں نے عالیہ کو مجھ سے الگ کیا۔ ہمارا ہر رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ آغا جان حویلی سے پلوشہ کا شوہر اسے پاکستان نہیں بھیجتا تھا اور پلوشہ خود بھی نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ بابا سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ بی بی جان اور مجھ سے فون پر بات کر لیا کرتی تھی اور میرا بھی کام کے سلسلے میں باہر چکر لگ جاتا تھا۔

دانیال بہت اچھا لڑکا تھا۔ پلوشہ سے بہت محبت کرتا تھا اور پلوشہ بھی اس کے ساتھ بہت خوش تھی۔ اس کی بیٹی میرب بالکل اسی کی کاپی تھی۔ نازک سی گڑیا میرب کبھی پاکستان نہیں آئی تھی۔ سات سال پہلے ہی پلوشہ کی ہارٹ اٹیک سے وفات ہوگئی۔ آگے تم جانتے ہی ہو میرب کو بھی دیکھا ہی ہوا ہے۔"

"جی میرب سے بات ہوچکی ہے میری۔" دیان نے بتایا۔

"تم جانتے ہو ایک اور امتحان ابھی ہمارے لیے تیار ہے۔" شاہ نے دیان کو دیکھا۔

"کون سا۔"

"میرب آغا جان حویلی کی بہو ہے ارحم خان کی بیوی۔"

"کیا، لیکن میرب کی شادی کیسے وہ تو دو سال پہلے ہوئی ہے نا۔"

"عمر کا بزنس باہر بھی پھیلا ہوا ہے اور دانیال اور وہ اچھے دوست بھی تھے۔ قسمت ہے نا کہیں سے بھی انسان کا امتحان لیتی ہے۔ آغا جان یا حویلی میں سے کوئی نہیں جانتا میرب اس گھر کی بیٹی ہے۔ پلوشہ کی سات سال پہلے وفات ہوگئی۔ دانیال اور میرب کو تو کچھ پتا ہی نہیں تھا اس طرح میرب کی شادی ارحم سے دو سال پہلے ہوگئی۔"

"اب کیا ہوگا چاچو۔" دیان فکرمندی سے بولا۔

"مجھے اپنی بیٹی سے ملنا ہے دیان، اب بس اور جدائی نہیں سہہ سکتا میں۔"

"فکر مت کریں چاچو ہم مل کر کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالیں گے۔"

"ہمم۔ اب تم جا کر آرام کرو۔"

"نہیں چاچو، مجھے آپ کے ساتھ ہی سونا ہے۔" شاہ نے مسکرا کر دیان کو دیکھا۔

"سو جاؤ یار، مجھے جب بھی کسی دوست کی ضرورت ہوتی ہے تم میرے کچھ کہے بغیر میرے ساتھ ہوتے ہو آج ایسا کیسے ہوسکتا ہے تمہیں سب پتہ چلے اور مجھے اکیلا چھوڑ جاؤ۔" دیان نے نم آنکھوں سے مسکرا کر اپنے جان سے پیارے چاچو کو دیکھا جن کی زندگی سے زیادہ انہیں دکھ ملے تھے۔

....

آج موسم خوشگوار تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی ناول پڑھنے میں مصروف تھی۔ ساتھ ساتھ آنسو بھی بہا رہی تھی۔ آخری صفحہ پڑھتے ہی اس نے بک بند کر کے رکھی اور رونے لگی۔ عالیہ بیگم نوڈلز کا پیالہ لے کر کمرے میں آئیں۔

''وشہ بچے! صبح سے ناول پڑھ رہی ہو۔ دیکھو 4 بج گئے ہیں۔'' انہوں نے پیالہ سائڈ ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف رخ کیا۔

''رو کیوں رہی ہو؟'' وہ ایک دم پریشان ہوگئیں۔

''ماما! کیا ضرورت تھی علی کو مارنے کی۔ انیہ اس سے محبت کرتی تھی وہ جدا ہو گئے ماما۔'' وہ عالیہ بیگم کے گلے لگ کر رونے لگی۔

''وشمہ! میں ماروں گی تمہیں، چپ کرو ایک ناول کے لیے اپنے آپ کو ہلکان کر رہی ہو۔ چپ کرو۔''

وشمہ نے آنسو صاف کیے۔

''چندا! چھوٹی چھوٹی باتوں پر رویا نہیں کرو۔ یہ آنکھیں بہت قیمتی ہوتی ہیں ظلم نہیں کرتے ان کے ساتھ اور خبردار جواب ناول پڑھا، ماروں گی میں چلو اٹھو منہ دھو کر آؤ اور یہ کھاؤ۔''

''پھر میرے ساتھ جھیل پر چلیں گی۔''

''نہیں مجھے بھابھی اور بی جی کے پاس بیٹھنا ہے۔ بی جی کو کپڑے لینے جانا ہے جو میرب اپنے ہاتھوں سے غریبوں میں بانٹے گی۔''

''ایسا کیوں مورے۔'' وہ چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

''اتنے عرصے بعد اس حویلی میں خوشی آرہی ہے اس لیے میرب اپنے ہاتھوں سے دے گی تو دعائیں ملیں گی نا۔''

''اچھا بس تھوڑی دیر کے لیے چلنا نا پلیز ز مورے۔ پلیز ز۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔ تم یہ ختم کر کے آجاؤ میں نازو کو جوس کا کہہ کر آئی تھی وہ میرب کو دیکر آتی ہوں۔ ارحم اور آغا جان بھی گھر آگئے ہیں ان سے چائے کا بھی پوچھنا ہے۔''

وہ اٹھ کر چلی گئیں۔

وہ پندرہ منٹ سے حویلی کے باہر کھڑے تھے۔ صرف چند قدم کا فاصلہ تھا۔ چند قدم کی دوری تھی اور یہی سفر طے کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ دو منٹ کے بعد انہوں نے دو خواتین کو چادر لپیٹے جھیل کی طرف جاتے دیکھا۔ دیان نے شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا پھر دونوں گاڑی سے باہر نکل کر اس جانب چل پڑے۔

"یہ لیں۔" وشمہ نے کچھ کنکر خود پکڑے اور کچھ عالیہ کو دیئے۔ وہ دونوں باتیں کرتی کرتی پتھر جھیل میں پھینکنے لگیں۔ وشمہ نے کسی بات پر مسکرا کر دائیں جانب رخ کیا تبھی درخت کے پیچھے سے دیان اسے اشارہ کر رہا تھا اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ پھر عالیہ کو۔

"مورے! آپ یہاں رکو، میں نے وہاں ایک پھول دیکھا تھا اس کی تصویر لے کر آتی ہوں۔" وہ چادر ٹھیک سے کر کے آگے بڑھ گئی۔

"زیادہ دور مت جانا۔" وہ پیچھے سے بولی پھر پتھر جھیل میں پھینکنے لگی۔

"شاہ دیکھ لینا سب سے آگے میرا پتھر ہی جائے گا۔"

"آہاں میں جیتوں گا۔"

"اچھا دیکھ لیتے ہیں۔" بولتے ہی اس نے پتھر زور سے پھینکا۔

"اب آپ کی باری۔" پھر شاہ نے پتھر پھینکا۔ وہ زور سے چیخی۔

"دیکھا میں جیت گئی۔" شاہ نے کمر سے پکڑ کر اسے اپنے سامنے کیا۔

"جان کر آہستہ پھینکتے ہو نا تا کہ میں جیت جاؤں۔" شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تم جیتو یا میں بات ایک ہی ہے۔"

"شاہ۔" درد سے پکارا گیا۔

"شاہ! آجاؤ نا میں نہیں رہ سکتی۔ شاہ اس سے پہلے آپ کا انتظار مجھے ختم کر دے، آجائیں۔ میری ہمت جواب دے رہی ہے بس اب آجائیں آپ۔" وہ رونے لگی پھر ایک دم جانی پہچانی مہک کو محسوس کرتے ہی عالیہ کے آنسو تھمے۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بھی ہمت نہیں رہی تبھی شاہ نے نرمی سے

اسے اپنے حصار میں لیا اور اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ کر رونے لگا۔

میرے سینے سے لگ کر سن وہ دھڑکن

جو ہر پل تیرے ملنے کا ورد کرتی ہیں

دونوں بے آواز آنسو بہاتے رہے۔ بات لفظوں سے بہت آگے کی تھی وہاں صرف دھڑکنیں بول رہی تھیں۔ عالیہ کا وجود شاہ کے بازوؤں میں تھا اس کا دل بند ہو رہا تھا۔ شاہ کے آنسو اس کا کندھا بھگو رہے تھے۔ دونوں کے دلوں سے یہی دعا نکل رہی تھی موت آنی ہے تو ایسے ہی آ جائے مگر اب جدائی نہ آئے۔

''عالیہ! ایک بات یاد رکھنا تمہارا باپ ابھی زندہ ہے تمہیں رکھ سکتا ہے۔ شاہ اگر عزت سے تمہیں لینے آئے تو میں بھیج دوں گا لیکن اگر کہیں باہر وہ مجھے تمہارے پاس دکھا تو میں اسے گولی مارنے میں وقت نہیں لگاؤں گا۔ میں اپنی بیٹی کو اذیت میں نہیں دیکھ سکتا۔ اس کو ملنا ہے تو تمہیں لے کر جائے، ساتھ رکھے ورنہ اسے ملنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔'' آغا جان کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔ وہ جھٹکے سے شاہ سے دور ہوئی۔ ایک سحر تھا جو ٹوٹا تھا۔ دو دل تھے جو پھر لرزے تھے اور پھر شاہ کی عالی اکیس سالوں بعد ایک بار پھر اپنے شاہ کو چھوڑ کر جا چکی تھی لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اب یہ جدائی عارضی ہے۔ وہ بغیر اسے دیکھے حویلی کی طرف بھاگ گئی۔

''بدتمیز ڈائن! تم یہ دور دور سے کیا اشارے کر رہے تھے اور اس دن غائب کیوں ہو گئے تھے۔ مورے کے سامنے کیوں نہیں آئے۔''

''مجھے ایسے اچھا نہیں لگا آؤں گا کسی دن تمہاری حویلی۔''

''تو چلو نا ابھی ہی۔ سب ہیں گھر میں ارحم لالہ آغا جان۔''

''یہ مورے کہاں جا رہی ہیں۔'' اس کی نظر بھاگتی ہوئی عالیہ پر پڑی۔

''مورے۔'' وہ بھی ان کے پیچھے حویلی کی جانب بھاگی جبکہ دیان، شاہ کے پاس آیا۔

''چاچو۔''

شاہ کے چہرے پر اس وقت کیا نہیں تھا درد تکلیف، اذیت، جسے دیکھ کر دیان اسکے گلے لگ گیا۔

''دیان! وقت آ گیا ہے کہ اب میں اپنی بیٹی اور بیوی کو اپنے ساتھ لے جاؤں بس اب اور برداشت نہیں

کر سکتا میں۔ میری عالی ہمت ہار رہی ہے میں اسے ایسے نہیں دیکھ سکتا۔ بس اب اور دوری نہیں عالی، تمہارا شاہ آ رہا ہے تمہارے پاس۔'' شاہ نے لمبا سانس لے کر آنکھیں صاف کیں۔ دیان نے مسکرا کر ان کا کندھا تھپکا۔

''میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں چاچو۔ چلیں۔'' شاہ نے دیان کا ہاتھ تھپکا اور دونوں آغا جان حویلی کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں نئی آزمائشیں، نئے چہرے کئی سوال لیے کھڑے تھے اور لاتعداد جواب انکے منتظر تھے۔

⁂......⁂......⁂

''خان صاحب۔'' وہ کسی کام سے باہر جا رہے تھے تبھی باہر دروازے کے پاس کھڑے لطیف نے انہیں آواز دی۔

''کیسے ہو لطیف، کیا حال ہے بڑے دنوں بعد آنا ہوا۔''

''اللہ کا شکر ٹھیک، کیا آپ لوگوں کی لڑائی ختم ہو گئی آغا جان سے۔''

''نہیں تم کیوں پوچھ رہے ہو۔''

''پھر چھوٹے خان اور شاہ زین خان حویلی کیوں گئے ہیں۔''

''کیا، یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔'' وہ غصے سے بولے۔

''میں نے خود انہیں حویلی جاتے دیکھا ہے۔''

''خان۔''

''جی صاحب۔'' وہ فوراً بھاگ کر آیا۔

''جلدی آغا جان کی طرف چلو۔''

⁂......⁂......⁂

''مورے۔'' وشمہ انہیں پکارتی حویلی آ گئی۔ سب لوگ حال میں ہی موجود تھے وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عالیہ نے اپنے آنسو صاف کیے۔

''کیا ہوا وشہ بچے۔'' بی جی نے پوچھا۔ وشمہ نے عالیہ بیگم کو دیکھا جنہوں نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

''کچھ نہیں بی جان۔''

"اچھا میری جان ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو، صبح سے آغا جان کی یاد نہیں آئی۔" آغا جان نے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ بھاگ کر ان کے پاس بیٹھ گئی اور ان کے کندھے پر سر رکھا۔

"آپ کو نہیں پتا میں کتنا روئی۔"

"کیوں میری بچی کیوں روئی۔ روئیں اس کے دشمن۔"

"علی مر گیا نا اس لیے انیہ اس سے اتنی محبت کرتی تھی۔ آغا جان محبت کرنے والوں کو جدا نہیں کرنا چاہیے۔"

آغا جان کی نظر عالیہ پر اٹھی جس نے سر جھکا دیا۔

"یہ قسمت محبت کرنے والوں کا امتحان لیتی ہے اور تم ایسی کتابیں نہ پڑھا کرو جس میں رونا دھونا ہو۔ میں اپنی بچی کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔" انہوں نے اس کا سر چوما۔

"صاحب! آپ کے مہمان آئے ہیں۔" عثمان دروازے کے پاس کھڑے ہو کر بولا۔

"بھیج دو۔" وشمہ نے اٹھ کر نازو کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑا جو وہ اس کے لیے ہی لا رہی تھی۔

دروازے کی طرف جونہی سب کی نظر پڑی سب بے اختیار کھڑے ہوئے۔ شاہ اور دیان ایک ساتھ ہال میں آئے۔ عالیہ بیگم کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ ان کا شاہ ان کے سامنے تھا، ان کی محبت۔ ان کی زندگی۔ دونوں کی نظریں ملیں اور وہی ٹھہر گئیں۔

وشمہ نے مسکرا کر دیان کو دیکھا لیکن آغا جان کی دھاڑ پر سب کانپ گئے۔

"شاہ زین خان تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

میرب نے ارحم کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ٹھنڈی ہو رہی تھی۔

"میرب! کیا ہوا تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں اپنی بیوی اور بیٹی کو لینے آیا ہوں۔" وہ مضبوط لہجے میں بولے۔ سب لوگوں میں کھڑے چار لوگ ہر بات سے بے خبر تھے۔ (اسفند وشمہ ارحم اور رمشاء)

"بیٹی، کون سی بیٹی۔" آغا جان اب اپنے غصے کو قابو میں کر چکے تھے۔

"وشمہ میری بیٹی، آپ لوگ اس کو مجھ سے دور نہیں کر سکتے۔"

وشمہ کے ہاتھ سے کپ چھوٹ گیا۔ گرم چائے پاؤں جلا گئے، ہلکی سی سسکی نکلی، آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ بے یقینی سے شاہ کو دیکھنے لگی۔ دیان کو لگا بھاری بوجھ اس کے دل پر آ گیا ہے۔ وہ جانتا تھا اس سب میں سب سے زیادہ تکلیف وشمہ کو ہی ہو گی۔

"وہ بیٹی جس کو تم نے ٹھکرا دیا تھا۔"

شاہ نے حیرت سے آغا جان کو دیکھا۔

"شاہ! تمہارے باپ نے میری بچی کی جتنی بے عزتی کی ہے نا میں مرتے دم تک نہیں بھولوں گا۔ چلے جاؤ یہاں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے یہاں کسی سے۔ چلے جاؤ۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکتے آغا جان۔ آپ مجھے میری بیٹی اور بیوی سے جدا نہیں کر سکتے۔ ارے آپ دونوں کی لڑائی نے مجھے ختم کر دیا ہے۔" وہ چیخے۔ آنکھیں ضبط سے لال ہو رہی تھیں۔

"اکیس سال، اکیس سال سے میں سزا کاٹ رہا ہوں۔ مجھے کس بات کی سزا مل رہی ہے۔ مجھے بھی تو دیکھیں جب اکیس سال پہلے میری بیٹی کا جنم ہوا ان ہاتھوں میں اسے اٹھا بھی نہیں سکا۔ (روتے ہوئے دونوں ہاتھ آگے کیے) عالیہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر سسکی روکی۔ "انگلی پکڑ کر اسے چلنا نہیں سکھا سکا۔ میری تکلیف کا اندازہ بھی تو لگائیں۔ بس کر دیں رحم کریں مجھ پر۔"

سب کی آنکھیں نم تھیں اور وشمہ بے یقینی سے شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ شاہ آہستہ آہستہ چل کر اس کے پاس آیا اور اس کا چہرہ تھاما۔ دونوں کے گال بھیگ رہے تھے۔ پھر اس کا سر چوما اور زور سے اسے گلے لگا لیا۔

"میری بیٹی میری وشمہ۔" بی جی، آمنہ بیگم نے چادر سے اپنے آنسو صاف کیے۔ ارحم نے روتی ہوئی میرب کو صوفے پر بٹھایا۔ وشمہ نے جھٹکے سے انہیں اپنے آپ سے دور کیا۔

"دور رہیں مجھ سے، نہیں ہیں آپ میرے باپ کوئی تعلق نہیں ہے میرا آپ سے۔" وہ روتے ہوئے چیخی۔

"وشمہ! آپ میری بیٹی ہو۔" شاہ کی آواز کانپی۔

"اب کیوں یاد آئی ہے آپ کو اپنی بیٹی کی۔ کیوں آئے ہیں آپ، تب کہاں تھے جب مجھے آپ کی ضرورت

تھی۔ جب مورے کو آپ کی ضرورت تھی۔ تب کہاں تھے آ،پ نہیں جانتے۔ میں جانتی ہوں کیسے رات بھر جاگ جاگ کر مورے اپنی سسکیاں دباتی تھیں۔ کیسی کیسی باتیں کرتے تھے لوگ، میں جانتی ہوں آپ کچھ نہیں جانتے۔ چلے جائیں یہاں سے۔ مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔ نفرت ہے مجھے آپ سے۔"

شاہ لڑکھڑایا۔ دیان نے فوراً انہیں تھاما۔

"چاچو!"

"وشمہ۔" عالیہ بیگم نے اسے اپنی طرف موڑ کر زناٹے دار تھپڑ لگایا۔ اس نے بے یقینی سے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر عالیہ بیگم کو دیکھا۔

"عالیہ! یہ کیا کر رہی ہو تم۔" آغا جان نے آگے بڑھ کر انہیں پیچھے کیا۔ تبھی دروازے پر وقاص خان ابھرے۔ میرب کی نظر جونہی ان پر پڑی، اسے لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔ اس نے ارحم کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔ اس کا رنگ زرد پڑنے لگا۔ ارحم کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔

"اچھا ہوا وقاص خان تم آ گئے۔ جاؤ لے جاؤ اپنے بیٹے کو یہاں سے اور غلطی سے بھی دوبارہ یہاں کا رخ مت کرنا۔"

"چلو دیان لے کر آؤ اسے۔" عالیہ بیگم نے دیان کو دیکھا۔

"دیان۔" انہوں نے اس کا چہرہ چھوا۔

"چچی کی جان۔" وہ مسکرائی۔ دیان نے ان کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔ دیان نے پیچھے کھڑی وشمہ کو دیکھا جو فرش کو گھور رہی تھی اس کا پاؤں سرخ ہو گیا تھا۔

"چلو دیان۔" شاہ زین جانے کے لیے مڑ گئے۔

"میرب۔" وقاص خان میرب کو وہاں دیکھ کر حیران ہوئے۔

"چلیں بابا۔" شاہ نے ان کا ہاتھ پکڑا۔

"میرب یہاں کیا کر رہی ہو۔" سب کی نظریں میرب کی طرف اٹھیں۔ اس نے ارحم کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

''میرب! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔'' ارحم نے اس کا چہرا چھوا۔

''یہ بہو ہے اس گھر کی۔''

''بہو، کیا بات ہے آغا جان جس کو ٹھکرایا تھا اسی کی بیٹی کو بہو بنا لیا۔'' میرب نے آنکھیں بند کیں۔

''تمہارے گھر کی بیٹی۔'' انہوں نے حیرت سے وقاص خان کو دیکھا۔

''پلوشہ کی بیٹی ہے میرب۔'' یہ کہہ کر وہ مڑ گئے۔

''رک جاؤ وقاص خان۔'' وہ میرب کی طرف مڑے۔

''میرب! کیا تم پلوشہ کی بیٹی ہو۔'' سب کی نظریں میرب پر تھیں سوائے وشمہ کے۔

''بولو میرب! کیا تم پلوشہ کی بیٹی ہو۔'' عمر خان نے پوچھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا تو سب کو دھچکا لگا۔ میرب نے ارحم کو دیکھا۔ ہاتھ اب بھی ارحم کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''وقاص خان! اپنے ساتھ اپنی نواسی کو بھی لے کر جاؤ۔'' سپاٹ لہجے میں کہا۔ میرب نے جھٹکے سے آغا جان کو دیکھا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔'' بی جی بولیں۔

''میرب کا اس گھر سے اب کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ آغا جان۔'' ارحم بولا۔

''ارحم خان! تم کچھ نہیں بولو گے۔ کیا میرب تمہیں تمہاری بہن اور پھپھو سے بڑھ کر ہو گئی ہے۔''

''ایسا نہیں ہے آغا جان لیکن آپ میرب کو مجھ سے الگ نہیں کر سکتے۔'' وہ میرب کا ہاتھ چھوڑ کر آغا جان کے سامنے آیا۔ میرب اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگی۔

''چلو میرب میرے ساتھ۔'' وقاص خان نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔

''نہیں، میں نہیں جاؤں گی میں ارحم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔ ''آغا جان ایسا مت کریں پلیز۔ آغا جان مجھے کچھ نہیں پتا تھا پلیز آغا جان۔ میرب ارحم کے بنا مر جائے گی۔''

عالیہ اور شاہ زین کی نظریں ملیں۔ ماضی دہرایا جا رہا تھا۔ پھر سے محبت کی قسمت میں جدائی لکھی جا رہی تھی۔

ارحم نے میرب کا ہاتھ پکڑا۔

''کہیں نہیں جائے گی میرب۔'' ارحم دھاڑا۔ آج سے پہلے کسی نے اس کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا۔

''میرب یہاں نہیں رہے گی۔ میرب، اس گھر نے تمہاری ماں کو ٹھکرایا تھا تم کیسے اس گھر میں رہ سکتی ہو۔'' وقاص خان نے میرب کو اپنی طرف کیا۔ ارحم کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ اس نے روتے ہوئے ارحم کو دیکھا۔ وقاص خان اس کو کھینچتے ہوئے باہر لے گئے۔

ارحم باہر جانے لگا لیکن آغا جان نے اس کے قدم روک دیے۔

''ارحم! اگر تم میرب کے پیچھے گئے تو تم اس حویلی میں دوبارہ کبھی قدم نہیں رکھو گے۔ اگر تمہارے دل میں عالیہ کی تھوڑی سی بھی عزت ہے۔ اگر تم وشمہ سے تھوڑا سا بھی پیار کرتے ہو تو تم اس کے پیچھے نہیں جاؤ گے۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دیان ارحم کے پاس آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''میں وعدہ کرتا ہوں ارحم، میرب واپس اس گھر میں ضرور آئے گی۔''

اس سارے معاملے میں وشمہ نے پہلی بار نظر اٹھا کر دیان کو دیکھا۔ دیان نے بھی جاتے جاتے رک کر اسے دیکھا پھر باہر چلا گیا اور وہ اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔ بی جی صوفے پر ڈھے گئیں۔

''میری وجہ سے سب کی زندگیاں برباد ہو گئیں۔ آج میرا بیٹا میری بہن میری بھانجی میرے کیے کی سزا بھگت رہے ہیں۔'' عمر خان سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

❖......❖......❖

وقاص خان کے آتے ہی حویلی کے باقی لوگ ہال میں آگئے۔

''میرب۔'' بی بی جان نے حیرت سے میرب کو دیکھا جو مسلسل رو رہی تھی۔ بی بی جان کے آتے ہی وہ بھاگ کر ان کے گلے لگ گئی۔

وقاص خان غصے سے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

''شاہ! مجھے کچھ بتائے گا کوئی کیا ہوا ہے۔'' بی بی جان شاہ اور دیان کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ زنیرہ بیگم نے آگے بڑھ کو میرب کو تھاما۔

"وشمہ! میری بیٹی ہے بی بی جان۔"

"کیا؟"

"میری بیٹی میری۔" ایک بار پھر ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"میرب! تم کہاں تھی، تمہاری شادی ہو گئی تھی نا ہم سے کوئی رابطہ کیوں نہیں کیا اتنے سالوں بعد تم یہاں۔"

"دیان! تم مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے میرا دل بند ہو جائے گا۔" دیان ان کے پاس آیا اور ان کا ہاتھ تھام کر سب بتاتا چلا گیا۔ بی بی جان نے روتے ہوئے میرب کو گلے لگایا۔

"چپ کر جاؤ میری بچی سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میں ارحم کے بنا نہیں رہ سکتی، بی بی جان آپ پلیز مجھے وہاں بھجوا دیں۔"

"وشمہ شاہ چاچو کی بیٹی ہے۔" امل نے بے یقینی سے نوال سے پوچھا تو اس نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلایا۔

"میرب! میں وعدہ کرتا ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" دیان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ رو رو کر اس کو چکر آ رہے تھے۔ نوال نے آگے بڑھ کر میرب کی کلائی پکڑی۔

"آپ کا بی پی لو ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں آپ کو اتنا سٹریس نہیں لینا چاہیے۔" زنیرہ بیگم اور بی بی جان نے نوال کو دیکھا۔

"یہ ہاسپٹل آئی تھی میرے پاس۔" نوال نے بتایا تو بی بی جان نے میرب کو گلے لگایا۔

"تم پریشان مت ہو، خیال کرو اپنا امل نوال جاؤ اسے کمرے میں لے جاؤ اور کچھ کھلا کر دوائی دو۔" وہ سر ہلا کر اٹھ گئی ور میرب کو تھام کر اپنے ساتھ لے گئیں۔ دیان نے صوفے پر بیٹھ کر انگلیوں سے اپنی آنکھیں ملیں۔

"اب کیا ہو گا دیان۔" بی بی جان روتے ہوئے بولیں۔

"فکر مت کریں بی بی جان، مجھے کچھ وقت دیں میں سب ٹھیک کر دوں گا۔" اس نے ان کا ہاتھ تھپکا۔

"میں کھانا لگواتی ہوں تم منہ ہاتھ دھو آؤ۔"

"نہیں مورے، میرا موڈ نہیں ہے بعد میں کھا لوں گا۔" وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کمرے میں آکر اس نے گھڑی اتار کر ٹیبل پر رکھی۔ جیکٹ اتار کر صوفے پر پھینکی۔ وہ ڈسٹرب نظر آ رہا تھا۔ لال پاؤں، روتی اور شکوہ کرتی آنکھیں۔ وشمہ کا سراپا اس کی آنکھوں کے آگے گھومنے لگا۔ وہ تازہ ہوا لینے کے لیے بالکنی میں آگیا۔ اس نے دل سے اعتراف کر لیا تھا کہ وشمہ اس کے لیے کیا ہے

''تم کتنی تکلیف میں ہوگی وشمہ۔'' اس نے کرسی پر بیٹھ کر سر تھاما جب وشمہ جنگل میں روئی تھی تب بھی اسے تکلیف ہوئی تھی لیکن تب دیان نے اسے سنبھال لیا تھا لیکن اب وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا کیونکہ وہ اسے روتے ہوئے نہیں روک سکتا تھا۔

......

''وشہ گڑیا! دروازہ کھولو۔ میری بات سنو۔'' وہ کب سے روتے ہوئے دروازے پر دستک دے رہی تھیں۔

بی جی آمنہ بیگم سب نے کہا کہ کچھ وقت اسے اکیلا چھوڑ دو لیکن وہ ماں تھیں، جانتی تھیں اولاد تکلیف میں ہے۔

''وشہ! تمہاری مورے کی سانسیں رک جائیں گی اور تکلیف مت دو میری جان۔'' ایک جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھلا۔ بغیر دوپٹے کے، بال کھلے ہوئے، گال آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے۔ عالیہ نے بے بسی سے اسے دیکھا، دوپٹہ پیچھے بیڈ کے ساتھ پڑا تھا۔ وہ اس کے آنسو صاف کرنے کے لیے آگے بڑھی لیکن وشمہ مڑ کر بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔

''وشہ! میری بات تو سن لو پھر بے شک مجھ سے ناراض ہو جانا لیکن اپنے آپ کو تکلیف مت دو۔ مجھے معاف کر دو میں جانتی ہوں تم پر ہاتھ اٹھا کر میں نے غلط کیا لیکن تم شاہ سے ایسے بات نہیں کر سکتی۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ ارحم جوان سے بات کرنے آ رہا تھا دروازے پر ہی رک گیا۔

''میں ان سے کوئی بھی تعلق نہیں رکھنا چاہتی، کیوں آئے ہیں وہ اب۔''

''شاہ بے قصور ہے اسے تمہاری پیدائش کا نہیں پتا تھا۔''

وشمہ نے مڑ کر انہیں دیکھا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں شاہ، تمہارے بارے میں نہیں جانتا تھا ہم ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔''

''پھر الگ کیوں ہوئے کیوں انہوں نے آپ کو چھوڑا۔''

”بتاتی ہوں سب بتاتی ہوں پہلے پانی پیو۔ یہ لو۔“ انہوں نے جگ سے گلاس میں پانی ڈالا اور اسے پلایا۔

”اب بتائیں مجھے۔“ عالیہ بیگم نے ارحم کو اپنے پاس بلایا پھر دونوں کو دیکھ کر انہیں ہر ایک بات بتاتی چلی گئیں۔

......

روشنی ہوتے ہی وہ جھیل پر آ گئی۔ آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھکا نظر آ رہا تھا۔ ٹھنڈی سی چھاؤں ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ٹھوڑی گھٹنے پر رکھے وہ نم آنکھوں سے جھیل کے پانی کو دیکھ رہی تھی تبھی کوئی اس کے ساتھ آ کر بیٹھا اور ٹشو اس کے سامنے کیا۔ وشمہ نے چونک کر گردن اٹھائی۔ کیمل رنگ کی شلوار قمیض پر سکن مردانہ شال لیے دیان اس کے سامنے موجود تھا۔

”تم۔“

”ہمم۔“ اس نے معصومیت سے سر ہلایا۔ وشمہ ایک جھٹکے سے اٹھنے لگی لیکن دیان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بٹھایا۔

”میرا ہاتھ چھوڑو۔“ وہ غصے سے بولی۔

”میری بات سن لو۔“

”میرا ہاتھ چھوڑو ورنہ میں تمہیں مار دوں گی۔“ وہ مسلسل ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

”ہاں مجھے معلوم ہے تم لوگوں کا خون پی کر انہیں کچا چبا جاتی ہوں لیکن اس وقت میری بات سنو۔“

”تمہیں سمجھ کیوں نہیں آ رہا چھوڑ دو مجھے اکیلا۔“ اس نے ہاتھ موڑتے ہوئے کہا۔ آنسو ٹوٹ کر گرے۔

”اچھا رو نہیں، اگر تم نے مجھے کبھی بھی دوست سمجھا ہے تو پلیز میری بات سن لو۔“ وشمہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ دیان تو گویا سانس لینا بھول گیا۔ وہ اس وقت اس کے دل میں اتر رہی تھی پھر سنبھل کر بولا۔

”جس طرح تم اس سب سے انجان تھی مجھے بھی کچھ نہیں پتا تھا۔“

”جھوٹ مت بولو، تم انہیں گھر لے کر آ گئے۔ چاچو ہیں نا وہ تمہارے پھر کیا تمہیں کچھ نہیں پتا تھا۔“

”مجھے پرسوں سب معلوم ہوا۔“ وشمہ نے اسے گھورا۔

”قسم سے۔“

"یاد ہے میں نے تم سے پوچھا تھا جنگل میں تمہارے بابا کا، مجھے تم میں ہلکی سے شاہ چاچو کی جھلک نظر آئی تھی لیکن وعدہ مجھے نہیں پتا تھا تم ان کی بیٹی ہو بلکہ نوال آپی امل ہم سب اس سے بے خبر تھے کہ ماضی میں کیا ہوا ہے۔شاہ چاچو کو سزا مت دو وشمہ، وہ تمہارے لیے تڑپ رہے ہیں۔ عالیہ چچی اور شاہ چاچو نے بہت تکلیف برداشت کی ہے۔" دیان بے بسی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ وشمہ نے رخ جھیل کی طرف کیا۔شاہ کے لیے دل تو کل ہی صاف ہو گیا تھا۔ جب عالیہ نے ساری حقیقت بتائی تھی پوری رات وہ کیا سوچتی رہی تھی اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا وہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

"بابا کو کال کرو۔"

"کیا۔"

"اپنے شاہ چاچو کو کال کرو اور انہیں یہاں بلاؤ۔"

"کیوں کیا ہوا۔" دیان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔اس چڑیل سے کچھ بھی توقع کی جا سکتی تھی۔

"اب کیا ایک بیٹی اپنے باپ سے نہ ملے۔" وہ روتے ہوئے بولی دیان دل سے مسکرایا۔

"ابھی بلاتا ہوں۔" اس نے فوراً شاہ کو فون کر کے بلایا اور پھر اس کی طرف رخ کیا۔

"اب رونا تو بند کرو یہ لو۔" اس نے ٹشو کا ڈبہ اس کے سامنے کیا۔

"ڈبہ کیوں لے کر آئے ہو۔"

"مجھے پتا تھا تم رو رہی ہو گی اور روتے ہوئے ناک دوپٹے سے صاف نہ کرلو اس لیے ڈبہ لے آیا کہ جتنے مرضی استعمال کرلو۔" وشمہ نے ڈبہ اس کی گود میں پھینکا۔

"اتنی گندی لگتی ہوں میں تمہیں۔ چھی ی ی۔ دوپٹے سے کیوں صاف کروں گی۔"

"نہیں تم مجھے گندی نہیں چڑیل لگتی ہو۔" وہ ایک آنکھ دبا کر بولا۔ وشمہ نے اسے گھورا لیکن پھر ہنسنے لگی تو وہ بھی ہنس دیا۔

"رویا مت کرو وشمہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تبھی اس کا موبائل بجا۔اس نے فون اٹھایا۔

"چاچو جھیل کی طرف آ جائیں۔"

"چاچو آگئے ہیں۔"

دونوں کھڑے ہوکر مڑے، سامنے سے شاہ ان کی طرف ہی آرہا تھا۔ وشمہ کی آنکھیں اسے دیکھتے ہی پھر برسنے لگیں۔ وہ شاہ کی طرف بھاگی اور جھٹکے سے ان کے گلے لگ گئی۔ شاہ نے روتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"میری بیٹی میری وشمہ۔" وہ اس کا سر چوم رہے تھے۔ کبھی مسکراتے کبھی روتے دیان کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔

"مجھے معاف کردیں میں نے جو بھی کچھ کل کہا غصے میں کہہ دیا تھا۔ میں آپ سے نفرت نہیں کرتی۔ میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں بس ناراض تھی لیکن اب نہیں ہوں۔ میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔" اس نے پیچھے ہوکر ان کے دونوں ہاتھ اپنے لبوں سے لگائے۔

"میں اپنی پرنس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں بھی چاہتا تھا جب میں باہر سے گھر آؤں تو میری بیٹی بھاگ کر میری گود میں آجائے، میں اسے چلنا سکھاؤں، جب وہ بولے تو جشن مناؤں۔" شاہ نے مسکرا کر اسے دیکھا وہ بالکل اپنی ماں جیسی تھی۔

"بابا آئی مس یو سووووو مچ۔"

"وشمہ! پھر سے کہو۔"

وشمہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"پھر سے بابا کہو۔"

"بابا۔ بابا۔ بابا۔" وہ دوبارہ شاہ کے گلے لگ گئی۔ "بابا صرف میرے بابا۔"

"اچھا گائز آپ دونوں رونا بند کریں مجھے بھی رونا آرہا ہے اس طرح۔" دیان نے ماحول ہلکا کرنا چاہا۔

وشمہ نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"آپ میری بات مانیں گے نا۔" وہ شاہ کو دیکھ کر بولی۔

"میری بیٹی بس حکم کرے۔"

"آپ مورے کو اپنے ساتھ لے جائیں۔"

"میں ابھی لے جاؤنگا لیکن تم دونوں کو۔"

"نہیں بابا میں ابھی نہیں آؤں گی پلیز۔ میری بات مان لیں مورے کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں میں بھی آؤ گی۔"

"ٹھیک ہے لیکن زیادہ انتظار نہیں کروانا اپنے بابا کو۔" انہوں نے اس کا گال تھپکا پھر وہ حویلی کی جانب بڑھ گئے۔ وشمہ اور دیان پیچھے تھے۔ وشمہ دیان کی طرف مڑی۔

"دیان! تم میری مدد کرو گے۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ "تم سب ٹھیک کرنے میں میرا ساتھ دو گے۔"

دیان نے سر ہلا کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"بالکل دوں گا۔"

"حویلی میں مورے کا خیال رکھنا تم سب سنبھال لو گے نا اپنے داجی کو بھی سنبھال لینا۔"

"تم بالکل فکر مت کرو۔" وشمہ ہلکا سا مسکرائی پھر وہ دونوں بھی حویلی کی طرف بڑھ گئے ہال میں بی جی اور آغا جان کے ساتھ بیٹھی عالیہ ایک دم کھڑی ہوئی۔

"شاہ۔" بی جی اور آغا جان نے بھی شاہ کی طرف دیکھا پھر ان کی نظر پیچھے آتے دیان اور وشمہ پر گئی۔

"تم پھر آ گئے۔" آغا جان غصے سے بولے۔

"میں نے بلایا ہے انہیں۔" وشمہ شاہ کے آگے آ کر آغا جان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"تم نے مگر کیوں؟"

"مورے بابا کے ساتھ جائیں گی۔" بولتے ہی وہ عالیہ بیگم کی طرف مڑی جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مورے! اپنا سامان پیک کر لیں آپ بابا کے ساتھ جائیں گی۔"

"وشہ۔" انہوں نے بولنا چاہا۔

"ماما جائیں۔"

"وشمہ! یہ تم کیا کر رہی ہو۔"

"میں وہ کر رہی ہوں جو آپ کو بہت پہلے ہی کر دینا چاہیے تھا۔ میں نے کہا تھا آغا جان دو محبت کرنے

والوں کو جدا نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی انہیں اپنی قسموں اور وعدوں میں باندھنا چاہیے۔ ماما جائیں گی اور ابھی اسی وقت جائیں گی۔'' سب حیرت سے اس دیکھ رہے تھے۔ وہ اندر گئی۔ بیگ میں عالیہ کے کپڑے ڈالے اور بیگ کی زپ بند کی۔

''وشمہ! یہ کیا کر رہی ہو پاگل ہوگئی ہو، تمہیں اپنے دادا کا نہیں پتا۔''

''آہاں ماما انہیں اپنی پوتی کا نہیں پتا دیکھتی جائیں بس میں نے اس دفعہ جو سوچا ہے اس میں ضرور کامیاب ہوں گی۔'' عالیہ کو نا چاہتے ہوئے بھی اس کے انداز پر ہنسی آگئی۔ وشمہ مسکرا کر ان کے گلے لگ گئی۔

''ایسے ہی ہمیشہ مسکراتی رہیں۔ اب آپ بابا کا وہ روپ دیکھیں گی جو آپ نے کبھی نہیں دیکھا اور پتا ہے وقاص خان کی کمزوری کون ہے۔'' عالیہ نے الجھ کر اسے دیکھا۔ ''دیان خان۔''

''وشمہ تم کیا چاہ رہی ہو۔''

''میری پیاری مورے، آپ بس بابا کے ساتھ جائیں میری فکر مت کرنا۔ میں بہت جلد آؤں گی۔ چلیں۔'' وہ ان کا ہاتھ تھام کر باہر چلی آئی۔

''یہ لیں بابا! آپ کی امانت آپ کے حوالے۔'' اس نے عالیہ کا ہاتھ شاہ کے ہاتھ پر رکھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وشمہ ایک ساتھ دونوں کے گلے لگ گئی۔

''عالیہ! تم۔'' آغا جان آگے بڑھنے لگے لیکن وشمہ نے انہیں روک دیا۔

''نہیں آغا جان نہیں، آپ میری مورے کی خوشیاں اپنی دشمنی میں نہیں چھین سکتے اس لیے انہیں مت روکیے۔ آپ لوگ جائیں بابا خیال رکھیے گا اپنا۔'' وہ باہر تک ان کے ساتھ آئی۔ دیان گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اس کے پاس آیا۔

''آج تم مجھے چڑیل نہیں لگی۔''

وشمہ نے اسے گھورا۔

''کچھ اور لگی ہو۔'' وہ شرارت سے بولا۔

''کیا۔'' ایک آئی برو اٹھا کر پوچھا۔

"آج تم مجھے شیرنی لگی ہو۔" وہ مسکرا کر کہتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وشمہ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"ڈائن۔"

حویلی کے سامنے گاڑی رکتے ہی سب باہر نکلے۔ سوائے عالیہ کے شاہ نے آ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"شاہ! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"اب کچھ نہیں ہوگا آؤ میرے ساتھ۔" انہوں نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو عالیہ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ شاہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دیان نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا سب سے پہلے زنیرہ بیگم کی نظر شاہ اور عالیہ پر پڑی۔ وہ ایک دم کھڑی ہوئی۔ باقی سب بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ شاہ عالیہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے سب کے سامنے آیا۔

وقاص خان نے اخبار زور سے میز پر پھینکا اور کھڑے ہوئے۔

"شاہ زین خان! تم کس سے پوچھ کر عالیہ کو گھر لے کر آئے ہو۔"

"مجھے اپنی بیوی کو گھر لانے کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں بولے۔

عالیہ نے نظر اٹھا شاہ کو دیکھا۔ (اب آپ بابا کا وہ روپ دیکھیں گی جو پہلے کبھی نہیں دیکھا) سب لوگ اس وقت ہال میں موجود تھے۔

"شاہ زین! ابھی اور اسی وقت اسے جہاں سے لے کر آئے ہو واپس چھوڑ کر آؤ۔" وہ غصے سے بولے۔

"بس اب میں آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا آپ نے میرا بہت نقصان کیا ہے۔ میری بیٹی کو مجھ سے دور رکھا۔ عالیہ کو بلیک میل کیا کہ اگر اس نے مجھے وشمہ کا بتایا تو آپ اسے طلاق دلوا دیں گے۔"

سب نے حیرت سے وقاص خان کو دیکھا۔

"کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے، ایک باپ ہو کر آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے اس گھر میں اگر عالیہ نہیں رہے گی تو پھر میں بھی نہیں رہوں گا۔" شاہ عالیہ کا ہاتھ تھام کر مڑ گئے۔ دیان نے فوراً آگے بڑھ کر انہیں روکا۔

"نہیں چاچو آپ کہیں نہیں جائیں گے۔" وہ وقاص خان کے سامنے آیا۔

"داجی! آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ عالیہ چچی نے آپ کا کیا بگاڑا ہے ان دونوں کو ساتھ رہنے کا حق ہے۔ ماضی

میں جو بھی ہوا اسے بھول جائیں۔ ہماری قسمت اللہ لکھتا ہے پھپھو کی شادی چچی کے بھائی سے نہیں ہوئی تو یہ اللہ کی مرضی تھی۔ سب اپنی زندگیوں میں آگے بڑھ گئے ہیں لیکن چاچو اور چاچی بے قصور ہوتے ہوئے بھی سزا کاٹ رہے ہیں۔ پھپھو اپنے گھر میں خوش تھیں۔ عمر انکل اپنے گھر میں خوش ہیں سب ٹھیک ہیں تو آپ اور آغا جان کیوں لڑائی کو بڑھا رہے ہیں۔'' وہ انہیں سمجھاتے ہوئے بولا۔

''دیان! تم اس معاملے سے دور رہو۔''

''نہیں، میں دور نہیں رہوں گا اگر آپ چاچی کو حویلی سے نکالیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ یہ حویلی چھوڑ دوں گا۔''

''دیان۔'' انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا جوان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا۔

''چلیں چچی۔'' وہ بھی ان کے ساتھ باہر کی جانب چل پڑا تبھی وقاص خان نے انہیں روکا

''رک جاؤ۔کوئی کہیں نہیں جائے گا۔'' انہوں نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔ عالیہ نے آنکھیں بند کیں، آنسو گال پر بہہ نکلے جسے شاہ نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔نوال بھاگ کر عالیہ کے گلے لگ گئی۔

''چچی جان! کیسی ہیں آپ میں نے آپ کو بہت یاد کیا۔''

''نوال چندا! کتنی بڑی ہوگئی ہو۔'' امل بھی آگے بڑھ کر ان سے ملی۔ باری باری وہ سب سے ملی زنیرہ بیگم اور بی بی جان کے گلے لگ کر وہ کتنی دیر آنسو بہاتی رہی۔ بی بی جان اسے سامنے بٹھا کر وشمہ کا پوچھنے لگیں۔ اس کی باتیں اس کی عادتیں اس کی پسند ناپسند۔

❂......❂......❂

اسے اپنے کمرے میں رہتے ہوئے تین گھنٹے گزر گئے تھے۔ کبھی وہ اٹھ کر چکر لگانے لگتی، کبھی کشن گود میں رکھ کر بیٹھ جاتی۔ وہ مسلسل سوچوں میں گم تھی تبھی رمشا کمرے میں آئی۔

''ادھر آؤ، بتاؤ باہر کے حالت۔'' اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔

''وشہ آپی! مجھے تو طوفان سے پہلے کی خاموشی لگ رہی ہے۔''

”آئے ہائے رمشا، اچھی خبر دے دیتی کوئی پہلے ہی میں ڈری ہوئی ہوں۔“ رمشا نے منہ کھولے اسے دیکھا۔

”کیا ہے۔“

”یہ آپ ڈری ہوئی ہو آغا جان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا فیصلہ سنایا۔ کیسے ڈان کی طرح پھپھو کا ہاتھ شاہ انکل کے ہاتھ میں دیا میں تو فین ہو گئی آپ کی۔“

”ہائے سچی۔“ وشمہ نے خوشی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

”ہاں نا۔“

”چلو پھر میرا آٹو گراف لو۔“

”وشہ آپی بی سیریس۔“

”رمشا آغا جان کے سامنے کیسے جاؤں وہ مجھ سے ناراض ہیں۔“

”ناراض تو ہونا ہی ہے۔“

”میں ان کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی۔“ وہ دوبارہ کشن پکڑ کر بیٹھ گئی۔ دروازے پر دستک ہوئی اجازت ملتے ہی اسفند اندر آیا۔

”اسفند لالہ۔“

”وشہ کی بچی یہ تم نے کیا، کیا ہے۔“ وہ آہستہ سے بولتا ان کے سامنے کرسی پر بیٹھا۔

”ایسا نہ کہیں لالہ، میں پہلے ہی ڈری بیٹھی ہوں۔“ وہ روہانسی ہو گئی۔

”اچھا اچھا اب رومت دینا اور جا کر آغا جان سے بات کرو۔“

”نہیں نہیں میں اکیلی نہیں جاؤں گی۔ اگر انہوں نے مجھے تھپڑ مار دیا تو......“

”پاگل، تمہیں آغا جان کبھی نہیں مار سکتے جاؤ اور جا کر بات کر وان سے۔“ اسفند نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ پھر دونوں کی نظر رمشا پر پڑی وہ نظریں جھکائے دوپٹہ انگلیوں میں مروڑ رہی تھی۔

”تمہیں کیا ہوا ہے۔“ اس نے نظریں اٹھائیں، وشمہ اور اسفند چونکے کیونکہ اس کی آنکھیں نم تھیں۔

”اوئے رمشا کیا ہوا ہے؟“

"وشہ آپی آپ کچھ کرو نا۔"

"کیا ہوا؟" آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارحم لالہ نے کل سے خود کو کمرے میں بند کیا ہوا ہے۔ کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔ مورے بہت پریشان ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں وہ میرب بھابھی سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ وہ ان کے بغیر نہیں رہ سکتے ۔" وشمہ نے کچھ سوچتے ہوئے اسفند کو دیکھا پھر رمشا کو۔

"میں دیکھتی ہوں اور تم بالکل پریشان مت ہو میں سب ٹھیک کردوں گی ۔"

ایک گھنٹے بعد وہ کھانے کی ٹرے پکڑے ارحم کے کمرے کے باہر کھڑی دستک دے رہی تھی۔

"ارحم لالہ درواز کھولیں۔"

وہ کمرے میں اندھیرا کیے آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا تھا، دستک پر سر اٹھایا۔ وہ صدیوں کا تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ وہ سست قدموں سے اٹھا، لائٹ جلا کر دروازہ کھولا۔ وشمہ کو اسے دیکھ کر دکھ ہوا۔

"کیا ہوا؟"

"پیچھے ہٹیں ۔" وہ اسے ایک طرف کرتی اندر آ گئی اور بیڈ پر ٹرے رکھا۔

"آئیں لالہ، کھانا کھالیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے لیے بنایا ہے ۔" اس نے گرما گرم کھانا اس کے لیے پلیٹ میں نکالا۔

"وشہ! مجھے بھوک نہیں ہے اسے لے جاؤ ۔"

"ارے ایسے کیسے بھوک نہیں ہے۔ میں نے بھی کل سے کچھ نہیں کھایا اور اس وقت تو مجھے لگ رہا ہے میں گر جاؤں گی۔"

وہ اٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"تم نے کیوں نہیں کھایا، پاگل ہو۔"

"آپ کھائیں گے تو میں کھاؤ گی۔" اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

"پلیز وشہ میرا دل نہیں ہے ۔"

”لالہ! میری خاطر، میرب بھابھی کی خاطر کھالیں۔“

میرب کا نام سنتے ہی ارحم کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔ وشمہ نے نم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور بیڈ پر بٹھایا اور پھر خود نوالہ بنا کر اس کے منہ کے سامنے کیا۔

”میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں لالہ، میرب بھابھی ضرور اس گھر میں واپس آئیں گی۔ میں انہیں یہاں لاؤں گی، یہ وشمہ کا آپ سے وعدہ ہے۔“ ارحم نے مسکرا کر اسکے سر پر ہاتھ رکھا پھر دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ دل تو نہیں تھا لیکن وہ اپنی بہن کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ وشمہ کے جاتے ہی اس نے میرب کی جگہ کی طرف دیکھا۔ ارحم اس کے بال کھلوا دیتا تھا اس لیے کیچر وہیں تکیے کے پاس پڑا تھا۔ اس نے اس کی جگہ پر ہاتھ پھیرا۔ میرب کا روتا ہوا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

”میرب ارحم کے بنا مر جائے گی۔“ اس کی آواز گونجی۔ ارحم کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ اس نے رخ موڑا، ڈریسنگ پر نظر پڑی وہ اٹھ کر ادھر آ گیا۔ میرب کی چوڑیاں، کاجل، سب ویسے کا ویسا ہی پڑا تھا۔ اس نے آہستہ سے چوڑیاں اٹھائیں۔ وہ ماضی میں کھو گیا۔

”ارحم آپ میرے لیے کچھ لائے ہیں نا جلدی سے دکھائیں کیا ہے۔“

”پہلے ادھر آ کر بیٹھو۔“ ارحم نے اسے اپنے پاس صوفے پر بٹھایا اور ڈبہ کھولا۔

”واؤ چوڑیاں یہ تو بہت خوبصورت ہیں اور اتنی ساری ہیں۔“ وہ آنکھوں میں ستائش لئے چوڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔

”تمہیں اچھی لگیں۔“

”بہت اچھی لگی لیکن مجھے تو پہننے کی عادت نہیں ہے شادی پر بھی ہلکی سی پہنی تھی۔“

”کوئی بات نہیں، میں کچھ اور لے آؤں گا یہ تو بس ایسے ہی نظر پڑ گئی تو سوچا لے جاؤں۔“ ارحم واپس رکھنے لگا لیکن میرب نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”کوئی بات نہیں عادت نہیں ہے تو کیا ہوا اپنے ارحم کے لیے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ چلیں پہنائیں مجھے۔“ اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔

وہ واپس بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ آنسو تکیے میں جذب ہونے لگے۔

”کوئی کیوں نہیں سمجھتا ارحم اپنی میرب کے بغیر نہیں رہ سکتا۔“اس نے کروٹ بدل کر میرب کے تکیے پر ہاتھ رکھا۔

”میرب آجاؤ نا پلیز، آجاؤ۔“

***

سب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تھے۔ وقاص خان نے اپنے کمرے میں ہی کھانا کھایا تھا یہ ان کی ناراضگی کا اعلان تھا۔ عالیہ نے ضد کر کے سب کے لیے رات کا کھانا بنایا تھا۔ شاہ نے تو کھانے کے ساتھ ایسا انصاف کیا کہ سب حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے کہ کیا یہ وہی شاہ ہے پہلے تو وہ چند نوالے کھا کر ہی اٹھ جاتا تھا۔ بی بی جان بار بار عالیہ اور شاہ کی نظر اتار رہی تھیں۔ نوال سب کے لیے چائے بنا رہی تھی۔ تبھی عالیہ نے کچن میں آکر اسے بلایا۔

”جی چچی جان۔“

”بیٹا! میرب جاگ گئی۔“ وہ جب سے آئی تھی میرب کے کمرے میں پانچ دفعہ چکر لگا چکی تھی۔

”چچی جان! اب تو جاگ گئی ہوگی اصل میں ان کی دوائی میں نیند کی گولی بھی ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن ایسی حالت میں ایسی دوائی دینا صحیح بھی تو نہیں ہے۔“

”جی چچی جان، میں نے لالہ سے دوسری دوائیاں بھی منگوالی تھیں۔ وہ بہت زیادہ سٹریس لے رہی ہیں جو ان کے لیے خطرناک ہے اور تو اور، کھانا بھی نہیں کھا رہیں۔ ابھی بس ان کے پاس ہی جانے لگی تھی۔ یہ سوپ بنایا ہے پی کر اچھا لگے گا۔“ اس نے سوپ کا پیالہ اور دودھ کا گلاس ٹرے میں رکھا۔ عالیہ نے پیار سے اس کی پیشانی چومی۔

”خوش رہو آباد رہو۔ لاؤ یہ مجھے دو میں اسے دیکھتی ہوں، تم سب کو چائے دے آؤ۔“ وہ ٹرے پکڑ کر میرب کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ ایک ہاتھ سے دروازہ کھولا۔ وہ کروٹ لیے لیٹی ہوئی تھی۔ اندر آکر ٹرے بیڈ کے ساتھ رکھے میز پر رکھا اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ وہ جو سوچوں میں گم تھی چونک کر سر اٹھایا۔

”پھپھو جان! آپ آگئیں۔ ارحم۔ ارحم آئے ہیں۔“ وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی۔

”آرام سے۔ یہ کیا حالت بنالی ہے میرب بچے، رنگ کتنا پیلا ہو رہا ہے۔“ انہوں نے پیار سے اس کے بال پیچھے کیے۔

”پھپھوارحم نہیں آئے؟“

”ارحم بھی آ جائے گا۔“

”آپ مجھے ان کے پاس لے جائیں نا میں۔ میں ان کے بنا نہیں رہ سکتی۔ وہ بھی نہیں رہ سکتے مجھے پتا ہے۔“ وہ رونے لگی۔

”چپ کرو چندا، رونا بند کرو پہلے میرا یقین ہے نا (اس نے اثبات میں سر ہلایا) تم واپس ارحم کے پاس جاؤ گی۔ ضرور جاؤ گی اب بالکل نہیں رونا۔ ارحم کو پتا لگے گا کہ اس کی میرب ایسے رو رہی ہے، اپنا خیال نہیں رکھ رہی، کھانا نہیں کھا رہی تو اسے دکھ ہوگا نا۔ اس لیے اپنے ارحم کے لیے، اپنے بچے کے لیے کھانا کھا لو۔ اپنا خیال رکھو۔“ وہ اسے پیار سے سمجھانے لگیں اور سوپ کا چمچ اس کی طرف کیا۔

”پتا نہیں ارحم نے کھانا کھایا ہوگا یا نہیں۔“

”میری وشہ سے بات ہوئی ہے۔ وہ اسے خود کھلا کر آئی ہے۔ اب تم بھی کھا لو میں صبح ارحم سے بات کرواؤں گی۔“

تھوڑا سا سوپ پی کر ہی اس نے بس کر دیا۔ نوال نے آ کر اسے دودھ کے ساتھ دوائیاں دیں۔

”چلو چندا! اب سو جاؤ۔“

”پھپھو! آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گی نا۔“

”نہیں میری جان، میں ادھر ہی ہوں تم سو جاؤ۔“ وہ اس کے بال سہلانے لگیں۔ جس سے وہ جلد ہی نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔ اس کے اوپر اچھے سے کمبل ڈال کر وہ باہر آئی۔ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ وہ بھی اپنے اور شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھولا تو کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ کیا شاہ سو گئے۔ آہستہ سے کمرے کا دروازہ بند کر کے مڑی، کمرہ ایک دم روشن ہو گیا۔ عالیہ کمرہ دیکھتے ساکت ہو گئی۔ زمین پر دروازے سے بیڈ تک پھول بچھائے ہوئے تھے اور صوفے کے سامنے رکھے میز پر گلاب کے پھولوں سے دل بنا کر رکھا تھا اور شاہ اب کیک کے اوپر رکھی کینڈل جلا رہا تھا۔

”شاہ یہ سب۔“ وہ حیرت سے شاہ کو دیکھنے لگی جو مسکرا کر اب بالکل ان کے سامنے آ گیا۔

"یہ سب تمہارے آنے کی خوشی میں۔" شاہ نے عالیہ کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"یہ سب اب۔" وہ ہچکچائی۔

"عالیہ! اکیس سال ہم ایک دوسرے سے الگ رہے ہیں لیکن ہمارے دل ایک دوسرے کے لیے دھڑکے ہیں۔اب باقی کی زندگی کا ہر ایک پل ہم ساتھ جییں گے اور ہمارے دل ایک ساتھ دھڑکیں گے۔"

عالیہ ان کے گلے لگ گئی۔

"شاہ! میں نے بہت یاد کیا آپ کو، اگر اب بھی آپ نہ آتے تو میں مر جاتی۔ میرا صبر ختم ہو رہا تھا۔میری امید ٹوٹ رہی تھی۔"

"مجھے معاف کر دو عالی! جب تمہیں میری سب سے زیادہ ضرورت تھی۔تب میں تمہارے پاس نہیں تھا۔"

عالیہ نے سر اٹھایا۔

"نہیں شاہ! معافی مت مانگیں آپ کی یاد میرے ساتھ تھی اور پتا ہے وشمہ میرے لیے کسی انعام سے کم نہیں ہے۔ہو بہو آپ کی کاپی ہے اس کی پسند ناپسند مجھے تو لگا دوسرا شاہ میرے سامنے آگیا ہے۔" شاہ مسکرایا۔

"جب میں نے اسے پہلی دفعہ دیکھا تھا وہ نوال کے ساتھ کھیل رہی تھی۔اس کی ہنسی سنتے ہی مجھے تمہاری یاد آئی۔اس کا ناراض ہونا، اس کا ہنسنا، مستی کرنا سب تم پر گیا ہے۔"

"ہاہاہا بی جی بھی یہی کہتی ہیں۔" نظریں اپنے ہاتھوں کی طرف جھکائیں جو شاہ کے ہاتھ میں تھے پھر سر اٹھایا۔

"شاہ۔"

"جی جانِ شاہ۔" عالیہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"مجھے معاف کر دیں، میں ڈر گئی تھی اس لیے وشمہ کو دوبارہ آپ کے سامنے نہیں لائی اور نہ ہی اس کو آپ کا بتایا۔"

"بس عالی! مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ مجھے میری بیٹی اور بیوی مل گئی میرے لیے کافی ہے اب میں ماضی کو یاد بھی نہیں کرنا چاہتا۔آج سے میں اپنی نئی زندگی شروع کرنا چاہتا ہوں جس میں تم، میں اور میری بیٹی ہو گی۔" شاہ نے عالیہ کا سر اپنے سینے سے لگایا اور ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر کچھ نکالا، عالیہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"چاکلیٹ۔" وہ چہکی۔شاہ نے مسکرا کر پیکٹ کھولا اور ایک ٹکڑا عالیہ کو کھلایا۔عالیہ نے نم آنکھوں سے شاہ کو

دیکھتے ہوئے چاکلیٹ کا ٹکڑا توڑا اور انہیں کھلایا۔شاہ نے آہستہ سے عالیہ کے آنسو صاف کیے۔اتنے سال بعد انہیں انکے صبر کا پھل مل گیا تھا۔محبت کرنے والوں کا ملن ہو گیا تھا۔

ایک تم ایک میں
بس یہی تو ہے
عشق میرا، زندگی میری

صبح کا سورج سونے کی تھال سا چمکا تھا۔وشمہ جلدی جلدی بالوں کی چٹیاں بنا کر اٹھی، دوپٹہ اٹھایا اور کمرے سے باہر آئی۔اب اس کا رخ آغا جان کے کمرے کی طرف تھا۔

”کچھ نہیں ہو گا وشمہ بی سٹرانگ، آغا جان کچھ نہیں کہیں گے وہ تجھ سے پیار کرتے ہیں۔“ وہ اپنے آپ کو حوصلہ دیتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔تبھی نازو چائے کی ٹرے تھامے ان کے کمرے میں جانے لگی۔

”نازو رکو، یہ مجھے دو میں لے جاتی ہوں تم جاؤ۔“ وہ ٹرے پکڑ کر اندر آ گئی۔عمر خان آغا جان کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور بی جان اور آمنہ بیگم بیڈ پر بیٹھی تھیں۔سب نے نظر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔آغا جان نے رخ پھیر لیا جس سے وشمہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔اس نے باری باری سب کو چائے دی پھر آغا جان کے سامنے کپ کیا۔

”آغا جان۔“

آغا جان نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی پھر کپ میز پر رکھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ کر سر ان کی گود میں رکھ دیا اور رونے لگی۔

”آغا جان! مجھ سے ناراض مت ہوں، آپ کی وشہ آپ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی۔مجھے معاف کر دیں آغا جان لیکن میں اپنی ماں کو دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ان کی خوشی بابا سے ہے پلیز، مجھے معاف کر دیں آپ نے مجھے باپ کا پیار دیا ہے۔آپ میرے سب کچھ ہیں۔خدا کے لیے اپنی وشہ سے منہ نا موڑیں۔میں کچھ دنوں میں بابا کے پاس چلی جاؤں گی لیکن میں آپ کو ناراض کر کے نہیں جانا چاہتی۔مجھے معاف کر دیں نا۔“ وہ ہچکیوں

کے ساتھ رونے لگی۔سب کی آنکھیں نم تھیں۔وشمہ حویلی کی لاڈلی بچی تھی اور حساس بھی حد سے زیادہ تھی۔آغا جان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے سر اٹھایا۔ان کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

''میں نے کہا تھا نا میں اپنی بچی کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا پھر کیوں رو رہی ہو۔کیا میں اپنی جان سے منہ موڑ سکتا ہوں۔پگلی تم تو میرے جینے کی وجہ ہو،تمہاری ہنسی سے میں جیتا ہوں۔''انہوں نے اس کا سر چوما۔وہ اٹھ کر ان کے گلے لگ گئی۔عمر خان نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''آغا جان! آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں۔''

''نہیں،میں نے کبھی بھی عالیہ کو شاہ سے دور نہیں کرنا چاہا لیکن بیٹا وقاص خان غصے کا بہت تیز ہے۔وہ اپنی انا اور غرور کو کبھی نہیں جھکائے گا۔''

''آغا جان! آپ بالکل فکر مت کریں اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔''اس نے انکا ہاتھ دبایا۔

''آغا جان! میرب بھابھی کو لے آئیں۔ارحم لالہ اور بھابھی کا کیا قصور ہے۔''

''غصے میں مجھ سے بہت غلط فیصلہ ہو گیا لیکن وقاص خان کبھی اسے اس حویلی میں نہیں بھیجے گا۔''

''آغا جان! یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔میں دیکھ لوں گی بس آپ مجھے اجازت دے دیں۔''

''ٹھیک ہے لیکن اگر اس نے تمہیں کسی بھی قسم کی تکلیف دی تو میں چپ نہیں رہوں گا۔''

''بے فکر رہیں،وشمہ کو کوئی کچھ کہہ سکتا ہے بھلا۔''

''بالکل نہیں،میری بچی کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ہمیشہ خوش رہو۔''انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔

✡......✡......✡

''کیا مزے دار خوشبو آ رہی ہے چچی جان،آپ نے تو مجھے مزے مزے کے کھانے کھلا کر موٹا کر دینا ہے۔''

بلیو جینز پر براؤن شرٹ،اوپر کالی لیدر کی جیکٹ پہنے دیان شاہ زین کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا۔

''یہ لو،کھاؤ گے تو انگلیاں چاٹتے رہ جاؤ گے۔میری عالی اتنے مزے کے پراٹھے بناتی ہے۔''شاہ نے آلو کا پراٹھا اس کی پلیٹ میں رکھا۔بی بی جان نے مسکراتے ہوئے اس کی نظر اتاری۔اتنے سالوں بعد گھر میں پھر سے رونق لگ گئی تھی۔

’’میری تعریفیں بعد میں کیجئے گا۔ جلدی سے ناشتہ کریں۔‘‘ عالیہ کچن سے چائے لاتے ہوئے بولی۔ وقاص خان جونہی کھانے کی میز پر آئے، عالیہ کے مسکراتے لب سکڑے جسے دیان نے نوٹ کیا۔ وہ خاموشی سے آکر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ عالیہ ان کی چائے لے کر بڑھنے لگی تھی۔

’’زنیرہ! مجھے ناشتہ دو۔‘‘ وہ سنجیدگی سے بولے۔

’’جی بابا۔‘‘ زنیرہ بیگم نے عالیہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا اور ان کے ہاتھ سے چائے لے لی۔

’’عالیہ! آؤ تم بھی بیٹھو۔‘‘ بی بی جان نے کہا تو وہ شاہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ جونہی وہ بیٹھی وقاص خان اٹھ گئے۔

’’ذوالفقار! میں زمینوں پر جا رہا ہوں تم بھی دفتر سے ادھر ہی آجانا۔‘‘ یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے عالیہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

’’ارے چچی، یہ کیا آپ نے ابھی تک کچھ نہیں لیا اکیلے مجھے موٹا نہیں ہونا یہ لیں۔‘‘ دیان نے اٹھ کر عالیہ کی پلیٹ میں پراٹھا رکھا تو وہ مسکرائی۔

’’چچی جان! وشمہ کب آئے گی۔‘‘ نوال نے پوچھا۔

’’کہہ رہی تھی جلدی ہی آجائے گی۔ اصل میں آغا جان کی لاڈلی ہے نا۔‘‘ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب وہ کیا بتاتی وشمہ اس حویلی میں سب سے ناراض ہے۔ دیان نے بغور ان کا چہرہ دیکھا پھر اٹھ گیا۔

’’چچی! بہت مزا آیا دل تو کر رہا ہے آپ کے ہاتھ چوم لوں۔‘‘ وہ ان کی طرف آیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگایا۔ عالیہ نے مسکرا کر اس کے سر پر پیار کیا۔

’’خوش رہو۔‘‘

’’چچی! آپ کا فون مل سکتا ہے۔‘‘ وہ آہستہ آواز میں پوچھنے لگا۔

’’ہاں کمرے میں ہے۔ خیریت۔‘‘

’’وشمہ کا نمبر چاہیے۔ میرب کی بات کروانی ہے ارحم سے۔‘‘

عالیہ مسکرائی۔

''اچھا۔'' وہ چلا گیا تو شاہ عالیہ کی طرف جھکا۔

''دیکھ لو لاڈ صاحب کو۔ نمبر لینے کا نیا طریقہ۔''

''ہاہاہا شاہ بس کر دیں۔''

''جو میں نے کہا ہے وہ ایک سو ایک فیصد درست ہے۔ بچپن سے میرے قریب رہا ہے۔ اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ اب تم بتاؤ۔'' وہ دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''میں نے کب انکار کیا ہے، آپ کی بیٹی ہے آپ کو فیصلے کا حق ہے۔ دیان بھی میرا بچہ ہے مجھے کیا مسئلہ ہونا ہے بلکہ وشہ تو خوش قسمت ہو گی اگر اس کو دیان کا ساتھ مل گیا شہزادہ ہے۔''

''ہمم۔ لیکن وہ آ کیوں نہیں رہی۔''

''شاہ! اسے کچھ وقت دیں اس کے لیے آغا جان اور اس حویلی کو چھوڑنا آسان نہیں ہے۔''

''ہمم۔ چلو میرا ناشتہ تو ہو گیا۔ انشاء اللہ شام کو ملاقات ہو گی۔ اللہ حافظ۔'' وہ اٹھ کر بی بی جان کے سامنے آ کر جھکے تو انہوں نے ڈھیروں دعائیں دے کر انہیں رخصت کیا۔ دیان نے فون کان سے لگایا بیل جا رہی تھی۔

''وشمہ آپی آپ کا فون آ رہا ہے۔'' رمشا نے کہا۔ وہ اسفند کے ساتھ بیٹھی اس کے ساتھ لیپ ٹاپ پر کام کر رہی تھی۔

''یہ لیں لالہ! میں دو منٹ میں آئی۔'' وہ فائل اسے پکڑا کر اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

''السلام علیکم۔ کون؟'' وشمہ کی آواز سنتے ہی دل زور کا دھڑکا۔ لب مسکرا اٹھے۔

''وعلیکم السلام۔''

''کون بات کر رہا ہے؟''

''ایک بہت ہی ہینڈسم لڑکا جو ایک چڑیل سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

''دیان خان۔''

''جی دیان خان۔ مان لو ہینڈسم لڑکا ایک ہی ہے۔''

''میں ایک ہی لڑکے کو جانتی ہوں جو خوش فہمی کا شکار ہے اور وہ صرف دیان خان ہے۔'' وہ چڑ کر بولی۔

”ہونہہ، سچائی لڑکیوں کو ویسے بھی برداشت نہیں ہوتی۔“

”سچائی، کون سی سچائی۔ میں نے تمہیں تمہاری سچائی بتائی ہے جو تمہیں برداشت نہیں ہو رہی۔“

”یہ تو میں جانتا ہوں یہ جھوٹ ہے۔“ وشمہ نے رخ بدلہ۔ ”اس میں کوئی شک نہیں ہے تم بہت ہینڈسم ہو۔“ اس نے دل میں کہا اور نظر اٹھائی، سامنے شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ فوراً سیدھی ہوئی۔

”لاحول ولاقوۃ وشمہ توبہ توبہ کیا سوچ رہی ہو۔“

”کام کی بات کرو کیوں فون کیا۔“

”تم حویلی کیوں نہیں آ رہی ہو۔“

”میری مرضی۔“

”وشمہ میں جانتا ہوں تم ہم سب سے ناراض ہو۔“ وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”ایسی ہی بات ہے، مجھ سے اس لیے بات کرتی ہو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ حویلی کے فرد کی حیثیت سے تم مجھ سے بھی ناراض ہو۔“ وشمہ چونکی۔ وہ کیسے اسے جان گیا تھا۔

”سب تمہارا پوچھتے ہیں دل کو صاف کرو اور ادھر آ جاؤ چاچو بھی تمہیں یاد کر رہے ہیں۔“

”دیان! میں اپنے فیصلے خود کرتی ہوں اور ابھی میں اس حویلی میں نہیں آنا چاہتی۔“ اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

”جیسے تمہاری مرضی لیکن ایک بات کہوں۔“

”کہو۔“

”میری طرف سے اپنا دل صاف کر لو پلیز۔“ وشمہ کے دل کو کچھ ہوا۔

”میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔“

”جھوٹ میں جانتا ہوں تم ہو خیر یہ بتاؤ ارحم ہے۔“

”نہیں۔“

''اوکے اللہ حافظ۔''اس نے فون بند کر دیا۔وشمہ سکرین کو دیکھنے لگی۔دیان کا سنجیدہ لہجہ اسے عجیب لگا تھا۔ اس نے میسج ٹائپ کیا۔

''دیان خان عرف ڈائن، میں تم سے ناراض نہیں ہوں اب۔''جواب فوراً آیا۔

''کھاؤ قسم۔''

''مر ور گئی تو۔''

''وشمہ۔''

''ہمم۔''

''مرنے کی بات مت کیا کرو۔''

''اوکے نہیں کروں گی اب مجھے کام ہے۔میرے بابا اور ماما کا خیال رکھنا۔بائے۔''

آنکھوں سے دور سہی

پر تم ہو

سانسوں میں

ہر دھڑکن میں

میرے جینے کی ہر وجہ میں

''ارحم۔''اس نے سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ آواز پر رک گیا۔

''مورے! آپ سوئی نہیں۔''وہ ان کے پاس آیا۔

''بیٹا! کیا حالت کی ہوئی ہے۔نہ کھانے کا ہوش نہ سونے جاگنے کا پتہ۔صبح جلدی چلے جاتے ہو آدھی رات کو گھر آتے ہو میں نہیں دیکھ سکتی تمہیں ایسے۔''

''مورے! میں ٹھیک ہوں آج کل کام زیادہ ہے نا اس لیے دیر ہو جاتی ہے آپ پریشان مت ہوا کریں۔''

''ماں ہوں تمہاری، اچھے سے جانتی ہوں جاؤ منہ ہاتھ دھو آؤ میں کھانا لاتی ہوں۔''

''نہیں مورے، بھوک نہیں ہے کھانا کھالیا تھا کافی رات ہوگئی ہے آپ سو جائیں۔'' وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔خالی کمرہ دیکھتے ہی درد کی لہر اٹھی۔وہ اسی تنہائی سے بھاگنے کے لیے گھر دیر سے آتا تھا لیکن اب شاید تنہائی ہی اس کا مقدر تھی۔اتنے دن ہو گئے تھے میرب سے جدا ہوئے۔اسے ایسے لگ رہا تھا زندگی ہی چھین لی گئی ہے اس سے۔

وہ کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تھی۔دل بے چین تھا۔اس کو دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔چہرہ پسینے سے تر تھا۔

''ارحم! میرب آپ کے بنا نہیں رہ سکتی۔'' اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا

''مجھے آپ کی دھڑکن سننے کی عادت ہو گئی ہے۔مجھے اپنے سینے سے لگا لیں ارحم۔آ جائیں نا۔'' وہ رونے لگی۔اتنے دنوں سے وہ نیند کی گولیوں کی وجہ سے سو جاتی تھی لیکن اب ڈاکٹر نے اس کی کنڈیشن کو دیکھتے ہوئے نیند کی گولی منع کر دی تھی۔رات کو وہ باقی دوائی لیے بنا ہی سو گئی تھی۔عالیہ نے ارحم سے بات کروانے کی کوشش کی تھی لیکن بی بی جان نے منع کر دیا کہ ایسے وہ زیادہ بیمار پڑ جائے گی اور صحیح ہی کہا تھا۔ارحم کی آواز سے اسے زیادہ تکلیف ہوتی۔وہ کتنا بے بس تھی۔وہ گھومتے ہوئے سر کو تھامتے ہوئے اٹھی۔امل اس کے ساتھ سوتی تھی لیکن اپنی اسائمنٹ بنانے کے لیے آج وہ اپنے کمرے میں تھی۔

میرب نے دوپٹہ گلے میں ڈالا اور بغیر جوتے پہنے کمرے سے باہر آ گئی۔سر چکرا رہا تھا۔وہ عالیہ بیگم کے پاس جانا چاہتی تھی۔ان کا کمرہ نیچے تھا۔اس نے گرل کو پکڑ کر پاؤں سیڑھی پر رکھنے کے لیے اٹھایا لیکن سر چکرانے کی وجہ سے اسے سب دھندلا نظر آ رہا تھا۔وہ گرنے لگی تھی تبھی دیان نے اسے پکڑا۔

''میرب! یہاں کیا کر رہی ہو۔ابھی گر جاتی اپنے کمرے سے باہر کیوں آئی ہو۔'' دیان اسے سہارا دے کر واپس کمرے میں لایا۔

''کمرے میں گھبراہٹ ہو رہی تھی۔''

''یہ لو پانی پیو۔''

''دیان! پلیز میری ارحم سے بات کروا دو۔پلیز میں مر جاؤں گی ارحم کے بنا۔مجھے اس کی آواز سنا دو۔'' وہ

اس کا ہاتھ پکڑ کر التجا کرنے لگی۔

''میرب! اتنی ٹھنڈی ہو رہی ہو میں نوال آپی کو بلاتا ہوں۔''

''نہیں میری بس ارحم سے بات کروا دو۔'' وہ سر تھام کر رونے لگی۔ دیان ایک دم پریشان ہو گیا۔ میرب کی حالت خراب ہو رہی تھی۔

''اچھا اچھا رونا بند کرو میں کرواتا ہوں۔'' اس نے جیب سے موبائل نکالا اور وشمہ کو کال ملائی۔ دوسری طرف وہ ساری زمینیں بیچ کر سو رہی تھی لیکن مسلسل بجتے فون سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ ہاتھ مار کر فون اٹھایا اور کان سے لگایا۔

''کیا مصیبت ہے۔'' نیند سے بھرا لہجہ۔

''اٹھو اور فوراً سے ارحم کے کمرے میں جاؤ۔''

''ڈائن! تمہیں میرا نمبر کس نے دیا ہے میرے نیندیں خراب کرتے ہو۔''

''تم نے بھی تو میری نیندیں چرائی ہیں۔''

''کیا۔''

''کچھ نہیں، میرب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس نے ارحم سے بات کرنی ہے۔ جلدی سے ارحم کے کمرے میں جاؤ۔''

''اچھا اچھا جا رہی ہوں۔'' وہ فوراً سے شال لپیٹ کر اٹھی اور ارحم کے کمرے کی طرف بھاگی۔

''ارحم لالہ دروازہ کھولیں۔'' آہستہ سے دستک دی۔ وہ جاگ رہا تھا اس لیے جلد ہی دروازہ کھول دیا۔

''کیا ہوا خیریت۔''

''میری بات آرام سے سنیں آپ نے میرب بھابھی کو سنبھالنا ہے۔''

ارحم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

''میرب بھابھی آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ آپ نے ہمت سے کام لینا ہے لالہ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' وشمہ فون اسے پکڑا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ دوسری طرف دیان نے

میرب کو فون دیا۔

”میں کچھ دیر بعد چچی کو بھیجتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ میرب نے فون کان سے لگایا۔ دونوں طرف خاموشی تھی گہری خاموشی۔ دونوں کی سانسوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے میرب کی سسکیاں گونجنے لگیں۔ آنسو ارحم کے گال بھگونے لگے۔

”میرب۔“ آواز ابھری۔ میرب کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ”ارحم۔ ارحم“ یہ نام نہیں تھا یہ زندگی کی نوید تھی۔

”یہ کیا بات ہوئی، میرب تم رو رہی ہو، اپنا وعدہ توڑ دیا نا تم نے۔ مجھ سے وعدہ کیا تھا کبھی نہیں رو گی۔“ آواز کانپی۔

”ارحم! آپ کی میرب آپ کے بنا مر جائے گی۔ مجھے لے جائیں مجھے اپنے سینے میں چھپا لیں۔ مجھے اپنی دھڑکن سنائیں۔“ وہ التجا کر رہی تھی۔ ارحم نے منہ پر ہاتھ رکھا۔

”تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی اس ننھی سی جان کے بارے میں بھی تو سوچنا ہے نا۔“

”اب رونا بند کرو جلدی سے آنسو صاف کرو۔“ اس نے کسی بچے کی طرح فوراً آنسو صاف کیے۔

”اب اٹھ کر ٹیرس پر جاؤ۔“

وہ آہستہ سے اٹھ کر ٹیرس پر آ گئی۔

”اب آنکھیں بند کر کے لمبا لمبا سانس لو میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔“ جیسے جیسے ارحم کہتا گیا۔ وہ کرتی رہی اسے لگا ارحم اس کے ساتھ کھڑا ہے۔

”میرب۔“

”جی۔“ آنکھیں بند تھیں۔

”اب اگر روئی یا اپنی طبیعت خراب کی تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔“

”نہیں ارحم، میں اپنا خیال رکھوں گی لیکن ارحم میں کیا کروں آپ کے بغیر دل بند ہوتا محسوس ہوتا ہے۔“ آنسو ٹوٹ کر گرے۔

”میں تمہیں بہت جلد لے جاؤں گا۔“

”پکا نا۔“ بہت سے آنسوؤں کا گلا گھونٹ کر وہ بولا۔

”پکا۔“

”میرب بچے! ٹھنڈ لگ جائے گی۔ اندر آؤ۔“

عالیہ کی آواز پر وہ مڑی۔

”چلو میرب، اب سو جاؤ اور اپنا خیال رکھو میرے لیے۔ میری میرب جیسی تھی مجھے ویسی ہی ہنستی ہوئی دکھنی چاہیے۔ سمجھی۔“

”ارحم۔“ پکار میں درد تھا۔

”میرب! میری جان سو جاؤ۔ آرام کرو اتنی دیر تک جاگنا صحیح نہیں ہے۔ جاؤ اللہ حافظ اور رونا بالکل نہیں ہے۔“ اس نے جلدی سے فون بند کر دیا۔ میرب فون کو کان سے لگائے کھڑی رہی۔

”میرب چندا! آؤ اب سو جاؤ۔ صبح میں باغ میں لے جاؤں گی۔ کمرے میں بیٹھی تو اور بیمار ہو جاؤ گی۔“ وہ اسے تھام کر کمرے میں لے آئی اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

”ارحم ٹھیک ہے۔“

”جی۔“ وہ اس سے باتیں کرنے لگی۔

دوسری طرف ارحم فون بند کرتے ہی بیڈ پر ڈھے سا گیا۔ میرب کی روتی ہوئی آواز اسے بے چین کر گئی تھی۔ اس نے لائٹ بند کی اور لیٹ گیا۔

✡......✡......✡

وہ دروازے پر دستک دے کر اندر آیا۔

”چاچو! آپ نے بلایا۔“

”ہاں آؤ دیان۔“ وہ انکے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ عالیہ الماری میں کپڑے رکھ رہی تھی۔

”عالی! آ جاؤ۔“ شاہ نے بلایا تو وہ دیان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”کیا ہوا چاچو، خیریت۔“

”ہاں ہاں خیریت ہے تم بتاؤ کہیں جا رہے تھے۔“

”جی، بابا نے کہا تھا فیکٹری کا چکر لگا لینا وہ شہر گئے ہیں۔“

”اچھا دیان! میں تم سے وشمہ کا نہیں تمہارا باپ بن کر یہ کہنے لگا ہوں۔“

”کیا بات ہے چاچو!“

”تم وشمہ کو پسند کرتے ہو۔“

دیان چونکا۔

”میری وجہ سے جھجکنا، مت بتاؤ جو بھی دل میں ہے۔“ اس نے سر جھکایا۔

”جی چاچو، مجھے وشمہ اچھی لگتی ہے۔“

عالیہ اور شاہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔

”اگر اپنی پرنسس تمہارے حوالے کر دوں تو خیال رکھو گے اس کا۔“

دیان نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

”چاچو۔“

”میری وشہ بہت لاڈو میں پلی ہے اور میں نے تمہاری آنکھوں میں اس کے لیے محبت دیکھی ہے۔ تمہاری اس کی فکر کرنا اس کو روتا دیکھ کر بے چین ہونا ہماری آنکھوں سے چھپا نہیں ہے۔“ عالیہ مسکراتے ہوئے بولی۔

دیان سر جھکا گیا۔

”ہاں جہان مجھے بہت پسند ہے۔“ وشمہ کی آواز گونجی۔

”لیکن وشمہ۔“

”وشمہ میری بات کبھی نہیں ٹالے گی۔“ عالیہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”لیکن شاہ بابا کو کیسے منائیں گے۔“ عالیہ فکرمند ہوئی۔

”ان کو میں مناؤں گا۔“ دیان بولا تو شاہ نے اسے دیکھا۔

”بس تم فکر ہی نا کرو اب...... بابا کا لاڈلا ہے یہ۔“

”چاچو، چچی جان تھینک یو سو مچ۔“ اس نے مسکراتے ہوئے عالیہ کا ہاتھ دبایا۔

”میرے دونوں بچے ہمیشہ خوش رہیں۔“

”چلیں شام کو ملاقات ہوتی ہے۔ اللہ حافظ۔“ وہ مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کی دھڑکن ایک ہی نام کا ورد کرنے لگی۔

وشمہ۔ وشمہ۔ وشمہ۔

”آج ہی میں وشمہ سے بات کرتی ہوں۔“

”عالی! یہ کچھ زیادہ جلدی نہیں ہو جائے گا۔ وشمہ کہیں ناراض ہی نا ہو جائے۔“

”نہیں ہوگی، اچھا ہے نا ہمارا فرض ادا ہو جائے گا اور کون سا وہ ہم سے دور جائے گی۔ یہیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہی ہوگی۔“

”ہاں یہ تو ہے۔ چلو تم تیار ہو جانا دوپہر کو چلیں گے۔“

”ٹھیک ہے ایک اور بات، بابا سے میرب کی بات کریں نا۔ وہ بہت بیمار ہے وہ ارحم کے بغیر نہیں رہ سکتی۔“

”میں نے ذوالفقار لالہ کو کہا ہے۔ میری بات تو بابا نہیں سنیں گے۔ تم پریشان مت ہو میں کچھ کرتا ہوں ابھی دفتر جا رہا ہوں جلدی آ جاؤں گا۔“

✡......✡......✡

”رمشا! میری آنکھیں ں ں ں ں۔“ وشمہ نے پورے کچن کو سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ آج اس پر کھانا بنانے کا بھوت سوار تھا۔

”وشمہ آپی! تو آپ کو کس نے کہا ہے پیاز کاٹیں۔ نازو کو دے دیں وہ کاٹ دے گی۔“ رمشا لاؤنج سے ہی بولی۔ وشمہ نے پیاز نازو کے حوالے کیے۔

”نازو! تمہیں ایک سو ایک توپوں کی سلامی۔ یہ لو۔“ وہ لاؤنج میں رمشا کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

”ہائے میری آنکھیں۔“

”وشہ رگڑو نہیں ٹھیک ہو جائیں گی کچھ دیر میں۔“

”وشہ آپی! میں نے ایک پوسٹ دیکھی تھی کہ اگر ہیلمٹ پہن کر پیاز کاٹو تو آنکھوں میں جلن نہیں ہوتی۔

ہے تو فنی لیکن کام کی بات ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے بتانے لگی۔ رمشا کے بات پر وشمہ کو بھی ہنسی آ گئی۔

''ہاں ویسے اچھا ٹوٹکا ہے۔''

''چپ کرو کام چور لڑکیاں۔'' بی جی گھور کر بولیں۔

''شرم کرو، کچھ لڑکیاں ہو نازک بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگلے گھر جا کر ایسی حرکتیں کرو گی تو سسرال والے ہمیں کوسیں گے کہ بڑوں نے کچھ نہیں سکھایا۔ عجیب مخلوق کی بیٹیاں دے دی ہیں۔''

بی جی کی بات پر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ وشمہ کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ حویلی میں ایک ساتھ داخل ہوتے شاہ اور عالیہ مسکرائے۔

''یہ بھی تمہاری طرح ہنسی میں بے حال ہو جاتی ہے۔'' شاہ، عالیہ کو دیکھ کر بولے تو انہوں نے مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا پھر دونوں آگے بڑھ گئے۔

''السلام علیکم۔'' شاہ نے سلام کیا تو سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

''بابا۔'' وشمہ بھاگ کر ان کے گلے لگ گئی۔

''کیسی ہے میری بیٹی۔''

''میں بالکل ٹھیک آپ دونوں کیسے ہو۔'' وہ عالیہ سے ملی۔

''ہم بھی بالکل ٹھیک لیکن میں ناراض ہوں اپنی بیٹی سے۔'' شاہ، بی جی سے مل کر صوفے پر بیٹھ کر بولے تو وشمہ فوراً انکے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سامنے بیٹھی۔

''کیوں بابا، میں نے تو کچھ نہیں کیا۔''

شاہ کو اس پر جی بھر کر پیار آیا۔ ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھایا۔

''گھر کیوں نہیں آ رہی۔''

''بابا! آ جاؤں گی کچھ دنوں میں۔'' وہ ان کے کندھے پر سر رکھ کر بیٹھ گئی۔ عالیہ نم آنکھوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ بی جی نے اس کا ہاتھ ہلکا سا دبایا تو وہ انہیں دیکھ کر مسکرائیں۔

''اللہ بہت رحیم ہے میری بچی۔''

''بے شک۔'' وہ ان کے گلے لگ گئی۔ آمنہ بیگم چائے بنانے کچن میں جا چکی تھی۔

''آغا جان، لالہ ارحم اسفند سب کیسے ہیں۔''

''سب ٹھیک ہیں۔ میرب کیسی ہے اس کی طبیعت ٹھیک ہے۔''

''جی بی جی بس دعا کیا کریں۔'' وہ اب انہیں کیا بتاتی۔ میرب کی ہر سانس ارحم کو پکارتی ہے۔

آمنہ نے رمشا کے ساتھ مل کر چائے اور کھانے کی اشیاء میز پر رکھیں۔ وشمہ شاہ سے باتوں میں مگن تھی۔ اپنی کالج کی باتیں پتا نہیں کون کون سے قصے۔ شاہ پوری توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وشمہ کا ایک ہاتھ انکی گرفت میں تھا۔

تیری معصوم اداؤں کو دعا دیتا ہوں
آ تجھے اپنی بانہوں میں چھپا لیتا ہوں
میری ننھی سی کلی تجھ پہ آئے نہ خزاں
تیری آنکھوں میں رہیں عمر بھر خوشیاں جواں
تجھ پہ چھائے نہ کبھی درد کا موسم کوئی
تیرے گلشن میں رہے مہکی بہاروں کا سماں
تجھ کو احساس کے پھولوں سے سجا دیتا ہوں
آ تجھے اپنی بانہوں میں چھپا لیتا ہوں
تیری خاطر تو میں غم اپنے بھلا دیتا ہوں
آ تجھے اپنی بانہوں میں چھپا لیتا ہوں

عصر کی نماز کے بعد وہ تینوں باہر لان میں آ گئے۔ آمنہ بی جی کو دوائی دینے گئی تھیں۔

''وشمہ!''

''جی مورے۔''

''بیٹا! ہم نے آپ سے بات کرنی ہے۔''

’’جی مورے کریں نا۔‘‘

’’وشمہ آپ ایسے تو گھر آ نہیں رہی تو ہم نے ایک اور طریقہ سوچا ہے اب۔‘‘ شاہ مسکراتے ہوئے بولے۔

’’کون سا۔‘‘

’’دیان بہت اچھا بچہ ہے۔ ہم چاچا بھتیجا کم اور جگری یار زیادہ ہیں۔ بچپن میں اسے کہتا تھا میری بیٹی کا پرنس میرا دیان بنے گا۔‘‘ (وشمہ ان کی بات سمجھ گئی)

’’بابا۔‘‘

’’ہوگا وہی جو میری بیٹی چاہے گی۔ یہ تو بس تمہاری مورے اور میری خواہش ہے۔‘‘

وشمہ کو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہے۔

’’بابا! ابھی سارے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ داجی مجھے اپنائیں گے؟‘‘

’’تم میری بیٹی ہو کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ تم سوچ لو کوئی زبردستی نہیں ہے۔ ہوگا وہی جو میری بیٹی چاہے گی۔‘‘ انہوں نے اس کی گال پر ہاتھ رکھا۔

’’میں آپ کو سوچ کر بتا دوں؟‘‘

’’ہاں ہاں کوئی جلدی نہیں ہے۔‘‘

’’کیا باتیں ہو رہی ہیں تینوں کے درمیان۔‘‘ بی جی آمنہ کا ہاتھ تھام کر ان کے پاس آ کر بیٹھی پھر سب باتوں میں لگ گئے لیکن وشمہ کا دماغ کہیں اور ہی تھا۔

....

’’چھوٹے خان! مجھے معاف کر دیں میں مجبور ہو گیا تھا لیکن قسم خدا کی میں نے آج تک رقم استعمال نہیں کی۔‘‘ دیان نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں۔

’’تم نے ان کا ساتھ دیا ہے جب تمہیں پتا تھا فیکٹری کے مال میں گھپلا ہو رہا ہے تو کیوں داجی کو نہیں بتایا۔ اتنے سال سے رقم غائب ہو رہی ہے۔‘‘

ذوالفقار صاحب وقاص خان کے ساتھ شہر گئے تھے۔ اس لیے آج دیان فیکٹری آیا تھا اور فیکٹری کے

سارے کھاتے دیکھنے کے بعد اس نے وقاص خان کے ملازم کو اپنے پاس بلایا۔ فیکٹری کے مال میں گھپلا ہو رہا تھا۔ اکاؤنٹس سے بھاری رقم غائب تھی۔ ابھی وہ ملازم سے بات کر رہا تھا۔ وقاص خان اور ذوالفقار صاحب کمرے میں آئے۔

”کیا ہوا دیان! ایسے اچانک تم نے بلایا خیریت ہے۔“ دیان ان کو ساری بات بتانے لگا۔

”اسی وقت دونوں کو یہاں لے کر آؤ۔“ وقاص خان غصے سے بولے۔ ملازم فوراً باہر بھاگا۔ پانچ منٹ بعد سلمان اور عاصف کمرے میں داخل ہوئے۔

”کیا ہوا خان صاحب۔“ وقاص خان غصے سے اٹھے اور زوردار تھپڑ ان کے منہ پر دے مارے۔ اس اچانک افتاد پر وہ بوکھلا گئے۔ دیان نے فوراً آگے بڑھ کر وقاص خان کو پیچھے کیا۔

”نمک حرام، کیا کچھ نہیں دیا میں نے تم لوگوں کو پھر بھی جس تھالی میں کھایا اس میں چھید کر دیا۔“

”خان صاحب کیا ہوا ہے۔“

”بکواس بند کرو۔ مال میں گھپلے کرتے رہے ہو اور پیسوں کی لین دین میں بھی مجھے دھوکہ دیتے رہے ہو۔ میں نے تم لوگوں پر بھروسہ کیا اور تم لوگوں نے یہ صلہ دیا ہے۔“ وہ دھاڑے۔

”داجی آرام سے بات کریں آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔“

وہ دونوں سر جھکائے کھڑے تھے۔

”نکل جاؤ تم دونوں یہاں سے اور اب کبھی بھی یہاں نظر مت آنا۔“ وہ دونوں باہر نکل گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

”وقاص خان! ان تھپڑوں کا حساب تمہیں دینا ہوگا۔“

❖......❖......❖

شاہ اور عالیہ کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے تھے۔ ان کے جاتے ہی وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ اس کا ذہن شاہ اور عالیہ کی باتوں میں ہی تھا۔ وہ دیان کو سوچنے لگ۔ اس کی اور اپنی پہلی ملاقات اس کی مدد کرنا۔

”میرا ہاتھ پکڑو وشمہ، بارش سے پھسلن ہو رہی ہے گر جاؤ گی۔ اب میرے پیچھے چلو جہاں جہاں میں قدم

رکھ رہا ہوں وہیں اپنا قدم رکھو۔ چڑیل کو چڑیل نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ وشمہ رویا مت کرو۔" وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گئی۔ آسمان پر اندھیرا چھا رہا تھا اس نے آنکھیں بند کیں۔ دیان کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"اللہ میری مدد کریں میں کیا کروں۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے موبائل اٹھایا اور دیان کو کال کرنے لگی۔

حویلی آتے ہی وقاص خان اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دیان مغرب کی نماز پڑھ کر لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"چچی جان! چاچو کہاں ہیں۔"

"ان کے کچھ دوست آئے ہیں، وہ باہر ہیں۔"

"اچھا۔"

"عالیہ! وشمہ کیسی تھی اس کو اپنے ساتھ لے آتی ہم مل لیتے۔" زنیرہ بی بی بولیں۔ دیان نے عالیہ کو دیکھا۔

"بھابھی ٹھیک ہے وہ میں نے بولا ہے کچھ دنوں میں آئے گی۔ میں بانو کو دیکھ کر آتی ہوں۔" وہ اٹھ کر کچن میں آ گئیں۔ دو منٹ بعد دیان بھی کچن میں آیا۔

"چاچی! آپ کی بات ہوئی۔ کیا کہا وشمہ نے۔ وہ مان گئی۔"

"حوصلہ، حوصلہ میرے شہزادے۔ ہاں بات کی ہے اس نے سوچنے کے لیے وقت لیا ہے لیکن میں جانتی ہوں وہ منع نہیں کرے گی۔" انہوں نے اس کا گال تھپکا تو وہ مسکرایا۔

"بانو! ایک کپ چائے بنا دو میں اپنے کمرے میں ہوں۔" وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ خان بابا کے ریڈیو کی آواز کمرے میں آ رہی تھی۔ وہ ہر روز شام کو حویلی کے پچھلے باغیچے میں بیٹھ کر گانے سنتے تھے۔

پیار دیوانہ ہوتا ہے مستانہ ہوتا ہے
ہر خوشی سے ہر غم سے بے گانہ ہوتا ہے

اس نے مسکراتے ہوئے جیکٹ اتار کر صوفے پر رکھی تبھی موبائل بجا۔ اس نے آگے بڑھ کر فون دیکھا وشمہ کا

نام دیکھتے ہی اس کی آنکھیں چمکیں۔اس نے فوراً فون اٹھایا۔

''زہے نصیب۔زہے نصیب آج آپ نے خود سے ہمیں یاد کیا آج تو پکا بارش ہوگی۔''وہ ٹیرس پر آ گیا۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

''ہاں بولو۔''

''آج ماما، بابا آئے تھے مجھ سے ملنے۔''

''لالہ۔''

وہ پلٹا،نوال اور امل پیچھے کھڑی تھیں۔

''وشمہ!میں بعد میں بات کرتا ہوں۔''

''وشمہ ہے،لائیں میں بات کروں۔''امل نے اس کے ہاتھ سے فون لیا۔

''السلام علیکم وشمہ،کیسی ہو بے وفا دوست۔آنے کا وعدہ کر کے آئی ہی نہیں اب تو ہم کزن بھی ہیں۔''

''آؤں گی۔''

''اچھا سنو ہم کچھ دیر میں تمہیں لینے آرہے ہیں۔اس کے بعد آئس کریم کھانے جائیں گے اور پارک بھی جائیں گے۔تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔''

دیان نے نوال کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''آپ لوگ جاؤ۔''وہ سنجیدگی سے بولی۔

''میں نے پوچھا نہیں ہے وشمہ، بتایا ہے فوراً سے تیار ہو جاؤ اللہ حافظ۔''اس نے فون بند کر کے موبائل دیان کو پکڑا دیا۔

''کس کے ساتھ جا رہی ہو۔''

''دیان خان کے ساتھ۔''وہ دانت دکھاتے ہوئے بولی جبکہ دیان نے اسے گھورا۔

''میں نہیں جا رہا۔''

''لالہ پلیز، میرب آپی کو بھی تیار کر دیا ہے پلیز ان کے لیے ہی اور اب تو وشمہ بھی آرہی ہے۔''

”اچھا اچھا مسکینوں والی شکل نہ بناؤ صرف میرب کے لیے چل رہا ہوں۔“

”سب سے اچھا لالہ ہے میرا۔“ امل اس کے گلے لگ گئی۔

”یہ لو چائے پی لو ہم تیار ہو جاتے ہیں۔“ نوال نے کپ اسے پکڑایا۔ دیان کپ تھام کر گرل کے ساتھ کمر ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔ گانے کی آواز ابھی بھی آ رہی تھی۔

شمع کہے پروانے سے پرے چلا جا
میری طرح جل جائے گا یہاں نہیں آ
وہ نہیں سنتا اس کو جل جانا ہوتا ہے
ہر خوشی سے ہر غم سے بیگانہ ہوتا ہے
پیار دیوانہ ہوتا ہے مستانا ہوتا ہے

اس کے لب مسلسل مسکرا رہے تھے۔

گاڑی آغا جان حویلی کے سامنے رکی۔ دیان نے موبائل نکال کر وشمہ کو بیل دی۔

”نوال آپی میرا موبائل آپ کے پاس ہے۔“

”ہاں یہ لو۔“ نوال نے موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

”میں پیچھے آتی ہوں ہم تصویریں لیتے ہیں۔“ وہ فرنٹ سیٹ سے اتر کر پیچھے آ گئی اور آنکھوں سے اشارہ کیا۔ نوال نے نا سمجھی سے اسے دیکھا، دیان فون پر بات کر رہا تھا اس کا دھیان ان کی طرف نہیں تھا۔

”وشمہ کہاں بیٹھے گی اب۔“ نوال اس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔ میرب نم آنکھوں سے سامنے حویلی کو دیکھ رہی تھی۔

”وشمہ آگے لالہ کے ساتھ۔“ وہ آنکھ مار کر بولی۔

”بہت تیز ہو تم امل۔“

کچھ دیر بعد ہی وشمہ حویلی کے دروازے سے باہر آتی نظر آئی۔ آسمانی رنگ کے سوٹ میں دوپٹے کو سلیقے

سے سر پر لیا ہوا تھا۔شال کو ایک کندھے پر ڈال رکھا تھا دوسرے ہاتھ میں موبائل اور پیچھے سے شال کو آگے لا کے موبائل کے ساتھ شال کو پکڑے وہ ان کی طرف آئی۔وہ سب گاڑی سے باہر نکلے۔

''وشمہ۔وشمہ۔وشمہ۔مجھے جان کر اتنی خوشی ہوئی کہ تم شاہ چاچو کی بیٹی ہو۔تم میری کزن ہو۔''امل نے زور سے وشمہ کو گلے لگایا۔

''مجھے بھی بہت خوشی ہوئی۔''

دیان اس کی مسکراہٹ میں کھو گیا۔آسمانی رنگ میں وہ کھلی کھلی سی دیان کے دل میں اتر رہی تھی۔

''اچھا اب اس کا سانس نہ روک دینا مجھے بھی ملنے دو۔''

کیسی ہو نوال؟''

''میں بالکل ٹھیک،تم بتاؤ حویلی کیوں نہیں آ رہی۔روز ہم تمہیں یاد کرتے ہیں۔''

''یہاں آغا جان،بی جان کو چھوڑنا آسان نہیں ہے میرے لیے لیکن انشاء اللہ بہت جلد آؤں گی۔''اس کی نظر میرب پر پڑی۔

''میرب بھابھی۔''وہ اس کے گلے لگ گئی۔

''کیسی ہیں آپ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟''

''میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ ٹھیک ہو باقی سب کیسے ہیں۔''وہ مسکرا کر بولی۔

''سب ٹھیک ہیں۔''

''لڑکیو!بس بھی کرو یہیں کھڑے ہو کر ساری باتیں کرنی ہیں کیا۔''

وشمہ نے مڑ کر دیکھا۔دیان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وشمہ نے نظریں چرائیں۔

''ہاں چلیں۔''وہ تینوں بیٹھ گئیں۔وشمہ نے دیان کو دیکھا۔

''امل تم آگے آجاؤ۔''

''لالہ!میرا موبائل سیٹ کے نیچے گر گیا ہے پتا نہیں کہاں گیا۔اوہو مل ہی نہیں رہا۔وشمہ!تم آگے بیٹھ جاؤ ایسے ہمیں دیر ہو جائے گی۔''

امل کی اداکاری پر میرب اور نوال نے مسکراہٹ دبائی۔ وشمہ کو ناچارا آگے ہی بیٹھنا پڑا۔اس کے بیٹھتے ہی ہنستے مسکراتے سفر کا آغاز ہو گیا۔

دیان کن انکھیوں سے وشمہ کو دیکھ رہا تھا جو شیشے سے باہر نظارے دیکھنے میں مصروف تھی۔ پندرہ منٹ بعد وہ پارک میں موجود تھے۔ پہاڑوں کے بیچ میں واقع یہ پارک بہت ہی خوبصورت تھا۔سردی کے مہینے میں سرد رات، ٹھنڈی مست ہوائیں اور چاند کی روشنی نے ماحول کو اور خوبصورت بنا دیا تھا۔وہ سب ایک ساتھ باتیں کرتے واک کر رہے تھے دیان ان کے لیے آئس کریم لینے گیا تھا۔

کسی بات پر وہ سب ہنسے۔ وشمہ نے میرب کو دیکھا کتنی بدل گئی تھی وہ۔ رنگ پیلا پڑ گیا تھا ان دو ہفتوں نے اسے نچوڑ دیا تھا۔اسے دکھ ہوا۔

''میں ایک منٹ میں آئی۔'' ایک طرف مصنوعی جھیل بنائی ہوئی تھی۔ وشمہ اس طرف آ گئی اور نمبر ملا کر فون کان سے لگایا جو دوسری بیل پر ہی اٹھا لیا گیا

''السلام علیکم لالہ، آپ کہاں ہیں۔''

''وعلیکم السلام، میں بس گھر کے پاس۔''

''لالہ! آپ حویلی کے پاس جو پارک ہے وہاں آ جائیں گے۔''

''کیوں وہاں کیوں۔''

''میں ادھر ہی ہوں آپ آ جائیں پھر بتاتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔''

فون بند کر کے وہ نوال کے پاس آ گئی اور آہستہ سے کان میں اسے کچھ کہا جس پر اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''یہ لالہ کہاں رہ گئے کہیں خود تو آئس کریم نہیں بنانے بیٹھ گئے آؤ امل ہم دیکھ کر آتے ہیں۔'' نوال امل کو دوسری طرف لے گئی۔

''بھابھی! آئیں یہاں بیٹھتے ہیں۔'' وشمہ میرب کا ہاتھ پکڑ کر بینچ کے پاس لے آئی۔ دونوں باتوں میں مصروف تھے تبھی اس کے موبائل پر ارحم کی کال آنے لگی۔اس نے سر اٹھا کر میرب کو دیکھا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو

دیکھ رہی تھی۔

"میں ایک منٹ آئی۔" وہ پارک کے دروازے پر آئی سامنے ہی ارحم کھڑا تھا۔

"لالہ۔"

اس نے ہاتھ ہلایا تو وہ اس کی طرف آ گیا۔

"یہاں کیوں بلایا اکیلی آئی ہو کیا۔"

"نہیں دیان امل، نوال کے ساتھ آئی ہوں۔"

"اچھا مجھے کیوں بلایا۔"

"میرے ساتھ آئیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر میرب کی جانب بڑھ گئی۔

"وہ دیکھیں۔"

وہ دونوں فاصلے پر رک گئے تھے۔وشمہ کے اشارے پر اس نے سامنے دیکھا۔میرب ہوا سے چہرے پر آتی لٹوں کو کان کے پیچھے کر رہی تھی اور بار بار دوپٹہ صحیح کر رہی تھی جو ہوا سے پھسل رہا تھا۔ارحم جیسے سانس لینا بھول گیا۔سامنے بیٹھی لڑکی سے ہی اس کی دھڑکنیں چلتی تھیں۔اس نے وشمہ کی طرف دیکھا۔

"جائیں لالہ۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرا کر بولی۔ارحم نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ آہستہ سے میرب کے ساتھ بیٹھا۔میرب نے ڈر کر گردن موڑی، آنکھیں حیرت سے پھیلیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان میں پانی بھر گیا۔

"ارحم۔" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر ہاتھ اٹھا کر اس کے چہرے کو چھوا جیسے یقین کرنا چاہ رہی ہو کہ واقعی ارحم اس کے سامنے ہے یا کوئی خواب ہے۔ارحم نے اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا اور زور سے اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

وشمہ روتے ہوئے مڑی، دیان ایک ہاتھ میں آئس کریم پکڑے اور دوسرا ہاتھ اس کے سامنے کیے کھڑا تھا جس میں ٹشو تھا۔وشمہ نے اسے گھورا اور جھٹکے سے ٹشو لے کر آنسو صاف کیے۔

"لاؤ واپس کرو میرا ٹشو۔"

”کیوں۔“

”ارے اتنے قیمتی آنسو اس سے صاف کیے گئے ہیں اپنے دل کے پاس رکھوں گا۔“

دیان کی بات پر وہ تھم گئی۔ اس کو بھی احساس ہو گیا کہ وہ کچھ زیادہ بول گیا ہے۔

”مذاق کر رہا تھا۔ یہ لو۔“ اس نے آئس کریم بڑھائی۔

”تھینک یو۔ امل اور نوال کہاں ہیں؟“

”وہ ادھر بیٹھی ہیں امل کو اس کی کوئی سہیلی مل گئی ہے۔“

”اچھا۔“ وہ دونوں جھیل کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

”تم نے فون پر کیا بات کرنی تھی۔“

”تم نے اپنے لیے آئس کریم نہیں لی۔“

”نہیں میں نے سوچا کوئی کزن شیئر کرا لے گی۔“

وشمہ نے اسے گھورا اور کپ پیچھے کیا۔

”سوچنا بھی مت یہ کزن آئس کریم کسی سے شیئر نہیں کرتی۔“

”بھوکڑ۔“ دیان نے منہ بنایا۔

”اچھا بتاؤ کیا بات کرنی تھی۔“

وہ گرل کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ چاند کی چاندنی۔ وشمہ کا ساتھ دیان کو بہت بھلا لگ رہا تھا وہ مبہوت سا اسے دیکھنے لگا۔

”یہ لو۔“ وشمہ نے آئس کریم کا کپ اسے دیا اور بات کرنے کا ارادہ کیا۔ دیان نے اسے دیکھتے چمچ منہ میں ڈالا۔ ”وہ۔ وہ بابا اور ماما آئے تھے۔“

'ہاں مجھے پتا ہے۔“

”تو انہوں نے مجھ سے بات کی۔“

”وشمہ! تم مجھے سسپنس سے ہی مار دو گی۔ بتاؤ بھی کیا کہا۔“ وہ دل ہی دل میں وشمہ کی حالت انجوائے کر رہا تھا۔

''بابا اور ماما چاہتے ہیں کہ ہم دونوں شادی کرلیں۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے جلدی سے کہا۔

''ہاں معلوم ہے مجھ سے بات ہو چکی ہے۔'' وہ آرام سے آئس کریم کھاتے ہوئے بولا۔

''کیا......تو تم نے کیا کہا۔'' وہ حیران ہوئی۔

''وہی جو میرے دل اور دماغ نے مجھے بولنے کے لیے کہا۔''

''کیا کہا دل اور دماغ نے۔'' وہ بغور اسے دیکھتے پوچھ رہی تھی۔

''یہی کہ خوب سجے گی جب بن جائیگی ایک ہینڈسم لڑکے اور ایک چڑیل کی جوڑی۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تم بھی آرام سے بے فکر ہو کر فیصلہ کرو کوئی زبردستی نہیں ہے۔''

وشمہ اسے دیکھنے لگی۔ ''تم ہاں کرو یا ناں کرو مرضی تمہاری ہی چلے گی جس میں تم خوش اس میں سب خوش۔''

یہ کہتے ہوئے اسے ڈر تھا اگر وشمہ نے نا کر دیا تو وہ کیسے رہے گا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

وشمہ نے رخ موڑ لیا اور آگے بڑھ گئی۔

''بتا تو دو، کیا جواب ہے ہاں یا ناں۔''

وہ پلٹی۔

''ایسے ہی کسی کے ساتھ آئس کریم شیئر نہیں کر لیتی۔'' وہ بول کر نوال اور امل کی جانب چل پڑی جو سامنے سے آرہی تھیں۔ دیان کو پہلے تو اس کی بات کی سمجھ نہیں آئی اس نے آئس کریم کو دیکھا پھر وشمہ کو۔

''کیا ہاں کر دیا۔''

وشمہ دوبارہ مڑی اور اثبات میں سر ہلایا۔ دیان کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے منہ پر ہاتھ پھیرا پھر آسمان کو دیکھا۔۔

''یا اللہ تیرا شکر۔'' وہ ان کی طرف بھاگا۔ اب جلد از جلد جا کر داجی کو منانا تھا۔

''میرب کہاں ہے، اب ہمیں گھر چلنا چاہیے داجی آنے والے ہوں گے۔''

''میں فون کرتی ہوں۔'' وشمہ نے نمبر ملایا۔

''لالہ! آپ لوگ کہاں ہو۔ اچھا ہم آرہے ہیں۔'' وہ سب ارحم کی بتائی ہوئی جگہ کی جانب بڑھ گئے۔

”میرب! تمہیں اتنا پسینہ کیوں آرہا ہے۔“

”نہیں ویسے ہی۔“اس نے اپنے دوپٹے سے منہ صاف کیا۔ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑا جو کانپ رہا تھا۔

”میرب! تمہاری طبیعت خراب ہے۔“

”میں ٹھیک ہوں بس پانی پیوں گی۔“

نوال اس کے لیے پانی لائی تھی۔ارحم نے بوتل کھول کر اسے دی لیکن اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ارحم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔اس نے بوتل اس کے ہونٹوں سے لگائی میرب پانی پیتے ہوئے بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں نم ہوگئیں۔

”میرب! اچھا تھا میں تم سے ملنے آتا ہی نہیں،تم نے اپنی طبیعت خراب کرلی ہے۔“وہ اس کا ہاتھ ملنے لگا۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے آپ پریشان مت ہوں۔“اس نے گھومتا ہوا سر تھاما۔

”چلیں لالہ۔“

ارحم نے سر اٹھایا سب سامنے کھڑے تھے۔

”کیا ہوا بھابھی کو۔“

”میرب۔“نوال فوراً آگے بڑھی۔اسے میرب کی کنڈیشن کا پتا تھا اس نے فوراً اس کی کلائی تھامی۔

”میرب۔“نوال نے اس کی آنکھ کھول کر دیکھی۔ارحم نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا تھا۔

”ہارٹ بیٹ بہت سلو ہو رہی ہے فوراً ہوسپٹل چلیں۔“نوال کے بولنے پر سب پریشان ہوگئے۔وشمہ نے دیان کو دیکھا۔ارحم دیر کیے بغیر اسے تھامے اپنی گاڑی کی طرف بھاگا۔

⟡......⟡......⟡

انہیں ہسپتال آئے آدھا گھنٹہ ہوگیا تھا۔نوال اندر ڈاکٹر کے ساتھ ہی تھی۔باقی سب پریشان سے کاریڈور میں کھڑے تھے۔وشمہ نے آگے بڑھ کر ارحم کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکا۔

”لالہ! آپ پریشان نہ ہوں۔“

اس نے ہلکا سا سر ہلا دیا۔تبھی امل کے فون کی آواز گونجی۔اس نے ایک نظر ارحم کو دیکھ کر فون اٹھایا۔

''السلام علیکم داجی۔''

وشمہ چونکی۔

''وہ داجی۔''اس کے گلے میں گلٹی ابھری۔

''جی ہوسپٹل ہے آپ پریشان نہ ہوں۔ میرب آپی کی طبیعت خراب ہوگئی تھی اس لیے۔نہیں آپ نہ آئیں۔''اس نے ڈر کر دیان کو دیکھا۔دوسری طرف فون بند ہو چکا تھا۔

''کیا ہوا امل۔''وشمہ اور دیان دونوں امل کے پاس آئے۔

''داجی کو پتا نہیں کس نے بتا دیا کہ ہم ہسپتال ہیں۔وہ آرہے ہیں۔''

''سارے لوگ ہی جانتے ہیں کسی نے بھی فون کر دیا ہوگا۔''دیان نے پریشانی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''انہیں پتا ہے ارحم لالہ ہمارے ساتھ ہیں۔''

وشمہ نے چونک کر امل کو دیکھا۔

''یہ کس نے بتا دیا۔ا،اف،اف۔لوگوں کے پیٹ میں بات کیوں نہیں رہتی۔مل جائے مجھے بس جس نے بھی کال کی ہے۔''اس نے سائیڈ سے گزرتی نرس کو گھورا۔

''میرب کیسی ہے۔''ارحم فوراً نوال کی طرف بھاگا۔

''اب ٹھیک ہے ڈرپ (drip) ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا پھر گھر جا سکتے ہیں۔''بولتے بولتے اس کی نظر پیچھے آتے وقاص خان پر پڑی اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

''داجی۔''سب مڑے۔

''داجی! آپ کیوں آگئے ہم بس آنے ہی والے تھے۔''

''دیان! یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔''وہ ارحم کو ہی گھور رہے تھے۔

''وہ داجی میرب کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔''

''ارحم خان! تمہاری ہمت کو داد دینی پڑے گی۔لگتا ہے تمہارے دادا کو تمہاری میرب سے خفیہ ملاقات کا علم نہیں ہے۔''

وشمہ غور سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''میں بس میرب کو دیکھنے آیا تھا۔ چلو وشمہ۔''

وقاص خان نے وشمہ کو دیکھا وہ ان کا خون تھی۔ وہ پہچان گئے تھے یہ شاہ کی بیٹی ہے آج پہلی بار وہ غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وشمہ انہیں دیکھے بغیر ارحم کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

''رک جاؤ ارحم! ایسے تم نہیں جا سکتے۔''

ارحم نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا جواب اپنے ملازم سے کچھ لے رہے تھے۔

''کل میں تمہاری طرف آنے ہی والا تھا لیکن چلو آج سہی، اس کاغذ پر سائن کرو۔''

''یہ کیا ہے۔''

''تم میرب سے کوئی تعلق نہیں رکھو گے اس کو دیکھو گے بھی نہیں۔''

''میں میرب کو طلاق نہیں دوں گا اب تک میں صرف میرب کے لیے چپ ہوں، آپ کا لحاظ کر رہا ہوں میرے صبر کا ناجائز فائدہ مت اٹھائیں۔'' وہ چیخ اٹھا۔

''طلاق نہیں دلوا رہا بے فکر رہو صرف علیحدگی کا کہہ رہا ہوں اس سے کبھی نہیں ملو گے اس چیز کا یقین دلاؤ مجھے۔ اب تم پر میں بھروسہ نہیں کر سکتا۔ میرب طلاق نہیں چاہتی اس لیے ورنہ طلاق ہی لیتا۔''

وشمہ نے دیان کو دیکھا کہ وہ کچھ بولے لیکن وہ چپ تھا۔

''اگر تم نے سائن نہ کیا تو ارحم خان اگلا مطالبہ طلاق کا ہو گا اور میرے لیے طلاق لینا کوئی مشکل نہیں ہے۔''

وشمہ نے حیرت سے انہیں دیکھا وہ شخص کتنا پتھر دل تھا۔ وشمہ نے گردن موڑ کر ارحم کو دیکھا جو ضبط کی انتہا پر تھا۔

''لائیں کہاں سائن کرنا ہے۔'' اس نے ہاتھ بڑھایا لیکن وشمہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''لالہ سائن نہیں کریں گے۔'' وہ وقاص خان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ نوال اور امل نے ڈر کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

''تمہیں بیچ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''پھر تو آپ کو بھی میاں بیوی کے بیچ میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کس حیثیت سے دونوں کو زبردستی

الگ کر رہے ہیں کس نے دیا آپ کو یہ حق۔"

"وشمہ۔"

"ایک منٹ لالہ۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر ارحم کو روکا۔ "ان سے بہت سے جوابات لینے ہیں کتنوں کی زندگی یہ خراب کر چکے ہیں یہ چاہتے ہیں ہر کوئی ان کے اشاروں پر جیتا رہے۔"

"لڑکی! زبان سنبھال کر بات کرو۔" وہ غصے سے دھاڑے۔ دیان نے آگے بڑھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"داجی۔"

"چیخنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چیخنا مجھے بھی آتا ہے وقاص خان۔" وشمہ کے انداز پر وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگے دیان نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔

"بتائیں مجھے کتنی زندگیاں برباد کریں گے۔ اللہ سے ڈر نہیں لگتا آپ کو، ایک بیٹی کو باپ سے دور رکھا۔ کبھی محسوس ہوئی تڑپ لیکن آپ کو کیسے پتا ہو گا میں (اپنے دل پر ہاتھ رکھا آنسو لگاتار بہہ رہے تھے) میں پل پل تڑپی ہوں باپ کے لیے۔ بابا تڑپے ہیں بیٹی کے لیے۔ مورے تڑپی ہیں اپنے شوہر کے لیے۔ کیوں دوبارہ ایسا کر رہے ہیں، کیوں ایک شوہر کو اولاد اور بیوی سے دور کر رہے ہیں۔ شرم آنی چاہیے آپ کو، اپنے آپ کو بڑا کہتے ہیں کہاں کے بڑے ہیں آپ؟ ارے آپ کو تو اپنے خاندان سے بھی محبت نہیں ہے آپ کو تو انگلیوں پر چلنے والی کٹھ پتلیاں چاہئیں۔" وہ بول رہی تھی تبھی کاریڈور میں تھپڑ کی آواز گونجی۔

"چٹاخ"

امل اور نوال نے منہ پر ہاتھ رکھا۔ ارحم نے آگے بڑھ کر وشمہ کو تھاما۔

"لائیں ادھر میں سائن کروں گا۔" ارحم نے پیپر جھپٹا اور جیب سے پین نکالا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے سائن کرنا مطلب میرب سے زندگی بھر کی جدائی۔

"لالہ! آپ ایسے نہیں کر سکتے۔" اس نے ارحم کا ہاتھ پکڑا۔

"وشمہ، تم چپ کر جاؤ۔"

وہ دیان کی طرف بڑھی۔ گال پر انگلیوں کے نشان واضح تھے۔

''دیان، روکو انہیں، تم کچھ بول کیوں نہیں رہے ہو۔''

''وشمہ! میری بات سنو۔'' اس نے وشمہ کا ہاتھ پکڑا۔

''مجھے کچھ نہیں سننا، تمہارے سامنے غلط ہو رہا ہے اور تم چپ ہو روکو انہیں۔''

''یہ لیں چلو وشمہ۔'' ارحم کی آواز پر وہ مڑی۔ وہ سائن کر چکا تھا۔

''لالہ۔'' اس نے بے یقینی سے ارحم کو دیکھا۔

''میرب کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔''

وشمہ نے غصے سے دیان کو دیکھا۔ آنسو آنکھوں میں ٹھہر گئے۔ دیان کے دل میں کچھ ٹوٹا تھا۔ وشمہ کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ کر وہ بری طرح ٹوٹا تھا۔

''وشمہ۔'' اس نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔ لیکن وشمہ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا اور باہر بھاگ گئی۔ حویلی آ کر بھی اس نے کسی سے نظریں نہیں ملائیں۔ کھانے کا بھی بھوک نہیں ہے کہہ کر منع کر دیا اور اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ ارحم اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔ اس نے نہیں پوچھا کیونکہ وہ جانتی تھی وہ تکلیف میں ہے۔

✿......✿......✿

میرب کو سلا کر عالیہ بیگم نوال کے پاس آئی۔ امل کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی جبکہ نوال بیڈ پر بیٹھی تھی۔ سب سمجھ تو گئے تھے کچھ ہوا ہے لیکن کسی نے پوچھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ میرب کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا کہ کیا کچھ ہو چکا ہے۔ اس کا ارحم اس سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا گیا ہے۔ دروازے کی آواز پر امل نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

''چچی جان آئیں۔''

''اب بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے۔'' عالیہ کے پوچھتے ہی ان دونوں نے سب بتا دیا۔

''بابا ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ انہوں نے وشمہ پر ہاتھ اٹھایا۔'' عالیہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''چچی! ہمیں بالکل اندازہ نہیں تھا یہ سب ہو جائے گا۔''

''تم دونوں پریشان نہ ہو میں وشمہ سے بات کرتی ہوں۔'' وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئیں لیکن دروازے پر شاہ کو دیکھ کر رک گئیں۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچے کھڑے تھے۔

''شاہ!'' وہ آگے بڑھی لیکن اس سے پہلے ہی وہ مڑ گیا۔

''شاہ میری بات سنیں۔'' وہ غصے سے وقاص خان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

''شاہ پلیز رک جائیں۔''

''ان کی ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیٹی کو مارنے کی۔ جتنا ظلم انہوں نے کرنا تھا کرلیا اپنی بیٹی پر میں کچھ برداشت نہیں کروں گا۔''

''شاہ! ایسے بات بگڑ جائے گی ابھی وہ غصے میں ہیں۔ ہم آرام سے کوئی حل نکال لیں گے۔ غصے میں سب کا نقصان ہوگا آپ کمرے میں چلیں۔''

''چچی صحیح کہہ رہی ہیں۔ چاچو آپ آرام کریں۔'' دیان اندر آتے ہوئے بولا۔ عالیہ کو وہ صحیح نہیں لگا لیکن اس وقت شاہ کو سنبھالنا زیادہ ضروری تھا۔

''پلیز شاہ چلیں کمرے میں پلیز۔''

وہ سر جھٹک کر کمرے میں چلے گئے۔ عالیہ بھی پیچھے گئی۔ دیان اپنے کمرے میں آگیا۔ وہ وشمہ کو بار بار فون کر رہا تھا۔ پہلے وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی اور اب فون بند جا رہا تھا۔ اس نے جیکٹ صوفے پر اچھالی اور خود بیڈ پر ڈھیر ہوگیا۔ آنکھیں بند کرتے ہی وشمہ کے لال گال اور روتی ہوئی آنکھیں سامنے آئیں۔

''اس کی آخری میں نظر کتنا درد تھا۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ اس کا نمبر ملایا۔ بیل جا رہی تھی۔

پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ سر تکیے میں چھپائے وہ رو رہی تھی۔ مسلسل بجتے فون پر اس نے بے زاری سے سر اٹھایا۔ سکرین پر دیان کا نام جگمگا رہا تھا۔ غصے کی تیز لہر اس کے وجود میں اٹھی اس نے جھٹکے سے اٹھ کر کال ریسیو کی۔

''کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ، جب فون نہیں اٹھا رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی اب مجھے فون مت کرنا۔''

''رونا بند کرو۔'' وہ آنکھیں ملتے ہوئے بولا۔

''میرا رونا میری مرضی زیادہ میرے ابا مت بنو۔''

"تمہیں مجھ سے کیا شکایت ہے۔"

"واؤ مسٹر دیان، آپ یہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کیا تمہیں خود کچھ نہیں پتا۔ تم کیسے انسان ہو دیان، تمہاری بہن کی کیا حالت ہے تم جانتے ہو وہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں چھوڑنا چاہتے۔ تمہارے داداز بردستی ان کو علیحدہ کرر ہے ہیں تم چپ چاپ تماشہ دیکھ رہے ہو کیسے انسان ہو تم۔"

"وشمہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا ٹھیک ہو جائے گا دیان، مجھے تو کچھ ٹھیک ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔"

"ابھی داجی غصے میں ہیں۔"

"غصے میں ہیں تو کیا وہ جو چاہے کرتے رہیں۔ نہیں دیان، پہلے انہوں نے بابا ماما کو الگ کیا۔ مجھے بابا سے الگ کیا اب وہ لالہ اور بھابھی کو الگ کرر ہے ہیں پھر سے ایک بچے کو باپ سے الگ کرر ہے ہیں۔" وہ رونے لگی۔

"وشمہ او گاڈ یار تم رونا بند کرو۔" اس نے غصے سے مکا بنا کر بیڈ پر مارا۔ "کیوں اپنے آپ کو ہلکان کر رہی ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"جب تک بولیں گے نہیں کچھ ٹھیک نہیں ہوگا کچھ بھی نہیں اور مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی دیان، تم میں تو صحیح کو صحیح کہنے کی بھی ہمت نہیں ہے میں تمہیں اب بتاؤں گی کیسے سب ٹھیک کیا جاتا ہے۔"

"تم کچھ نہیں کرو گی وشمہ ابھی جو جیسا چل رہا ہے چلنے دو۔"

"نہیں دیان میں ایسی لڑکی ہرگز نہیں ہوں جو منہ بند کر کے ظلم ہوتا دیکھتی رہے۔"

"وشمہ پلیز سمجھو بات کو۔"

"تھینک یو سو مچ دیان خان کہ آپ نے میرا اتنا ساتھ دیا میں بہت مشکور ہوں آپ کی اب مجھ سے رابطہ مت کرنا۔" آنسو آنکھوں سے رواں تھے۔

"وشمہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں پلیز۔"

"نہیں تم کیسے انسان ہو اس کا اندازہ مجھے آج ہو گیا ہے۔" اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔

"کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو دیان۔" وہ غصے سے کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔ میسج ٹون پر اس نے میسج کھولا۔

''پلیز وشمہ رونا بند کرو۔'' اس نے موبائل بند کر کے بیڈ پر پھینکا۔

''تم ایسے کیسے کر سکتے ہو دیان۔'' تم اپنے بڑوں کے فیصلے مانتے ہو تم میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ صحیح بات کے لیے کھڑے ہو۔'' وہ ٹھہری ایک دم سیدھی ہوئی۔

''شادی کا فیصلہ بھی اس نے ماما بابا کے کہنے پر کیا ہوگا۔'' آنسو پھر سے بہنے لگے۔

✡......✡......✡

صبح کا سورج اپنے ساتھ ڈھیروں اداسی لے کر نکلا۔ پہلے کی نسبت آج موسم صاف تھا۔ وہ سب کے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھی تھی۔

''آج میری گڑیا اتنی خاموش کیوں ہے؟'' آغا جان نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''نہیں تو۔'' وہ مسکرائی

''آنکھیں کیوں اتنی سوجی ہوئی ہیں۔ روتی رہی ہو کیا؟''

''نیند نہیں آرہی تھی رات کو۔''

''عالیہ کی یاد آرہی ہے۔'' آمنہ نے پوچھا۔

''جی۔'' اس نے سر جھکا دیا۔

''فون کر لینا اسے۔ ابھی کھانا کھاؤ شاباش۔''

''جی۔''

صبح سے اس کا دل اداس تھا۔ ارحم کام کا کہہ کر دوسرے شہر چلا گیا۔ کسی کو کل کے واقعہ کا علم نہیں تھا۔ وہ بمشکل نوالے اندر اتارنے لگی۔

''وہ دیکھو بیٹی کا پیار کھینچ لایا عالیہ کو۔''

اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ باقی سب بھی کھڑے ہو گئے۔ وہ شاہ کے ساتھ اندر آرہی تھی وشمہ جلدی سے ان کی طرف بھاگی۔

''ارے سنبھل کے۔'' بی جی فکرمندی سے بولیں لیکن وہاں پرواہ کسے تھی۔ وہ تو بس ماں کے گلے لگنا چاہتی

تھی۔ ''مورے۔'' رکے آنسو پھر سے بہنے لگے۔

''بس میری بچی رو نہیں میں آ گئی ہوں نا۔''

''مجھے چھوڑ کر مت جائیں مورے، میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

''اچھا اچھا بس بس سب پریشان ہو رہے ہیں۔''

آنسو صاف کر کے وہ شاہ سے ملی۔

''بابا کیسے ہیں آپ؟''

''میں ٹھیک ہوں، میری گڑیا کیسی ہے؟'' شاہ نے پیار سے اس کے گال پر ہاتھ رکھا تو آنکھیں پھر بھیگ گئیں۔اس نے ان کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگایا۔

''میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔''

''وشہ بچے! وہیں کھڑا رکھو گی یا اندر بھی لاؤ گی۔''

اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔

''آئیں۔''

چائے سے فارغ ہوتے ہی عالیہ وشمہ کے ساتھ کمرے میں آ گئی۔شاہ عمر اور آغا جان کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔وقاص خان کی نسبت آغا جان نرم دل اور ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے۔

''وشہ! اپنا سامان باندھ لو۔''

''کیوں ماما؟''

''ہمارے ساتھ چلو اپنے گھر۔'' انہوں نے پیار سے سمجھانا چاہا۔

''نہیں ماما، اب تو میں ہرگز اس حویلی میں قدم نہیں رکھوں گی۔اتنے سنگدل لوگوں کے درمیان میں ہرگز نہیں رہ سکتی۔''

''وشہ! بی بی جان روز تمہیں یاد کرتی ہیں۔شاہ کا سوچو وہ تمہیں یاد کرتا ہے بیٹا تم تو میری سمجھ دار بیٹی ہو۔''

''یہ دیکھو بی بی جان کا فون۔'' انہوں نے سکرین اس کی طرف موڑی جہاں کال آ رہی تھی۔

”السلام علیکم بی بی جان جی۔اچھا میں بات کرواتی ہوں۔“انہوں نے وشمہ کی طرف فون بڑھایا۔

”السلام علیکم بی بی جان۔“

”وعلیکم السلام چندا کیسی ہے؟“

”میں ٹھیک ہوں بی بی جان آپ کیسی ہیں؟“

”وشمہ چندا! حویلی آجا۔تو میری پوتی ہے جب سے پتا چلا ہے دل تجھ سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے تو میرے لاڈلے بیٹے کی بیٹی ہے تو میرے شاہ کی بیٹی ہے۔مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے آجا میری چندا۔“

وشمہ کے آنسو بہہ نکلے۔وہ اتنی سنگدل نہیں تھی اپنی انا میں اپنے عزیز رشتوں کو دکھی نہیں کرسکتی تھی۔

”بی بی جان میں آؤں گی۔آپ اداس نہ ہوں میں آپ سے ملنے آؤں گی۔“

”جلدی سے آجا،میں انتظار کررہی ہوں۔“اس نے فون بند کرکے عالیہ کی طرف بڑھا دیا پھر انکے گلے لگ گئی۔

”ماما!مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا دل میں اتنی بے چینی کیوں ہے۔“

وہ آہستہ سے اس کے بال سہلانے لگیں۔

”میں جانتی ہوں میری گڑیا ذہنی طور پر ڈسٹرب ہے لیکن انشاءاللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔“

”ماما!کوئی غلط کو غلط کیوں نہیں بولتا۔کوئی کیوں نہیں سمجھتا کہ ہمارے بڑے بھی ہمیشہ صحیح نہیں ہوتے۔ماما، میں دیان کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔“

”وشہ!تم دیان سے ناراض ہونا؟بچے وہ بہت ڈسٹرب ہے اس سے ناراض نہ ہو وہ بس خاندان کو جڑا ہوا دیکھنا چاہتا ہے وہ اپنے داجی کو جانتا ہے اسے وقت دو۔“

”ہونہہ۔ماما وہ جیسا ہے میں جان گئی ہوں وہ کل کچھ نہیں بولا۔ماما اس کے سامنے مجھے تھپڑ مارا گیا۔وہ کیوں کچھ نہیں بولا۔“وہ پھر رونے لگی۔عالیہ سمجھ گئی کہ وہ کیوں دکھی ہے۔وہ مسکرائیں اور اس کا چہرہ اوپر کیا۔

”دیان کو پسند کرنے لگی ہو؟“سوال اچانک ہوا تھا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔چلیں بابا انتظار کررہے ہوں گے۔“وہ نظر چرا کر سامان پیک کرنے لگی۔

......

ہر آہٹ پہ جی اٹھتا ہے
یہ دل بھی اب میرے بس میں نہیں

شام کے سائے ہر سو پھیل رہے تھے۔وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ موبائل پر چلتی انگلیاں مانوس سی آواز پر تھمیں۔

''میں نے آپ کو بہت یاد کیا بی بی جان۔''

اس نے سر اٹھایا، بی بی جان کے ساتھ بیٹھی۔وہ وہی تھی اسکی وشمہ۔

''یاد کرتی تھی تو پھر ملنے کیوں نہیں آئی۔'' وہ بار بار اپنے بہتے آنسو صاف کر رہی تھی۔

''اب آ گئی ہوں نا اب کہیں نہیں جاؤں گی۔'' وہ ان کے گلے لگ گئی۔

''میری بچی۔میرے شاہ کی بیٹی۔'' وہ کبھی اس کا ماتھا چومتیں، کبھی اس کے گال۔عالیہ نے چادر سے آنسو صاف کیے تبھی شاہ نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔سب وشمہ کی آمد سے بہت خوش تھے۔

''ارے دیان! وہاں کیوں کھڑے ہو۔یہاں آؤ نا سب کے ساتھ بیٹھو۔''

وہ سر ہلا کر شاہ کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا لیکن نظریں وشمہ پر تھیں جو اس کے علاوہ سب کو دیکھتے ہوئے باتیں کر رہی تھی۔

''وشمہ! آج بی بی جان نے تمہاری پسند کے کھانے بنوائے ہیں۔''

''واؤ پھر تو آج میں خوب کھاؤں گی۔''

''دیکھتی ہوں کتنا کھاتی ہو دو نوالے لے کر ہی بس کر دیتی ہو۔''

''وہ میرا دل نہیں کرتا۔''

''میگی کھاتے ہوئے دل کو کچھ نہیں ہوتا۔''

سب ہنسنے لگے۔وشمہ کی نظر اٹھی۔ایک یاد تازہ ہوئی تھی۔

''میگی۔میگی۔میگی۔''

''یہ کیا ہے؟۔''

”ہائے اللہ تمہیں نہیں پتا؟“

”نہیں مجھے نہیں پتا کیا ہے یہ؟“

”یہ نوڈلز ہوتے ہیں۔ ہونہہ جاؤ یہاں سے مجھے نہیں چلنا تمہارے ساتھ۔“

دیان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وشمہ نے فوراً رخ موڑ لیا۔ دیان سے وہاں بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ ایسے ہی خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ بی بی جان، زنیرہ بی بی کو وشمہ کی فکر تھی۔ اس نے یہ لیا وہ لیا مرچیں تو نہیں لگ رہیں۔ اس کے دل میں بنی برف کی چوٹی آہستہ آہستہ پگھلنے لگی۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی چاروں لڑکیاں کافی کا کپ پکڑے پچھلے لان میں آ گئیں۔

”وشمہ! کل سے ڈانس سکھانا ہے مجھے۔“

”تم شروع ہو جایا کرو بس اب وہ ادھر ہی ہے آرام سے سیکھ لینا شادی ابھی نہیں ہے۔“

”آپ کی ابھی نہیں ہے دیان لالہ کی تو ہے نا۔“

وشمہ کی مسکراہٹ سکڑی۔ اس نے سر اٹھایا۔ دیان کپ تھامے ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ وشمہ فوراً سیدھی ہوئی۔ نوال نے امل کو گھورا۔

”وشمہ! شاہ ماموں نے آغا جان سے تمہاری اور دیان کی شادی کی بات کی؟“ میرب اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”نہیں بھابھی کوئی بات نہیں ہوئی۔“

”اچھا یہاں داجی کے علاوہ سب کو معلوم ہے اور سب راضی بھی ہیں۔“

”انہیں نہیں معلوم۔“ وشمہ نے پوچھا۔

”نہیں بی بی جان بات کریں گی۔“

”اور اگر انہوں نے منع کر دیا جو کہ میں جانتی ہوں منع ہی کریں گے تو؟“ وہ تینوں کو دیکھنے لگی۔ پھر میرب بولی۔

”تو پھر یہی کہ شادی نہیں ہو گی۔“

”دیان لالہ تو داجی کے سامنے نہیں بولیں گے۔“ نوال نے اداسی سے اپنا کپ اٹھایا۔ وشمہ گہری سوچ میں

ڈوب گئی۔ پھر سر اٹھا کر دیان کے کمرے کی بالکنی کی طرف دیکھا وہ اب وہاں نہیں کھڑا تھا۔

وہ ایسی لڑکی ہرگز نہیں تھی جو لوگوں سے بدلے لیتی پھرے لیکن اب خاندان میں بڑھتی داجی کی ضد جس کی بھینٹ اس کا بچپن چڑھا، اس کے ماں باپ چڑھے اور اب اس کا عزیز جان بھائی اور بھابھی چڑھنے لگے تھے۔ اس کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''میں کبھی خود کو اس خاندان کے فیصلوں کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گی۔ میں بدلوں گی ان کے فیصلے۔ میں بدلوں گی وہ خاندانی بیٹا جو خاندان کے نام کا رونا رو کر مجھے چپ کروا رہا ہے۔ اب وہ ان کے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو گا۔''

امل کی آواز پر وہ اپنی سوچوں سے نکلی۔ ''خان بابا روز اپنے ریڈیو پر گانے لگا کر سنتے ہیں آج ہمیں بھی سنائیں۔''

''ماڑا، وہ تو بس ہم ایسے ہی۔''

''چلیں خان بابا سنائیں اور آپ وشمہ سے ملے؟ شاہ چاچو کی بیٹی ہے۔''

''ہاں ملا نا بہت پیاری بچی ہے اللہ خوش رکھیں۔'' انہوں نے وشمہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔

''چلیں خان بابا اچھا سا گانا لگائیں۔''

سب انکی طرف متوجہ ہو گئے۔

''لالہ۔ دیان لالہ۔'' امل چیخ کر دیان کو بلانے لگی۔ وہ بالکنی میں آیا۔

''کیا ہوا؟''

''آپ بھی ہمارے ساتھ بیٹھو نا۔'' خان بابا نے ریڈیو چلایا۔

''نہیں تم سب بیٹھو میں کام کر رہا ہوں۔'' ایک نظر وشمہ پر ڈال کر وہ امل سے بولا۔

''اوہو لالہ آجاؤ نا۔''

''دیان آجاؤ گانا ختم ہوتے ہی ہم سب بھی جا رہے ہیں۔ آجاؤ۔'' میرب کے بلانے پر وہ نیچے آ گیا۔ بلیک کلر کی شلوار قمیض، پاؤں میں پشاوری چپل وہ بھرپور مردانہ وجاہت کا مالک تھا۔ وہ وشمہ کے سامنے رکھی خالی کرسی

پر بیٹھ گیا۔

سانوں ایک پل چین نہ آوے
سانوں ایک پل چین نہ آوئے
سجناں تیرے بناء۔
دل جانے کیوں گھبراوے
دل جانے کیوں گھبراوے۔
سجناں تیرے بناء
سانوں ایک پل چین نہ آوے

وشمہ کی ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔ وہ نروس ہو رہی تھی لیکن کیوں۔ اس نے نظر اٹھائی۔ دیان اسے نہیں دیکھ رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے مجھے۔ اس نے سر جھٹکا۔

یہ دن ہیں پیارے ہیرے
جو ساتھ میں ہم نے جی لیے
جانا نہیں منہ موڑ کے
آنکھوں میں پانی چھوڑ کے

(''خوب سجے گی جب بن جائے گی ایک ہینڈسم لڑکے اور ایک چڑیل لڑکی کی جوڑی'')

بس اب بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

''میں بی بی جان کے پاس بیٹھتی ہوں۔ نیند بھی آ رہی ہے۔ گڈ نائٹ۔'' وہ جلدی سے آگے بڑھی۔ اپنے پیچھے نظروں کی تپش وہ محسوس کر رہی تھی۔ اس نے پیچھے دیکھا دیان اپنے موبائل میں مصروف تھا۔ وہ سر جھٹک کر اندر چلی گئی۔ جونہی اس نے بی بی جان کے کمرے کا دروازہ کھولنا چاہا اندر سے آتی آواز پر ہاتھ رک گیا۔

''میں آپ کو اب میرے بچوں کی خوشیاں چھیننے نہیں دوں گی۔ میری وشمہ ہی دیان کی دلہن بنے گی یہی میرا اور سب گھر والوں کا فیصلہ ہے۔''

”دیان کی شادی بختاور سے ہوگی اور کوئی میرے فیصلے کے خلاف نہیں جائے گا۔میں اچھے سے جانتا ہوں کون اس گھر کی بہو بننے لائق ہے۔“

وشمہ کا ہاتھ ہینڈل پر ہی تھم گیا۔اس نے خالی خالی نظریں اٹھائیں۔کوئی بھی نہیں تھا۔وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اپنے کمرے میں آگئی اور دروازہ بند کر کے اسی کے ساتھ ٹیک لگالی۔ایک ہی آواز کانوں میں گونج رہی تھی۔

”دیان کی شادی بختاور سے ہوگی۔دیان کی شادی بختاور سے ہوگی۔“

سامنے شیشے پر نظر پڑی،بے اختیار اپنی گالوں پر ہاتھ رکھا۔وہ گیلے تھے۔آنسوؤں سے گال بھیگ رہے تھے۔

”مجھے۔مجھے رونا کیوں آرہا ہے۔“جھٹکے سے آنکھیں اور گال رگڑ کر صاف کیے۔

”مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا جس سے مرضی شادی کرے۔مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی فرق نہیں پڑتا۔“وہ مسلسل یہی بولی جارہی تھی۔پھر اٹھ کر کمرے کی لائٹ بند کی اور بیڈ پر لیٹ گئی لیکن آنکھیں اب بھی نم تھیں۔

ساری رات ایسے ہی گزر گئی۔فجر کی اذان پر وہ بالوں کو باندھ کر اٹھ گئی اور اللہ کے حضور سر بسجود ہوگئی اور اپنا ہر معاملہ اپنے اس رب کی ذات پر چھوڑ دیا۔پھر جائے نماز تہہ کر کے وہ نیچے آگئی۔کچن سے عالیہ اور نوال کی آوازیں آرہی تھیں۔عموماً سب ہی نماز پڑھ کر اپنے کاموں میں لگ جاتے تھے۔وہ بغیر کسی سے ملے حویلی کے پچھلے حصے میں آگئی۔

پھول پودے اسے شروع سے ہی اچھے لگتے تھے۔طلوع آفتاب کا منظر بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ہلکی ہلکی دھند چھائی ہوئی تھی وہ ننگے پاؤں گھاس پر چل کر شبنم کے قطروں کی ٹھنڈک محسوس کرنے لگی۔کچھ دیر کے لیے وہ اپنے دماغ کو پرسکون کرنا چاہتی تھی۔وہ آہستہ سے چلتی گلاب کے پھولوں کے پاس آگئی اور اس پر گرے شبنم کے قطروں کو غور سے دیکھنے لگی۔ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی تبھی آہٹ پر پلٹی۔دیان بازو سینے پر باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ رخ پھیر کر اٹھ گئی۔اس کی سائیڈ سے جانے لگی لیکن دیان اس کے سامنے آگیا۔

”پلیز وشمہ!میری بات سن لو۔“

”کیا بات ہے۔“وہ اسے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

”تمہاری خاموشی مجھے اذیت دے رہی ہے۔آخر ہوا کیا ہے میری بات بری لگ گئی ہے تو بتا دو اس طرح

تو نہ کرو۔"

"میں نے کچھ کہا ہے تم سے۔"

"تو کہو نا لڑ لو بے شک لیکن اس طرح مجھے ٹارچر مت کرو۔"

"میں تو کوئی ٹارچر نہیں کر رہی۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھیں۔"

"تم نے اپنے دل سے مجھ سے شادی کے لیے ہاں کی تھی۔"

"میں نے تو دل سے ہی کی تھی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"تو اب کیا ہوا۔ اب کیوں مجھ سے دور بھاگ رہی ہو ہم تو دوست تھے نا۔"

"کیونکہ اب بات اور ہے۔"

"اور کیا بات ہے؟"

"آج رات داجی سے اس رشتے کے متعلق بات ہوگی اور مجھے یقین ہے وہ منع ہی کریں گے۔"

"وہ منع کیوں کریں گے اس میں میری بھی خوشی ہے۔"

"تمہاری خوشی ان کی ضد کے آگے تو چھوٹی سی ہی ہوگی نا۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔"

"میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ ارحم لالہ اور میرب بھابھی ایک دوسرے کو چاہتے ہیں لیکن داجی نے انہیں دور کر دیا۔"

"ان کی بات الگ ہے۔"

"کیوں ان کی بات الگ کیوں ہے؟ وہ بھی انکی بیٹی کی بیٹی ہے اور ہم بھی انکے بچوں کے بچے ہیں تو ہماری بات الگ کیسے؟" وشمہ کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔ دیان اتنا خودغرض کیسے ہوسکتا ہے۔

"تم الجھاؤ مت یہ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟"

”میں کچھ نہیں چاہتی میں دوسری میرب نہیں بننا چاہتی۔“

”مطلب؟“

”تم بتاؤ اگر داجی نے میرے لیے انکار کیا تو کیا تم ان کے سامنے جا کر کہہ سکو گے کہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔“

”وشمہ!“ دیان کو سمجھ نہیں آیا وہ کیسے اسے سمجھائے۔ وشمہ نے اسکی طرف دیکھا اور طنزیہ مسکرائی۔

”تم سے نہیں ہوگا۔“ یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی۔

دیان نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اپنے آپ کو ریلیکس کرنا چاہا۔

”وشہ چندا! کمرے میں کیوں بیٹھی ہو۔ نیچے آؤ نا سب کے پاس بیٹھو۔“

”بابا چلے گئے۔“

”ہاں وہ تو کب کے چلے گئے۔ طبیعت ٹھیک ہے آنکھیں لال کیوں ہو رہی ہیں۔ ناشتہ بھی صحیح سے نہیں کیا۔“ پردے ٹھیک کر کے وہ اس کے پاس بیڈ پر آئی اور اس کی پیشانی چھوئی۔

”آپ کو تو بخار ہو رہا ہے۔ ٹھنڈ میں باہر نکلی تھی نا۔“ وہ فکرمند ہوئیں۔

”کچھ نہیں ہوا آپ پریشان نہ ہوں۔“ اس نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑے۔

”تم آرام کرو میں دوائی لے کر آتی ہوں۔“

”نہیں نہیں، میں ٹھیک ہوں آپ چلیں میں بھی بس آ رہی ہوں ایسے کمرے میں بند ہو کر نہیں بیٹھا جاتا مجھ سے۔“ اس نے ٹشو سے ناک رگڑا۔

”اچھا ٹھیک ہے میں سوپ بنا دیتی ہوں۔ آ جاؤ جلدی سے نیچے۔“

ان کے جاتے ہی کچھ دیر بعد وہ اٹھ گئی۔ بال بنائے اور شال کندھوں کے گرد لپیٹی۔ اس دوران چھینکوں نے اسے بے حال کر دیا تھا۔ اس نے ٹشو پکڑے اور باہر نکل آئی۔ دیان بھی اسی وقت فون پر بات کرتا اپنے کمرے سے نکلا وہ آفس جانے کے لیے تیار تھا۔

''اچھو۔''

وہ رکا۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟''فون کان سے دور کیا۔

''ہاں۔(اچھووو۔) میں ٹھیک ہوں۔''وہ لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔

''کیا ہوا؟''بی بی جان فکرمند ہوئیں۔

''کچھ نہیں ہوا بی بی جان۔اچھووو۔بس ہلکا سا زکاااا۔زکاااچھووو۔زکام ہو گیا ہے۔''

''عالیہ!کوئی دوائی دو یہ ہلکا سا زکام کہاں سے لگ رہا ہے۔رات کو اسی لیے منع کر رہی تھی باہر مت بیٹھو ٹھنڈ لگ گئی نا۔''

''میری پیاری بی بی جان!آپ پریشان نہ ہوں۔میں ٹھیک ہوں۔ایسا ہلکا پھلکا بیما۔بیماااچھووو۔بیمار ہونا تو بنتا ہے نا۔''

''یہ لو گرما گرم چائے پیو۔اس کے بعد تمہیں دوا دونگی۔''امل چائے کا کپ پکڑا کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''شکریہ امل۔نوال کہاں ہے؟''

''وہ مورے کے ساتھ ہیں۔ان کے سسرال سے کچھ کپڑے آئے ہیں وہی دیکھ رہی ہیں۔''

''اچھا۔''

''یہ لو۔''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔دیان دوائی کا پتہ اس کے سامنے کیے کھڑا تھا۔بی بی جان مسکرائیں۔

''نہیں تھینک یو۔''اس نے ٹشو سے ناک رگڑا۔

''وشمہ!لے لو اتنے پیار سے دے رہا ہے دیان۔اپنی حالت بھی دیکھو۔''عالیہ کی بات پر اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا وہ سنجیدہ تھا اس نے آہستہ سے دوائی پکڑ لی۔

''تھینک یو۔''

''اچھا بی بی جان میں چلتا ہوں اب رات کو انشاءاللہ ملاقات ہو گی۔''وہ بی بی جان کے سامنے جھکا۔

”اللہ حافظ میرے لال۔اللہ کی امان اللہ خوب کامیاب کرے۔“

”چچی جان!اگر فرق نہ پڑا تو مجھے بلا لینا میں ہسپتال لے جاؤنگا۔“وہ عالیہ سے کہہ کے چلا گیا لیکن وشمہ کی نظریں اب تک دروازے پر تھیں۔

”وشمہ۔وشمہ۔چلے گئے ہیں لالہ۔“امل کی مسکراتی آواز پر وہ چونکی اور نظریں چرائیں۔

”آؤ میرب بھابھی کے پاس چلتے ہیں۔“

وہ دونوں اٹھ کر میرب کے پاس چلی گئیں۔

”بی بی جان آپ نے بابا سے بات کی۔“

”ہمم۔کی ہے اب ان کی نہیں چلے گی تم تیاری شروع کر دو۔میں چاہتی ہوں نوال سے پہلے دیان کی شادی کردوں۔“

”جی ٹھیک ہے۔“

رات نے اپنے پر پھیلائے۔چاند کی چاندنی پورے شہر کو روشن کر رہی تھی۔عالیہ بیگم نے وشمہ کو دوائی کھلا کر کمرے میں بھیج دیا تھا۔اپنے کمرے میں آکر وہ لیٹتے ہی سوگئی تھی۔اوپر سے پوری رات کی جاگی ہوئی تھی اور بخار کی وجہ سے وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔کمرے میں مدھم روشنی تھی۔اس نے ٹائم دیکھا،نو بج رہے تھے۔وہ جھٹکے سے اٹھی۔بخار پہلے کی نسبت ہلکا تھا۔

”میں اتنی دیر کیسے سوگئی۔بابا بھی آگئے ہوں گے۔“جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر وہ نیچے آگئی۔نوال اور امل سامنے ہی کھڑے تھے۔

”اٹھ گئیں۔کیسی طبیعت ہے اب۔“

”کافی بہتر ہوں۔یہاں ایسے کیوں کھڑے ہو باقی سب کہاں ہیں۔“

”داجی کے کمرے میں۔“

”کیوں وہاں کیوں سب خیریت ہے۔“

”شادی کی بات۔“

وشمہ سمجھ گئی۔وہ کمرے کی طرف بڑھی لیکن پھر رک گئی۔ساری آوازیں باہر آرہی تھیں۔وہ پلٹی۔

”بھابھی سوگئیں۔“

”ہاں دوائی دے دی تھی۔“

”میں کہہ چکا ہوں دیان کی شادی وشمہ سے ہرگز نہیں ہوگی۔“وقاص خان کی دھاڑ پر نوال نے وشمہ کو دیکھا۔وہ سپاٹ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

”لیکن کیوں بابا۔“

”کیونکہ وہ آغا کی نواسی ہے اور وہاں رہ کر آئی ہے اس کے طور طریقے بھی ان لوگوں جیسے ہیں۔“

”لیکن دیان کی بھی یہی خواہش ہے۔“

”دیان میرے فیصلے کے خلاف نہیں جائے گا اور اب اس بارے میں ہم بات نہیں کریں گے۔“انہوں نے دوٹوک فیصلہ کیا اور بات ختم کی۔

”بابا! زندگی بچوں کو گزارنی ہے اگر ان کو......“شاہ نے بولنا چاہا۔

”تم تو چپ ہی کر جاؤ۔مجھے پتہ ہے کب کونسا فیصلہ کرنا ہے۔“وہ غصے سے باہر نکلے۔سامنے ہی لاؤنج میں وشمہ کھڑی تھی۔باقی سب بھی باہر آئے۔دیان ابھی حویلی میں آیا ہی تھا۔اسکی نظر دا جی کی پیٹھ سے ہوتی وشمہ پر گئی۔وشمہ دیان کو دیکھ چکی تھی۔

”بات سنو وشمہ! تم شاہ کی بیٹی ہو اس لیے اس گھر میں ہو ہمارے طور طریقوں کے مطابق رہنا سیکھو۔“

وشمہ نے ناسمجھی سے دیکھا۔

”ہم سب یہاں مل کر رہتے ہیں ہم میں پھوٹ ڈلوانے کی ضرورت نہیں ہے اور ایک بات یاد رکھنا اس گھر کی بہو بننے کا خواب دیکھنا چھوڑ دو۔آغا کی نواسی میرے گھر کی بہو نہیں بنے گی۔“

اس کی آنکھیں ناچاہتے ہوئے بھی نم ہوگئیں۔

”میں آپکی پوتی بھی ہوں۔“

”کچھ نہیں لگتی تم میری، اپنی زبان کو سنبھال کر استعمال کرنا اس دن کا تھپڑ بھول گئی ہو۔“ شاہ نے بولنا چاہا لیکن عالیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا۔ وشمہ نے طنزیہ مسکان لبوں پر سجائی۔

”نہیں، بھولی نہیں ہوں۔“ اس نے پیچھے کھڑے دیان کو دیکھا۔

”بھولنا بھی مت اور یاد رکھنا وقاص خان اپنے فیصلے بدلا نہیں کرتا۔“ یہ کہہ کر دا جی چلے گئے۔ وشمہ نے بھیگی نظروں سے عالیہ کو دیکھا۔ وہ اس کے پاس ہی آ رہی تھیں لیکن وہ اوپر اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ بیڈ پر بیٹھتے ہی اس نے اپنا منہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

”کیا سمجھتے ہیں اپنے آپ کو۔ جب دل چاہے گا مجھے ذلیل کریں گے۔ ہاں نہیں لگتی میں ان کی کچھ، نہیں ہیں یہ میرے دادا۔ نہ کریں میری دیان سے شادی۔ مری نہیں جا رہی میں ان کے پوتے کے لیے۔“ اس نے کشن اٹھا کر دروازے کی طرف پھینکا۔

”لیکن میں تو تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ دروازے کا ہینڈل پکڑے کھڑا تھا۔ وشمہ نے سر اٹھایا۔ وہ آہستہ سے چلتے ہوئے اس کے سامنے آ گیا۔ پھر سائیڈ میز سے ٹشو کا ڈبہ اٹھا کر اس کے سامنے کیا جو وشمہ نے جھٹکے سے بیڈ پر پھینکا۔

”جاؤ یہاں سے۔“

”وشمہ! تم دل برا نہ کرو۔ دا جی غصے میں ہیں اس لیے ایسا بول دیا۔“

وشمہ کو غصہ تو بہت آیا لیکن وہ دیان کے سامنے اپنے آپ کو برا نہیں بنانا چاہتی تھی۔

”چھوڑ دو دیان، دا جی کو اپنی ضد ہر بات سے پیاری ہے اسی لیے میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ دا جی کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہماری شادی ہو۔ تم نے دیکھا انہوں نے مجھے آغا جی کی نواسی کہا جبکہ میں ان کی بھی تو پوتی ہوں۔“

”ایسا نہیں ہے وشمہ دا جی بس غصے میں ہیں۔“

”غصے میں کب نہیں ہوتے وہ۔ مجھے دیکھ کر انکی تیوری چڑھ جاتی ہے میں بچی نہیں ہوں دیان۔“

”اچھا رو نہیں میری بات سنو۔“

”تمہاری ہی سن رہی ہوں لیکن اب دا جی کے فیصلے کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ تم سے بھی نہیں ہو پائے گا اس

لئے دور رہو مجھ سے۔''

وہ رخ موڑ گئی لیکن دیان نے جھٹکے سے اس کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ وشمہ نے غصے سے اسے دیکھا لیکن دیان کی آنکھیں۔ افففف ان آنکھوں میں دیکھنا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے دیان۔''

''وشمہ! تم کیسے دور رہنے کا کہہ سکتی ہو تمہیں کچھ دکھتا نہیں ہے۔''

''دیکھو دیان، مجھ سے شادی کا فیصلہ بھی بڑوں کا تھا اب شادی نہ ہونے کا فیصلہ بھی داجی کر رہے ہیں تو تم ان کی بات مان لو۔ مجھ سے شادی مت کرو۔ تم تو بڑوں کی عزت کرتے ہو نا ان کا حکم مانتے ہو پھر اب تمہیں کیا مسئلہ ہو رہا ہے۔ کر لو وہاں شادی جہاں داجی چاہتے ہیں۔'' اس کی آواز کانپی۔

''نہیں کر سکتا کسی اور سے شادی۔''

''کیوں نہیں کر سکتے۔''

''کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' وہ اسے چھوڑ کر پیچھے ہوا۔ وشمہ کو لگا اسے سننے میں دھوکہ ہوا ہے۔

''کیا؟''

''ہاں، میں تم سے محبت کرتا ہوں وشمہ، شاہ چاچو نے مجھ سے پوچھا تھا میں نے انہیں کہا تھا مجھے تم اچھی لگتی ہو۔ ہاں وشمہ مجھے تم اچھی لگتی ہو۔'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ آنکھوں میں تکلیف تھی، بے بسی تھی۔ وشمہ نے اپنا ہاتھ دیکھا جو دیان کے ہاتھوں میں تھا۔

''مجھ سے تمہاری دوری نہیں برداشت، پلیز میرا ساتھ دو تاکہ میں لڑ سکوں، تمہیں اپنا بنا سکوں تم میرے بغیر رہ لو گی لیکن میں نہیں رہ سکتا میں محبت کرتا ہوں تم سے پلیز وشمہ۔'' وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔ وشمہ اسے دیکھے گئی۔

''میں وعدہ کرتا ہوں میں داجی کو منا لوں گا۔''

وہ ایک دم چونکی۔ سحر ٹوٹا۔ اپنے ہاتھ چھڑائے اور پیچھے ہوئی۔

''تم جاؤ یہاں سے۔ داجی کو پسند نہیں ہے تمہارا مجھ سے بات کرنا۔ جب تم انہیں راضی کر لو تو پھر میرے پاس آنا۔'' وہ بول کر واش روم میں چلی گئی اور دروازہ بند کر کے سر دروازے سے لگایا۔ آنکھیں نم تھیں۔

”دیان! اب تمہیں قدم اٹھانا ہوگا۔ وقاص خان، اب آپ دیکھیں گے، کیسے میں اپنا آپ منواتی ہوں۔“

داجی کے فیصلے کے بعد کسی نے بھی دوبارہ ان سے بات نہیں کی تھی۔ ان کے آتے ہی وشمہ اپنے کمرے میں بند ہو جاتی۔ اس دن کے بعد دونوں کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ دیان سے اب وہ ہلکی پھلکی بات کر لیتی تھی لیکن دیان کے سامنے وہ اب نروس ہونے لگی تھی۔ وہ اپنے دل کی آواز کو نظرانداز کر رہی تھی۔ اس نے اپنے کان بند کر رکھے تھے۔ دو تین دفعہ اس نے بی بی جان سے بختاور کے بارے میں پوچھنا چاہا لیکن پھر اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ روز رات کو وہ شاہ اور عالیہ کے ساتھ وقت گزارتی۔ شاہ سے ڈھیروں باتیں کرتی۔ ان سب کے ساتھ وہ میرب کا دل سے خیال رکھ رہی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میرب کی صحت بہتر ہو رہی تھی۔ ارحم کی یاد تو اسے ستاتی تھی لیکن وشمہ کا ساتھ اسے اداس نہیں ہونے دیتا تھا۔ آج بھی وہ شاہ سے باتیں کر کے اپنے کمرے میں جا رہی تھی تبھی دیان آتا دکھائی دیا۔ وہ رات کو دیر سے ہی گھر آتا تھا۔ اس نے موبائل میں وقت دیکھا۔ گیارہ بج رہے تھے۔

”آج تو بہت دیر لگا دی اس نے۔“ وہ واپس سیڑھیاں اترنے لگی تبھی داجی اپنے کمرے سے باہر نکلے۔ وہ فوراً سے واپس اوپر کی طرف گھوم گئی اور نیچے جھانکنے لگی۔

”دیان!“

”جی داجی۔“ وہ مڑا۔

”کیا بات ہے۔ مجھ سے ناراضگی چل رہی ہے کیا؟“

”نہیں داجی کیسی باتیں کر رہے ہیں۔“

”پھر۔ ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ نہ میرے ساتھ بیٹھتے ہو نہ باتیں کرتے ہو۔ چہل قدمی کے لیے بھی نہیں چلتے۔“

”کام میں مصروف تھا۔ چلیں آئیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔ وشمہ سر جھٹک کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

گہری ہوتی رات کے ساتھ سردی بھی شدت پکڑ رہی تھی۔ وہ دونوں ایک ساتھ لان میں چل رہے تھے۔

”دیان! تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔“

”جی۔“

”تم میرے سمجھدار پوتے ہو اور میرے بہت قریب بھی ہو۔“

”جی داجی۔“

”بیٹا! آغا کی نواسی سے دور رہنا۔ وہ اپنے نانا کی طرح آزاد خیالات کی مالک ہے۔“

وہ لمبا سانس لے کر بولا۔ ”داجی آپ سے ایک بات کرنی ہے۔“

”ہاں کہو۔“

”داجی! وشمہ ایک اچھی لڑکی ہے۔ اس کی پرورش کہیں بھی ہوئی ہو اس کی رگوں میں شاہ چاچو کا خون دوڑتا ہے۔ وہ بری کیسے ہو سکتی ہے۔“

”میں نے خون پر پرورش کو غالب آتے دیکھا ہے دیان۔“

”میں نے بھی دیکھا ہے ناخن گوشت سے جدا نہیں ہو سکتا۔“

”تم کہنا کیا چاہ رہے ہو اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہو اس کی؟“

”کیونکہ آپ کا پوتا آپ کی پوتی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔“ وہ دوٹوک انداز میں بولا لیکن داجی آگ بگولہ ہو گئے۔

”دیان! تم اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے۔“

”میں پورے ہوش و حواس میں یہ کہہ رہا ہوں داجی۔“

”آخر اس لڑکی نے تمہیں میرے خلاف کھڑا کر ہی دیا نا۔“

”نہیں داجی، اس نے تو مجھے بہت پہلے منع کر دیا تھا آپ کی ڈانٹ کے بعد تو اس نے مجھے سامنے آنے سے بھی منع کر دیا ہے لیکن داجی میں اس سے محبت کرتا ہوں اسے اپنی زندگی میں لانا چاہتا ہوں۔“

”دیان! تم بغاوت کرنا چاہتے ہو۔“

”نہیں بالکل نہیں داجی۔“

”تو یہ جو تم کرنا چاہتے ہو اسے اور کیا کہتے ہیں۔“

”داجی میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے۔“

”اور میں اس خواہش کا گلا گھونٹ رہا ہوں مجھے قطعی منظور نہیں تمہارا اور اس کا ساتھ۔“

”داجی! آپ ایک بار دل سے اس سے بات تو کر کے دیکھیں۔“ وہ انہیں پیار سے منانے لگا۔

”وہ آغا کی نواسی ہے۔ یہاں آنے میں بھی اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوگا۔“

”آپ غلط سوچیں گے تو ساری دنیا ہی غلط لگے گی۔“

”دیان! بہت ہوا اب اس بارے میں ہم بات نہیں کریں گے۔“

”ہم دوبارہ اسی بارے میں بات کریں گے۔“

”تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے دیان۔“

”داجی آپ اس بارے میں سوچیں تو سہی۔“

”ناممکن، مجھے ایک چیز نہیں پسند تو نہیں پسند بار بار اس بات کا ذکر کرنا بے وقوفی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے اور دیان وہیں کھڑا رہا۔

”تم سے نہیں ہوگا دیان۔“ وشمہ کی آواز گونجی۔ کمرے میں آ کر وہ فریش ہونے چلا گیا۔ ذہن داجی کی باتوں میں ہی تھا۔ پندرہ منٹ بعد وہ تولیے سے بال رگڑتے ہوئے واش روم سے نکلا اور شیشے کے سامنے آ کر بال بنائے۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جو بارہ بجا رہی تھی۔

”اس وقت کون ہوسکتا ہے۔“ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو وشمہ چائے کا کپ پکڑے کھڑی تھی۔ اسے دیکھتے ہی جیسے ہر پریشانی، تھکن دور ہوگئی۔

”چڑیل! سوئی کیوں نہیں؟“ وشمہ مسکرائی کتنے دنوں بعد دیان ایسے بولا تھا۔

”اب مسکرا رہی ہو پاگل واگل تو نہیں ہوگئی۔“

”بدتمیزی مت کرو۔ یہ لو۔“ اس نے کپ اس کی طرف بڑھایا۔

”میرے لیے۔ اتنی نوازش کیوں۔“ اس نے مسکرا کر کپ پکڑ لیا۔

”تم اتنی دیر سے آئے ہو تو سوچا تھکے ہوئے ہو گے اس لیے بنا دی۔“

''مجھے واقعی ہی چائے کی طلب ہو رہی تھی۔تھینک یو سو مچ۔''

''کوئی بات نہیں اچھا اب میں چلتی ہوں گڈ نائٹ۔''

''وشمہ۔''

''ہوں۔''اس نے گردن موڑی۔دیان اسے دیکھے گیا۔

''کیا ہوا؟'' دیان کے نہ بولنے پر وہ بولی۔

''دعا کرنا کہ میں جو دعا مانگتا ہوں وہ قبول ہو جائے۔''

وشمہ کی آنکھیں نم ہوگئی۔وہ جانتی تھی وہ کون سی دعا کرتا ہے۔

انا پرست تو ہم بھی غضب کے ہیں لیکن
تیرے غرور کا بس احترام کرتے ہیں

''وشمہ میرا فون واپس کرو پلیز۔''

''نانانانانا۔ہرگز نہیں۔''وہ بیڈ پر چڑھ گئی

''دیکھو پلیز کوئی بات نہیں کرنا۔''نوال رونے والی ہوگئی۔دوسری طرف امل اور وشمہ اسے چڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے۔

''ایک میسج کی بات ہے بجو کے لیے اتنا تو ہم کر ہی سکتے ہیں۔''

''نہیں نہیں داجی کو پتا چلا تو بہت برا ہوگا۔''

''کچھ نہیں ہوگا''وہ کمرے سے باہر بھاگی۔

''یہ مجھے مروائے گی وشمہ۔''وہ بھی چیختے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی۔پوری حویلی ان تینوں نے سر پر اٹھا رکھی تھی۔بی بی جان اپنے کمرے میں مغرب کی نماز پڑھنے گئی تھیں جبکہ باقی خواتین بازار گئی ہوئی تھیں۔

''وشمہ! مجھے دے دو۔اف،اللہ یہ لڑکی اتنی چھلانگیں کیوں مارتی ہے۔'' دیان جو ٹی وی دیکھ رہا تھا تینوں کی اچانک آمد پر بوکھلا گیا۔

''کیا ہو گیا ہے۔''

''وہ نا۔'' وشمہ بولنے لگی تھی لیکن نوال نے اس کی بات کاٹ دی۔

''کچھ نہیں لالہ ایسے ہی۔'' اس نے آنکھوں سے وشمہ کو اشارہ کیا جس پر وہ ہنسنے لگی۔ ہنسی بھی وہ جس کو دس منٹ تک بریک نہیں لگنی تھی دیان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ جبکہ امل وشمہ کے ساتھ ہنسنے میں مصروف تھی۔ نوال کا موبائل بجا تو وشمہ نے سکرین اس کے سامنے لہرائی۔ سکرین پر نظر آتا نمبر دیکھ کر نوال کا رنگ اڑ گیا۔

''نوید کالنگ۔''

''کیا ہو رہا ہے لڑکیو، کیوں پورا گھر سر پر اٹھا رکھا ہے۔'' بی بی جان بھی ہال میں آ گئی۔

''وشمہ! مجھے دو۔'' نوال جو نہی آگے بڑھی وشمہ نے کچن کی طرف دوڑ لگا دی۔ گل دودھ اٹھا کر مڑی ہی تھی کہ وشمہ کا بازو دودھ والی دیگچی کو لگا۔ دودھ اچھل کر اس کے بازو پر آیا۔

''آ آ ا۔''

''وشمہ بی بی آپ ٹھیک ہیں۔'' اس نے فوراً دیگچی شیلف پر رکھی اور وشمہ کا ہاتھ دیکھا۔ امل اور نوال بھی اس کے پاس آ گئی۔

''وشمہ! تمہارا ہاتھ جل گیا۔ ادھر آؤ ٹھنڈا پانی ڈالو، نہیں نہیں پانی سے چھالے ہو جائیں گے۔ تیل لگاؤ۔'' امل نے اسکے ہاتھ پر ٹھنڈا پانی ڈالنا چاہا لیکن نوال نے بڑی مشکل ہونے سے بروقت بچا لیا۔

''مجھے معاف کر دیں وشمہ بی بی، میں نے دیکھا نہیں۔''

''نہیں نہیں گل، تمہاری غلطی نہیں ہے میری اپنی غلطی ہے تم معافی مت مانگو۔''

''لیکن بی بی، دودھ بہت گرم تھا یہ دیکھیں کتنا لال ہو رہا ہے بازو۔''

''ادھر دکھاؤ اور اچھلو بندروں کی طرح۔'' دیان نے آگے ہو کر اس کا بازو دیکھا۔

''تم مجھے بندر کہہ رہے ہو۔'' وشمہ نے اسے گھورا

''تو انسان کہوں؟ ایسی حرکتیں انسان تو کم از کم نہیں کرتے امل ٹیوب لاؤ۔''

''ہٹو مجھے نہیں لگانی کوئی برنال۔'' اس نے منہ بنایا۔ شور سن کر کچن میں آتے داجی دروازے پر ہی رک گئے۔

”یہ لیں لالہ۔“

”چپ کرو تم، لاؤ ہاتھ آگے کرو۔“ اس نے سنجیدگی سے کہتے اس کا ہاتھ پکڑا اور ٹیوب لگانے لگا۔ وشمہ کو بہت جلن ہو رہی تھی لیکن وہ اسے دم بخود دیکھے گئی۔ دیان کے لہجے میں کتنی فکر تھی، پریشانی تھی دروازے پر کھڑے داجی غصے سے آگ بگولہ ہو گئے۔ دیان جب برنال لگا چکا تو وشمہ نے فوراً ہاتھ کھینچا اور کچن سے باہر نکلی تبھی نظر داجی پر پڑی۔ اس کے چہرے پر زہریلی مسکان آئی۔ وہ انہیں جتاتی نظروں سے دیکھتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی اور وہ پیر پٹخ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

⁂......⁂......⁂

رات کھانے کے بعد جب وہ چہل قدمی سے واپس آئے تو اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وشمہ کے کمرے کی طرف آئے اور دستک دی۔ وہ ہاتھ پر کریم لگا رہی تھی۔

”آجائیں۔“

داجی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

”آپ۔“

”مجھے تم سے بات کرنی ہے۔“

”جی بیٹھیئے نا۔“ اس نے صوفے کی طرف اشارہ کیا

”میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا دوٹوک بات کرنے آیا ہوں۔“

”ٹھیک ہے کہیئے جو کہنا ہے۔“ اس نے دل سے انہیں بیٹھنے کے لیے کہا تھا لیکن وہ بھی انہی کی پوتی تھی۔ دونوں بازو سینے پر باندھ کر وہ کھڑی ہوئی۔

”تم نے یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے؟“

”کونسا تماشہ؟“

”یہی دیان کو اپنی طرف کرنے کا۔“

”مجھے یہ تماشہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ دیان میرا ہے۔“

''دیان میرا پوتا ہے وہ میرے خلاف نہیں جائیگا۔''

''اچھا اور اگر اس نے آپ کو منا لیا تو آپ کیا کہیں گے۔''

''مجھے اپنی پرورش پر یقین ہے۔''

''اچھا اور مجھے اپنی محبت پر پختہ یقین ہے۔'' وہ چونکی یہ کیا بول دیا لیکن پھر ایک دم سنبھلی۔

''دیکھو وشمہ، آغا کی زبان میرے سامنے نہ بولا کرو۔''

''میں تو وہی کہہ رہی ہوں جو آپ سے سیکھ رہی ہوں۔''

''میں بدلحاظ بے مروت بدتمیز نہیں ہوں۔''

''میں بھی نہیں ہوں بس ضدی بہت ہوں۔''

''مجھ سے زیادہ ضدی نہیں ہو گی تم۔''

''یہ تو وقت بتائے گا داجی۔ اور ایک بات آپ ہی کی پوتی ہوں۔''

''تم مجھے وقاص خان کو چیلنج کر رہی ہو۔''

''آپ کو ایسا لگتا ہے تو ہاں کر رہی ہوں۔''

''میں اس کھیل کا پرانا کھلاڑی ہوں۔''

''پر آج کل اس کھیل پر میں چھائی ہوئی ہوں۔'' تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا گیا۔

''سارا غرور سارا طنطنہ پانی کی طرح بہہ جائے گا۔''

''منظور ہے۔'' مسکرا کر بولی۔

''مجھے تم سے نفرت محسوس ہو رہی ہے وشمہ۔'' وہ غصے سے بولے۔ وشمہ کی آنکھوں میں ایک دم بہت سا پانی اترنے لگا اس نے خود کو کمپوز کیا۔

''ٹھیک ہے داجی، آپ اپنی نفرت سے کھیلیں میں اپنی محبت سے کھیلتی ہوں۔ نفرت اور محبت کی جنگ میں جو آگے بڑھ گیا جیت اسی کی ہو گی۔''

''ٹھیک ہے لیکن دیان کو یا کسی اور کو پتہ نہ چلے کہ ہمارے بیچ یہ جنگ چھڑی ہوئی ہے۔''

''میں تو نہیں بتاؤں گی لیکن آپ کمزور پڑ گئے ہارنے لگے تو آپ نہ بتا دیجئے گا۔''

''بکواس بند کرو۔''اس کی مسکراہٹ نے وقاص خان کو اور بھڑکا دیا۔ وہ غصے سے مڑ گئے۔

''اور ہاں جاتے جاتے ایک بات سن لیجئے داجی، دیان میرا ہے اور میرا ہی رہے گا۔ اس گھر کی بہو وشمہ دیان خان ہی بنے گی۔''لہجہ مضبوط تھا۔

''جو اونچا اڑتے ہیں زمین پر زور سے وہی گرتے ہیں۔''

''دیکھتے ہیں داجی۔''

وہ جاتے ہوئے دروازہ زور سے بند کر کے گئے۔ وشمہ نے آنکھیں زور سے بند کیں۔ آنسو ٹوٹ کر گرے۔ اس نے جھٹکے سے گال صاف کئے اور سونے کے لیے لیٹ گئی لیکن نیند کسے آنی تھی۔ دور آسمان پر چاند نے اپنی چاندنی کو مزید پھیلا کر اس چھوٹی سی لڑکی کو مسکرا کر عشق کی گلیوں میں آنے پر خوش آمدید کہا۔

❋......❋......❋

شام ہوتے ہی حویلی روشنیوں میں نہا گئی۔ لان خصوصی طور پر سجایا گیا تھا۔ کیونکہ آج امل کی سالگرہ تھی۔ گھر کی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی ہونے کے ناطے اس نے دیان اور سب گھر والوں سے ضد کر کے اپنی سالگرہ کی تقریب رکھوائی تھی۔ فنکشن میں حویلی کے افراد کے علاوہ نوال کے سسرال والے بھی شامل تھے۔

''مورے! مجھے پلیز بتا دیں میں کیا پہنوں۔''وہ کچن میں کھڑی کب سے عالیہ کا سر کھا رہی تھی۔

''وشہ! کچھ بھی پہن لو اب اتنی چھوٹی تو ہو نہیں کہ میں کپڑیں نکال کے دوں۔''وہ جھنجھلا کر بولی۔

''اب آپ ایسا کریں گی میرے ساتھ۔ ہمیشہ آپ ہی تو مجھے فنکشن کے لیے کپڑے نکال کر دیتی ہیں سب تیار ہو گئے ہیں مورے جلدی کریں۔''

''ہاں لیکن اب بڑی ہو جاؤ میں بہت مصروف ہوں۔ جاؤ کوئی بھی پہن لو بھابھی کہیں نا اسے۔''انہوں نے زنیرہ بی بی کو کہا۔

''وشمہ چندا! جاؤ کوئی بھی پہن لو سب میں ہی بہت خوبصورت لگتی ہو۔''وہ پیر پٹختی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”وشمہ! تمہارا بازو کیسا ہے۔“ تیزی سے سیڑھیاں اترتا دیان اسے دیکھ کر رکا۔

”ٹھیک ہے۔“ وہ جواب دے کر آگے بڑھ گئی۔

”رکو۔“

”کیا؟“

”غبارہ کیوں بنی ہوئی ہو؟“

”میری مرضی۔“

”اچھا تیار کیوں نہیں ہوئی۔“

”مجھے سمجھ نہیں آ رہا کیا پہنوں، مورے کام میں مصروف ہیں مجھے بتا ہی نہیں رہیں۔“ وہ منہ لٹکا کر بولی۔

”آؤ مجھے بتاؤ میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔“

”تم میری مدد کرو گے؟“

”ہاں چلو اب۔“

”اوکے۔“

دور سے یہ منظر دیکھتی دو آنکھوں میں غصہ بھر آیا۔ وشمہ نے تین سوٹ نکال کر اس کے سامنے لہرائے۔

”اب بتاؤ کیا پہنوں؟“ دیان نے غور سے کپڑے دیکھے۔ پھر آگے بڑھ کر ایک سوٹ بیڈ سے اٹھا کر اس کو پکڑایا۔

”یہ لو۔“

”پکا یہی پہنوں؟“

وہ اورینج اور پنک کا مینیشن کا پاؤں تک آتا فراک تھا۔

”ہاں۔“

”اوکے، اب تم جاؤ میں بس ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔“

دیان کے جاتے ہی وہ تیار ہونے چلی گئی۔

موسم بہت خوشگوار تھا۔ سب لان میں بیٹھے تھے۔ وہ میرب کے کمرے کی طرف بڑھی امل اور نوال وہیں تھیں۔

”ہائے گائز، تم سب کیوں کمرے میں بند ہو؟“

”ماشاء اللہ وشمہ، تم کتنی پیاری لگ رہی ہو مائی گاڈ میری کزن اتنی خوبصورت ہے۔ مجھے پتا ہی نہیں تھا۔“ امل نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے گھمایا۔

”امل! میں نے ہیل پہنی ہے گر جاؤں گی۔“

”تم جاؤ امل میرب کو بھی لے جاؤ بی جان بلا رہی تھی۔“

”تو نوال آپ بھی آؤ نا۔“

”بچی شرما رہی ہے نیچے سسرال والے بیٹھے ہیں محترمہ کے۔“

”اوہ، ہاں میں تو بھول ہی گئی چلو نوال۔ آجائیں بھابھی۔“ وہ باہر آئی تو عالیہ نے اسے بلا لیا۔

”آپ سب چلو میں آتی ہوں۔“

”کیا ہوا مورے۔“

”ایک منٹ میرے ساتھ آؤ۔“ وہ اسے کمرے میں لائی اور الماری کی طرف بڑھ گئی۔ وشمہ بیڈ پر بیٹھی ان کو دیکھنے لگی۔ جب وہ پلٹی تو ان کے ہاتھ میں ایک باکس تھا جسے انہوں نے وشمہ کر پکڑا یا۔

”یہ کیا ہے؟“

”یہ ہے میرا سیٹ، جسے آج میں اپنی پری کو دیتی ہوں۔ تمہارے اس سوٹ سے میچ بھی کرے گا۔“ اس نے باکس کھولا تو منہ سے بے اختیار واؤ نکلا۔ اس نے اپنی آرٹیفیشل بالیاں اتاریں اور سیٹ پہن لیا۔

”بہت پیارا لگ رہا ہے۔“ عالیہ نے اس کی پیشانی چومی۔

”تھینک یو سوچ، میں اب جاتی ہوں آپ بھی آجائیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے باہر نکلی۔ لاؤنج کے دروازے پر داجی اسے دیکھ کر رک گئے۔ اس نے سائیڈ سے ہو کر نکلنا چاہا لیکن داجی نے اسے پکارا۔

”بات سنو لڑکی۔“ وہ اسے لڑکی ہی کہتے تھے۔

”جی کہیئے۔“

”آج دیان کو اپنی اداؤں سے رجھانے کے لئے تیاری کر کے آئی ہو۔“

اسے بہت غصہ آیا لیکن مسکراتے ہوئے بولی۔

''مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے دا جی، آپ تو کہتے ہیں دیان آپ کو بہت پیارا ہے لیکن آپ تو اپنے پوتے کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ دیان ایسا لڑکا ہے ہی نہیں دا جی (اب وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی) وہ تو میری آنکھوں میں دیکھ کر بات بھی نہیں کرتا۔ جس لڑکی سے محبت کرتا ہے اس پر ایک سے زیادہ دفعہ نظر نہیں ڈالتا اور دوسری بات دیان میرا ہے اس لیے اس کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے مجھے ان تیاریوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن ایسا لگ رہا ہے آپ کو ڈر لگ رہا ہے۔'' اس نے دونوں بازو سینے پر باندھے۔

''مجھے کیوں ڈر لگے گا۔''

''مجھے کیا پتہ۔''

''دیکھو لڑکی۔''

''دیکھ ہی تو رہی ہوں دیان کو، کتنا پیارا لگ رہا ہے نا دا جی۔'' اس نے باہر نوال کے دیور کے ساتھ کھڑے دیان کی طرف اشارہ کیا۔

''آج تمہیں بتاؤں گا کہ دیان میری کتنی بات مانتا ہے تم دیکھتی رہ جاؤ گی۔''

''واہ میں دیکھنا چاہوں گی۔'' اس نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے کھڑی بی بی جان نے نم آنکھیں صاف کیں اور باہر چلی گئیں جہاں سارے مہمان آچکے تھے۔ وشمہ لڑکیوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔ سب باتوں میں مصروف تھے جبکہ نوال تو گونگی بنی بیٹھی تھی۔ نوید فون سننے کے لیے اٹھ کر دوسری طرف آیا۔ اب وہ نوال کے سامنے تھا اس نے اپنے خیال میں کسی بات پر ہنستے ہوئے سر اٹھایا۔ نوید بھی اس طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ نوال کی ہنسی پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ نوال کی ہنسی کو ایک دم بریک لگی۔ جبکہ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا اور کسی کا دھیان اس طرف نہیں تھا لیکن وشمہ کی آنکھوں سے یہ نہ چھپ سکا۔

''آہم آہم۔'' اس نے نوال کو کہنی ماری اور اس کی طرف جھک کر گنگنانے لگی۔

''توبہ تمہارے یہ اشارے۔ ہم تو دیوانے ہیں تمہارے۔ راز یہ کیسے کھول رہی ہو تم آنکھوں سے بول رہی ہو۔''

''وشمہ!'' اس نے وشمہ کے بازو پر تھپڑ لگایا۔ وہ ہنستے ہوئے سیدھی ہوئی اور سامنے دیکھا۔ دیان کی آنکھیں

ضبط سے لال ہو رہی تھیں۔وہ پریشان ہوئی۔

”اسے کیا ہوا۔“ پھر بی جان اور عالیہ کو دیکھا۔وہ بھی پریشان تھی پھر داجی کو دیکھا۔وہ مسکرا کر نوال کی ساس کو کچھ کہہ رہے تھے۔اس کی آنکھوں میں تفتیش اتری۔کچھ دیر بعد عالیہ گل کے ساتھ کیک لے کر باہر آئی۔

”آجاؤ امل جلدی کرو۔“

”جلدی آؤ امل، میں چچی کے ہاتھ کا بنا کیک کھانے کے لیے اور انتظار نہیں کرسکتا۔“ دیان نے عالیہ کے گرد بازو پھیلایا۔وشمہ کو کچھ کھٹک رہا تھا۔داجی کی نظریں وشمہ پر ہی تھیں۔امل کیک کاٹنے کے لیے آگے بڑھی۔

”دیان! میری بی پی کی دوا لے آؤ گے ختم ہوگئی ہے۔“

”جی اچھا داجی۔“ وہ جانے کے لئے مڑا تو داجی نے فاتحانہ مسکراہٹ سے وشمہ کی طرف دیکھا۔ان کا مقصد وشمہ کو یہ باور کروانا تھا کہ وہ دیان کو اہم سے اہم تقریب سے بھی چاہیں تو اٹھا سکتے ہیں۔دیان کے جانے کا سن کر امل اداس ہوگئی۔وشمہ نے امل کا اداس چہرہ دیکھا پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی

”دیان۔“

”ہوں۔“

”دیان! امل تمہاری بہن ہے ابھی بس کیک کٹنے والا ہے اور تم جا رہے ہو۔“

”وشمہ! داجی کی دوائی ضروری ہے۔“

”جانتی ہوں دیان بس دس منٹ تو لگیں گے۔“

”وشمہ داجی کو برا لگے گا۔“

”اور تمہاری بہن تمہارے جانے کے بعد روئے وہ تمہیں اچھا لگے گا وہ دیکھو تمہارے جانے کا سن کر وہ اداس ہوگئی۔“

”وشمہ۔“

”ٹھیک ہے مرضی ہے ویسے بھی میری کونسی بات کسی نے سننی ہے۔“ وہ کندھے اچکا کر مڑ گئی۔پیچھے قدموں کی آواز پر پلٹی تو دیان پیچھے آرہا تھا۔وہ مسکرائی۔

''خان بابا کو کہہ دیا ہے۔وہ لے آئیں گے اب دانت مت دکھاؤ۔''

جبکہ داجی نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں۔امل نے کیک کاٹ کر سب سے پہلے اپنے بھائی کو کھلایا پھر باقی سب کو۔داجی نے مسکرا کر امل کو گلے لگایا اور ڈھیروں دعائیں دیں۔وشمہ کی آنکھوں میں اترتا پانی بی بی جان نے دیکھ لیا۔انہوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔وہ مسکرائی۔

''تھینک یو بی بی جان۔''

سب نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا۔عالیہ کسی کام سے کچن میں گئیں تو وشمہ بھی ان کے پیچھے کچن میں آگئی۔

''ماما! کیا کوئی بات ہوئی ہے بی بی جان تائی جان آپ پریشان لگ رہے تھے۔''

''پریشانی کی بات تو ہے۔''

''کیا ہوا مورے، دیان بھی پریشان لگ رہا سب خیریت ہے نا۔''

''نوال کی ساس کو تم ولید کے لیے پسند آگئی ہو۔وہ تمہارے رشتے کی بات کر رہی تھی۔''

وشمہ کو لگا گویا اس کے سر پر بم پھٹ گیا ہے۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں ماما۔تو آپ انہیں منع کر دیں۔''

''ہم منع کر دیتے لیکن بابا نے سوچنے کا وقت مانگ لیا ہے۔''

''ماما! سوچا وہاں جاتا ہے اگر ہاں میں جواب دینا ہو اور میرا جواب انکار ہے۔صاف صاف انکار۔'' وہ غصے سے بولی۔

''اچھا پریشان نہ ہو بعد میں بات کرتے ہیں۔جاؤ باہر بیٹھو سب کے ساتھ۔''

تقریباً گیارہ بجے سب مہمان جا چکے تھے اور گھر والے بھی اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلے گئے تھے۔وہ کپڑے تبدیل کر کے اپنے بال چٹیا میں قید کر رہی تھی لیکن سوچیں مسلسل الجھی ہوئی تھیں۔کھانے کے وقت سے دیان غائب تھا۔اچانک ولید کا رشتہ آجانا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

❋......❋......❋

دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے سگریٹ بجھائی اور بالوں میں ہاتھ پھیرتا دروازہ کھولا۔سامنے زنیرہ بی

بی تھیں۔

’’مورے! آپ سوئی نہیں؟‘‘

’’دیان بیٹا! کیا ہوگیا ہے۔‘‘ انہوں نے اس کی گال پر ہاتھ رکھا۔اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

’’کچھ نہیں مورے، آپ سو جائیں تھک گئی ہوں گی۔‘‘

’’اپنی مورے سے اب باتیں چھپاؤ گے۔چلو بتاؤ کیا بات تنگ کر رہی ہے میری بیٹے کو۔‘‘

’’مورے! وشمہ صرف میری ہے۔‘‘ وہ ان کا ہاتھ تھام کر بولا۔زنیرہ بی بی نے اس کا ہاتھ تھپکا۔

’’میری جان! انشاء اللہ وشمہ تمہاری ہی ہوگی۔ داجی مان جائیں گے ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں وشمہ ہمارے دیان کی دلہن بنے اور عالیہ بتا رہی تھی، وشمہ نے بھی ولید کے رشتے کے لیے منع کر دیا ہے۔ بالکل فکر مت کرو، اللہ سب بہتر کریں گے۔اب سو جاؤ۔‘‘

وہ اس کے گال تھپک کر چلی گئیں لیکن دیان اب بھی بے چین تھا۔

......

ان	راستوں	ان	منزلوں	میں
تیرا		میرا	ساتھ	ہو

وہ جائے نماز تہہ کر رہی تھی تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور آہستہ سے دروازہ کھلا۔

’’بی بی جان!‘‘ وہ جائے نماز رکھ کر ان کی طرف آئی۔

’’آج میرے کمرے میں کیسے۔‘‘

’’کیوں، میں اپنی گڑیا کے پاس نہیں آسکتی۔‘‘

’’کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ میں تو کہتی ہوں آپ میرے پاس ہی رہا کریں۔‘‘

’’مجھے تم سے بات کرنی ہے۔‘‘

’’جی جی آئیں۔‘‘

’’یہاں نہیں باہر تازہ ہوا میں بیٹھتے ہیں۔‘‘

”ٹھیک ہے چلیں۔“ وہ دونوں حویلی کے پچھلے لان میں آگئیں۔ صبح کی تازہ ہوا بہت بھلی لگ رہی تھی۔ وشمہ بی بی جان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”وشمہ بچے! تمہارے داجی اور تمہارے درمیان جو چل رہا ہے وہ مجھ سے چھپا نہیں ہے۔“

ان کی بات سنتے ہی وشمہ چونکی۔

”بیٹا! وقاص خان میں بہت غرور ہے۔ بچے، میں نہیں چاہتی تمہیں کوئی بھی تکلیف ہو۔تم میری لاڈلی بیٹی ہو اسی طرح دیان بھی مجھے بہت عزیز ہے۔“

”بی بی جان! آپ ہی بتائیں میں کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔“ اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

”بی بی جان! داجی نے جو یہ جنگ شروع کی ہے میں اس کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔ وہ مجھے اپنی پوتی نہیں مانتے کوئی بات نہیں لیکن وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں یہ بات میرا دل زخمی کررہی ہے۔ بی بی جان! میں اس حویلی میں جب آئی تو میرے دل میں کسی کے لیے محبت نہیں تھی کیونکہ سب نے مجھے بابا سے دور رکھا لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ اس میں آپ سب کا کوئی قصور نہیں ہے۔ سارا قصور تو داجی کا ہے۔“

”وشہ ایک بات پوچھوں۔“

”جی۔“

”تم نے دیان سے شادی کے لیے ہاں کسی بدلے کے لیے تو نہیں کی؟“

اس نے فوراً ان کا ہاتھ پکڑا۔ ”نہیں بی بی جان، ہرگز نہیں میں دیان کو داجی کے سامنے ضرور لانا چاہتی ہوں لیکن شادی کے لیے ہاں میں نے دل سے کی ہے آپ سب کی خواہش کا احترام کرتی ہوں میں۔“

”بیٹا! دیان کے ساتھ کوئی ناانصافی مت کرنا اس کی کوئی غلطی نہیں ہے اس کو سزا مت دینا وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے بہت زیادہ۔“

”جانتی ہوں بی بی جان، وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں۔ دیان کو میری وجہ سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“ بی بی جان نے مسکرا کر اس کا گال تھپکا۔

وہ تینوں میرب کے کمرے میں بیٹھیں لیپ ٹاپ پر کوئی ڈراونی فلم دیکھ رہی تھیں تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

"میرب بی بی میں ہوں۔"

"آجاؤ گل۔"

"داجی سب کو نیچے بلا رہے ہیں۔"

چاروں سیدھی ہوئیں

"کیوں خیریت۔"

"وہ تو مجھے نہیں پتا، آپ سب آجائیں باقی سب نیچے ہی ہیں۔" وہ چاروں فوراً سے نیچے بھاگیں، وشمہ میرب کا ہاتھ پکڑے سیڑھیاں اتر رہی تھی نظریں داجی پر تھیں وہ بھی اسے ہی گھور رہے تھے۔

"کیا بات ہے بابا۔" ذوالفقار خان بولے۔

"دیان آجائے۔"

تھوڑی دیر بعد دیان بھی نیچے آگیا۔

"خیریت داجی کیا بات ہے۔"

"کچھ باتیں ہیں جو سب گھر والوں کو اکٹھا کر کے ہی بتانے والی تھیں۔" سب ان کی طرف متوجہ تھے۔

"گھر کے بچے اب بڑے ہو رہے ہیں تو ان کی آگے کی زندگی کے فیصلے بھی ہم نے ہی کرنے ہیں۔ ماشاء اللہ سے نوال گڑیا تو کچھ مہینے بعد اپنے گھر کی ہو جائے گی۔" زنیرہ بی بی نے نوال کو مسکرا کر دیکھا۔

"میرا پوتا دیان ماشاء اللہ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو چکا ہے۔ کاروبار میں بھی ترقی کر رہا ہے تو میں نے فیصلہ کیا ہے نوال سے پہلے کیوں نا دیان کی شادی کر دی جائے۔ لڑکی بھی گھر کی ہے اچھی سلجھی ہوئی۔"

وشمہ سمجھ گئی کیا ہونے جا رہا ہے اور اسے کچھ دیر بعد ہونے والی صورت حال کا بھی اندازہ ہو گیا۔

"میں نے دیان کے لیے بختاور کو چنا ہے۔ ہفتے کو جا کر ہم بات پکی کر آئیں گے اور مجھے امید ہے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

سب نے چونک کر وقاص خان کو دیکھا۔ وشمہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ آنکھیں نم ہوئیں لیکن لبوں پر مسکراہٹ تھی داجی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

''اور وشمہ کے لیے ولید کا رشتہ آیا ہے۔ لڑکا بہت اچھا ہے وشمہ میری پوتی ہے تو اس کا بھی مجھے ہی سوچنا ہے۔ کل صبح ہم جواب دے دیں گے۔'' بول کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگے لیکن دیان کی آواز نے ان کے قدم روک دیے۔ باقی سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

''رک جائیں داجی۔'' اس نے لال ہوتی آنکھیں اٹھائیں۔ وشمہ نے آنکھ کا کونا انگلی سے صاف کیا۔

''کیا کہنا ہے دیان۔''

''آپ کے فیصلے سے میں متفق نہیں ہوں داجی، میں بختاور سے ہرگز شادی نہیں کروں گا۔''

وشمہ نے داجی کو دیکھا تبھی انہوں نے بھی غصے سے وشمہ کو گھورا۔

''تمہاری شادی بختاور سے کرنے کی خواہش ہے میری۔''

''لیکن بختاور میری خواہش نہیں ہے۔'' اس کا انداز بدلا ہوا تھا۔

''تمہارا جھکاؤ اس آغا کی نواسی کی طرف ہو گیا ہے۔'' انہوں نے غصے سے وشمہ کی طرف انگلی کی۔ وشمہ نے سر جھکا دیا۔

''وہ آپکی پوتی بھی ہے۔''

''لیکن مجھے اس کے وجود سے نفرت ہے۔''

ڈھیروں آنسو گال بھگو گئے لیکن اس نے سر نہیں اٹھایا۔

''بابا'' شاہ غصے سے بولے۔

''کیسی باتیں کر رہے ہیں داجی، آپ کو ہمیشہ میں نے سراپا محبت پایا ہے۔ آپ کے دل میں نفرت ہو سکتی ہے میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا۔''

''دیکھو دیان میں فیصلہ کر چکا ہوں، بختاور تمہاری بیوی بنے گی۔ اور اس گھر کی بہو۔''

''داجی زندگی میری ہے۔''

"تم بھول رہے ہو میں تمہارا دادا ہوں۔تم اس لڑکی کے لئے مجھے جھکانا چاہ رہے ہو۔"

"میں ایسا کیوں کروں گا۔"

"دیان میں فیصلہ کر چکا ہوں۔"

"اور میں وعدہ کر چکا ہوں داجی۔"

"مجھے تم سے ایسی بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔"

"آخر مسئلہ کیا ہے آپ کو اس سے آپ کی پوتی ہے۔میری محبت ہے۔"

"یہی مسئلہ ہے مجھے اس لڑکی سے اتنی آزاد خیال ہے تو اپنے بچوں کو کیا سکھائے گی، یہی بغاوت۔آتے ہی تمہیں میرے سامنے لا کھڑا کیا۔آج تک کوئی میرے سامنے نہیں آیا میرے فیصلوں سے انکار نہیں کیا اور اس لڑکی نے تمہیں اپنے جال میں پھنسا لیا۔"

"خدا کا واسطہ ہے داجی کس قسم کی سوچ اپنا لی ہے آپ نے۔"

"واہ برخوردار اب میری سوچ کو غلط کہہ رہے ہو۔"

"داجی! میں آپکی عزت کرتا ہوں لیکن میری محبت کی توہین کا حق میں نے آپ کو نہیں دیا۔"

وشمہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کر دیان کو دیکھا۔کتنی محبت تھی اس کی آنکھوں میں۔

"محبت، ہاہاہا کونسی محبت۔وہ جو اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر تمہیں ہوئی ہے۔یہ جوانی کا جوش ہے اور کچھ نہیں۔" وشمہ نے زور سے آنکھیں بھینچیں۔عالیہ نے سسکی روکنے کے لیے ہاتھ منہ پر رکھا لیکن شاہ کو کچھ نہیں بولنے دیا۔

"داجی۔" دیان دھاڑا۔اس کی دھاڑ سے پوری حویلی گونج اٹھی۔وقاص خان نے حیرت سے دیان کو دیکھا۔

"میں مر کر بھی بختاور سے شادی نہیں کروں گا۔یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔اگر وشمہ نہیں تو کوئی بھی نہیں۔میں اس حویلی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا جاؤں گا لیکن کسی کو بھی نہیں اپناؤں گا اور آئندہ ایسے الفاظ مت کہیے گا۔"

"بکواس بند کرو دیان۔"

"آپ جانتے ہیں میرا فیصلہ بھی اٹل ہوتا ہے۔"

"تم مجھ سے کہہ رہے ہو یہ وقاص خان سے تم میں اب اتنی ہمت آ گئی ہے کہ میرے آگے زبان چلاؤ گے۔"

"جی آپ سے کہہ رہا ہوں جو اپنی ضد اور انا میں اپنے ہی خون سے ناانصافی کر رہے ہیں۔" وہ بھی اتنے ہی غصے سے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"چٹاخ۔" سب نے بے اختیار اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ شاہ نے آگے بڑھ کر دیان کو پیچھے کیا۔ وشمہ کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا ہے۔

"دو دن کی محبت نے تمہیں اتنا بدتمیز کر دیا ہے کہ مجھ سے زبان چلا رہے ہو۔"

"اور آپ اپنی نفرت میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ آپ کو اور کچھ نظر نہیں آ رہا۔ دا جی ٹھیک ہے آپ اپنی ضد کریں میں کل ہی یہ حویلی اور ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ بات اب میری بھی ضد کی ہے اور محبت میں ضد شامل ہو جائے تو خودسر ہو جاتی ہے۔ پھر سامنے اگر کسی اپنے کی انا بھی ہو تو اسے کچلنے سے باز نہیں آتی۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتا بول کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وقاص خان کے دل میں اٹھتی ٹیس سے سب انجان تھے۔ انہوں نے وشمہ کی طرف دیکھا جو اوپر دیان کے کمرے کی طرف دیکھ رہی تھی پھر غصے سے باہر نکل گئے۔ سب اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ عالیہ وشمہ کے پاس آئی اور اسے گلے لگایا۔ وشمہ آہستہ سے پیچھے ہوئی۔

"ماما میں ٹھیک ہوں آپ بابا کے پاس جائیں۔"

"میں جانتی ہوں میری چندا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ماما! آپ بابا کے پاس جائیں۔" سب کے جاتے ہی اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔ سسکیاں گونجنے لگیں۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنے کمرے تک ہی چلی جائے۔

"وشہ، میری چندا میرے پاس آؤ۔" اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ بی بی جان صوفے پر بیٹھی تھیں۔ وہ سمجھی تھی سب اپنے کمرے میں جا چکے ہیں بی بی جان کو دیکھتے ہی آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔ وہ بھاگ کر ان کے گلے لگ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بی بی جان! یہ کیا ہو گیا دیان دا جی سے بہت محبت کرتا ہے وہ۔ وہ بہت بکھر گیا ہے بی بی جان میری وجہ سے یہ سب ہوا ہے مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔"

''ایسے مت بولو چندا یہ تمہارا گھر ہے۔''

''میں ایسا نہیں چاہتی تھی بی بی جان، دیان کو ایسے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ کیوں مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے اس کی آنکھوں میں دیکھا ہے میں نے۔ بی بی جان وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے لیکن میں نے اسے دکھ دیا ہے۔ وہ داجی سے بھی تو محبت کرتا ہے میری وجہ سے اس پر ہاتھ اٹھا۔'' وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

''وشہ چندا! رونا بند کرو میری بچی۔ مت رو اللہ سب ٹھیک کر دیں گے چپ کر جاؤ۔'' وہ ان سے الگ ہوئی۔

''آپ کو بھی پریشان کر دیا کافی رات ہوگئی ہے۔ آئیں میں آپ کو کمرے تک چھوڑ آتی ہوں۔'' وہ آنسو صاف کر کے اٹھی پھر اپنے کمرے میں آ کر چکر کاٹنے لگی۔

''یا اللہ! میں کیا کروں میں دیان کے ساتھ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتی۔ دیان کو داجی کے سامنے لانا تھا وہ لے آئی۔ داجی کو بھی تکلیف تو ہوئی ہوگی اپنی جان سے پیارے پوتے کا دور جانے کا سوچ کر۔ اب بس میں صبح ہی آغا جان کے پاس چلی جاؤں گی میں یہاں نہیں رہوں گی۔''

دماغ میں چلنے والے خیالات کے باعث نیند نہ آنے کی وجہ سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اچانک موبائل کی آواز پر وہ چونکی اور اپنے خیالات سے پلٹ آئی اور موبائل تلاش کرتے ہوئے بیڈ پر ہاتھ مارنے لگی۔

''کہاں گیا۔''

آخر کار اسے تکیے کے پاس موبائل نظر آ گیا۔ لندن سے کال آ رہی تھی۔ جب تک وہ کال ریسیو کرتی فون آنا بند ہوگیا۔ اس نے ٹائم دیکھا تو رات کے تین بج رہے تھے۔ اس نے موبائل ٹیبل پر رکھا اور بالوں کا ہلکا جوڑا بنا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ غیر ارادی طور پر نظر دیان کے کمرے کی طرف اٹھی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔ پوری حویلی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ہاتھوں میں ٹرے تھامے جس میں دو کپ چائے اور سینڈوچ تھے دیان کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ اس نے ہلکی سی دروازے پر دستک دی۔ کمرے کا منظر دیکھیں تو اندھیرے کمرے میں سگریٹ کا دھواں بھرا ہوا تھا اور دیان الجھے ہوئے حلیئے میں بیڈ کے ساتھ نیچے بیٹھا تھا۔

(''کونسی محبت وہ جو اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر تمہیں ہوئی'') داجی کا ایک ہی جملہ اس کے دماغ میں اٹک گیا

تھا جس کی گونج اس کی کانوں میں گونج کر اس کی دماغ کی نسیں پھڑ پھڑا رہی تھی۔ دستک پر اس نے سر اٹھایا پھر اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے وشمہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس کو بالکل توقع نہیں تھی کہ وشمہ ہوگی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا بولے اس کی مشکل وشمہ نے خود آسان کر دی۔

''ہٹو آگے سے۔'' وہ اسے سائڈ پر کرتی اندر چلی آئی۔ سگریٹ کے دھوئیں سے وہ کھانسنے لگی۔ دیان نے آہستہ سے دروازہ بند کیا۔ وشمہ نے ٹرے بیڈ پر رکھی اور دوپٹہ ناک پر رکھ کر کھڑکیاں اور بالکنی کا دروازہ کھول دیا تا کہ دھواں باہر نکل جائے۔ وہ مڑی تو دیان صوفے پر بیٹھا کنپٹی مسل رہا تھا۔ اس نے ٹرے سامنے ٹیبل پر رکھی اور ایک کپ اس کی طرف بڑھایا۔

''نہیں میرا دل نہیں ہے۔''

''میں یہ سننے نہیں آئی کہ تمہارا دل ہے کہ نہیں ہے۔ اس وقت میرا سر بہت درد کر رہا ہے اس لیے چپ چاپ چائے پیتے ہیں پھر مجھے بات کرنی ہے۔''

دیان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''تم روئی ہونا۔''

''نہیں۔'' اس نے کندھے اچکا کر جواب دیا۔

''جھوٹ۔'' دیان نے دوبارہ سر پکڑ لیا۔

''پلیز دیان۔''

دیان نے نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ سے سینڈوچ اور کپ پکڑ لیا۔ وشمہ اٹھ کر بالکنی میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد دیان بھی اس کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔

''دیان! میری پوری بات سننا اور اسے ماننا۔'' اس نے دیان کی طرف رخ کیا تو وہ بھی سیدھا ہوا۔

''سب سے پہلے سوری۔ میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف ہوئی۔ میں واپس آغا جان کے پاس چلی جاؤں گی۔''

دیان نے تڑپ کر کچھ کہنا چاہا لیکن وشمہ نے روک دیا۔

''میری بات سنو پہلے بھی تو سب خوشی خوشی رہ رہے تھے نا اب بھی رہ لو گے۔ تم وہاں شادی کر لو جہاں دا جی

کہہ رہے ہیں سمجھو میں تمہاری زندگی میں آئی ہی نہیں۔''

''وشمہ۔'' وہ بے بسی سے بولا

''دیان اسی میں بہتری ہے۔'' اس نے یہ الفاظ کتنی مشکل سے کہے تھے یہ وہی جانتی تھی۔

''نہیں کوئی بہتری نہیں ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں تمہارے بغیر میں ایک پل نہیں رہ سکتا اور تم ہمیشہ کے لیے جانے کی بات کر رہی ہو۔ میں تمہیں اپنے آپ سے جدا نہیں کر سکتا۔ میں نہیں جانتا یہ کب ہوا لیکن میں نے بہت دفعہ اپنے آپ کو پرکھا ہے اور ہر بار دل نے صرف ایک نام لیا ہے ''وشمہ'' خدا گواہ ہے وشمہ میں نے آج تک کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ میرے نظر میں تمہاری بہت عزت ہے۔''

وشمہ اسے دیکھے گئی دیان کی آنکھیں نم تھیں۔

''میرے علاوہ کون جانتا ہے دیان کہ تمہاری آنکھوں میں، دل میں میری کتنی عزت ہے۔'' اس نے دل میں سوچا

''آج داجی نے مجھے توڑ دیا ہے ان کے الفاظ میرے کانوں میں سیسے کی طرح پگھل رہے ہیں۔'' اس نے شدید غصے کے عالم میں گرل پر ہاتھ مارا اور بدلے میں اپنا ہی ہاتھ لہولہان کر بیٹھا۔

''دیان۔'' وشمہ نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا۔

''یہ کیا کر دیا تم پاگل ہو۔'' اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

''یہ تکلیف بہت کم ہے وشمہ جو تمہیں داجی کی باتیں سن کر ہوئی ہے۔''

''چپ کر جاؤ اپنی حالت دیکھو کیا کر لی ہے چلو میرے ساتھ۔'' وہ اسے کمرے میں لے آئی۔

''فرسٹ ایڈ باکس کہاں ہے۔''

''کچھ نہیں ہوا۔''

''میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔''

''الماری میں ہے۔'' وشمہ فوراً باکس لے کر اس کے سامنے بیٹھی اور اس کا زخم صاف کرنے لگی۔ گرل پر لگی پتری سے اس کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ وہ سر جھکائے اس کا زخم صاف کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ آنسو روکنے میں بھی

ہلکان ہو رہی تھی۔ دیان اسے دیکھنے لگا۔ وشمہ پٹی کر کے باکس بند کر رہی تھی تبھی وہ بولا۔

''تمہارے لیے آسان ہے مجھے چھوڑنا لیکن میں محبت کرتا ہوں تم سے میرے لیے یہ آسان نہیں ہے۔''

وشمہ کا ہاتھ تھم گیا۔

''نہیں ہے میرے لیے آسان۔'' وہ کہنا چاہتی تھی۔

''میں چلا جاؤں گا یہاں سے کیونکہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں تمہیں کسی اور کا ہوتے ہوئے دیکھوں۔''

''ٹھیک ہے میں ولید سے شادی کر لیتی ہوں۔ تم بتاؤ پھر کیا کرو گے داجی کے ساتھ ساتھ سب کو سزا دو گے۔ تائی جان، تایا جان، امل، نوال ان کا کیا قصور ہے۔ سب کے کتنے خواب ہیں آنے والی بہو کو لے کر سب کے خواب توڑ دو گے۔'' وہ آنسو ضبط کیے بول رہی تھی۔

''میرے میں اتنی ہمت نہیں ہے وشمہ کہ میں کسی اور کو اپنے ساتھ دیکھوں۔ میرے دل میں صرف ایک لڑکی بسی ہے اور مرتے دم تک وہی رہے گی۔ اب اگر یہی مقدر ہے تو سب کو سزا بھگتنی ہوگی۔'' وہ جھٹکے سے اٹھ گیا۔

وشمہ اس کی پشت کو دیکھتی رہی پھر جانے کے لیے اٹھ گئی۔

''آگے تمہارا فیصلہ ہے دیان، میں تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ میں واپس جا رہی ہوں اور کچھ دنوں میں لندن کے لیے دوبارہ اپلائے کر دوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ دیان نے مٹھیاں بھینچیں۔ آنسو ٹپک کر گال پر بہہ نکلے۔ وہ رو رہا تھا۔ کون کہتا ہے مرد روتے نہیں ہیں۔ جب دل پر چوٹ لگتی ہے تو ان کی بھی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ وہ بھی انسان ہیں۔ انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے اور دیان خان آج بے بس تھا۔ ٹوٹ رہا تھا اس کی محبت اس سے دور جا رہی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کب اسے وشمہ سے اس قدر محبت ہو گئی۔ کب وہ اس کے دل میں براجمان ہو گئی لیکن اب یہ محبت اسے تڑپا رہی تھی۔ وشمہ سے دور ہونا ہی اس کے لیے موت کی مانند تھا۔ اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

میرے ہم سفر

میرے چارہ گر

نہیں اور کچھ بھی تیرے سوا

میری دوستی

میری زندگی

میری خاموشی

میرا علم بھی

میرا نام بھی

کہ میری صبح

میری شام بھی

جو مل سکیں میرے دام بھی

وہ سبھی تجھے وہ عطا کرے

میرے چارا گر تو یقیں تو کر

میں نے جب بھی مانگی کوئی دعا

نہیں مانگا کچھ بھی تیرے سواء

خان بابا نے گاڑی حویلی کے باہر روکی تو وہ میرب کا ہاتھ پکڑ کر اتری اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔ میرب نے صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور سر پیچھے ٹکا دیا۔ دو آنسو آنکھوں کے کونے سے ٹوٹ کر گرے۔

''کیا کہا ڈاکٹر نے؟''

میرب کا آج ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ تھا۔ نوال اور وشمہ ہی اسے ہاسپٹل لے کر جاتی تھیں۔ عالیہ نے بی بی جان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''چچی جان! پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے بس سٹریس لینے سے منع کیا ہے۔''

عالیہ نے میرب کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ کیا حال ہو گیا تھا اس کا۔ پیلا رنگ، آنکھوں

کے نیچے حلقے، وشمہ اس کا بہت خیال رکھتی تھی لیکن ارحم کی جدائی اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ اتنے مہینے ہونے کو آئے تھے اس کا کسی سے بھی کوئی رابطہ نہیں تھا۔ وشمہ نے بی بی جان کو دیکھا۔

"بی بی جان آپ نے اپنی دوائی کھائی ہے۔"

"نہیں بھول گئی۔"

"آپ بھی نا۔" وہ اٹھ کر ان کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ وہ دراز سے دوائی نکال رہی تھی تبھی واش روم سے کوئی باہر نکلا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو سامنے داجی تھے۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"

"بی بی جان کی دوائی لینے آئی تھی جا رہی ہوں۔"

"تمہیں کیا ملا وشمہ، دادا پوتے کو آمنے سامنے لا کر۔"

"آپ کو کیا ملا سب کو ایک دوسرے سے جدا کر کے اور شاید اب آپ کو احساس ہو کہ اپنے پیارے کو تکلیف میں دیکھ کر کیسا لگتا ہے۔ جا کر دیکھیں اپنے پوتے کو بخار ہے اسے، ہاتھ زخمی ہے، دل توڑا ہے آپ نے اس کا۔ داجی رشتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ رشتے ضد، انا سے نہیں چلتے یہ پیار محبت سے چلتے ہیں۔ میں بس یہی آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔ خدا کے لیے اپنے دل کو نرم کریں۔" وہ نم آنکھوں سے بولتی باہر چلی گئی۔ وہ کتنی دیر اپنی جگہ کھڑے رہے۔ پہلی چوٹ لگ چکی تھی لیکن انا کی دیوار اتنی اونچی تھی کہ اس کو ختم کرنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔ انہوں نے موبائل اٹھا کر نمبر ملایا۔ گھنٹی بج رہی تھی پھر کسی کی چہکتی آواز ابھری۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو بختاور۔"

"میں بالکل فٹ داجی آپ بتائیں۔" وہ بھی انہیں نوال، امل کی طرح داجی ہی بلاتی تھی۔

"کب آ رہی ہو پھر۔"

"ابھی تو تھوڑا مشکل ہے لیکن بہت جلد آپ سے ملنے آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا اپنا خیال رکھنا۔"

”آپ بھی۔اللہ حافظ۔“فون بند کر کے ٹیبل پر رکھا۔

”عیش کر لو وشمہ، چند دن پھر تو تم نے رونا ہی ہے۔“وہ سر جھٹک کر دیان کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

وہ بیڈ پر لیٹا اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا جس پر کل وشمہ نے پٹی کی تھی تبھی دروازہ کھلا۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔داجی کھڑے تھے۔اس نے منہ موڑ لیا۔وہ چلتے ہوئے اس کے پاس آئے اور بیڈ پر بیٹھ گئے۔

”دیان! دنیا میں سب سے زیادہ مجھے تم عزیز ہو اور ایسے منہ موڑ کر اپنے آپ کو تکلیف میں رکھ کر تم مجھے اذیت دے رہے ہو۔“وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا۔

”اور آپ نے مجھے جو تکلیف دی ہے اس کا کیا، داجی جو باتیں آپ نے کہیں کیا وہ صحیح ہیں۔ سچی محبت کی ہے میں نے وشمہ سے اور جب آپ وشمہ کو کچھ بولتے ہیں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔نہیں سمجھ سکتے آپ میری تکلیف کو، میری تڑپ کو، جائیں آپ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔جا رہی ہے وہ۔اب خوش ہو جائیں۔“

دیان کو دیکھ کر داجی کو تکلیف ہوئی۔

”دیان! اگر تمہاری خوشی وشمہ ہے تو ٹھیک ہے۔کر لو وشمہ سے شادی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

دیان چونکا۔

”ایسے مت دیکھو، میں نے پہلے بھی کہا ہے مجھے تم سب سے زیادہ عزیز ہو۔“

”آپ پہلے وعدہ کریں، اب وشمہ کو کچھ نہیں بولیں گے اس کو عزت دیں گے اس کے خلاف کچھ نہیں بولیں گے۔“

”ٹھیک ہے کچھ نہیں کہوں گا بس تم خوش رہو۔“انہوں نے اس کا گال تھپکا تو وہ ان کے گلے لگ گیا۔

”تھینک یو داجی، آپ نہیں جانتے آپ نے مجھے زندگی کی نوید سنا دی ہے۔“

”خوش رہو اور جاؤ روک لو اپنی وشمہ کو جا رہی ہے وہ۔“

دیان فوراً اٹھا، پھر رک کر ڈریسنگ سے ایک لال ڈبیہ اٹھا کر جیب میں رکھی اور باہر بھاگا۔سفید شلوار قمیض پہنے، بڑھی ہوئی داڑھی، نہ سونے کے باعث لال ہوتی آنکھیں اور اس پر اس کی مسکراہٹ۔ایسے لگ رہا تھا کسی

پھول کوخزاں کے دور میں بہار کی خبر سنادی گئی تھی وہ جی اٹھا تھا۔کھل اٹھا تھا۔

محبت آخر کیا ہو تم

بتاؤ نا

کسی مستانے کی مستی ہو؟

کسی صوفی کا سجدہ ہو؟

کسی زاہد کا تقویٰ ہو؟

کسی بلے کے گھنگھرو ہو؟

کسی مفتی کا فتویٰ ہو؟

آخر کیا ہو تم؟

وہ حویلی سے باہر نکلا تبھی خان بابا فوراً اس کی طرف آئے۔

''چھوٹے خان! کہیں جانا ہے؟''

''خان بابا! وشمہ کو دیکھا ہے آپ نے؟''

''ہاں ماڑا۔وہ اس طرف گئی ہے۔'' انہوں نے پہاڑی سے نیچے جاتی سڑک کی طرف اشارہ کیا۔''میں نے بولا کہ میں لے جاتا ہوں لیکن انہوں نے کہا وہ خود جائے گی۔''

دیان ان کا ہاتھ دبا کر بھاگا۔ڈھلتی شام، سرد ہوا، سڑک کے دونوں طرف بڑے گھنے درخت۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔دل تھا کہ بار بار ڈوب رہا تھا۔آنکھیں تھیں کہ برس رہی تھیں لیکن وہ اردگرد سے بیگانہ چل رہی تھی۔بال ہوا سے مچل مچل کر کیچر سے باہر نکل رہے تھے۔دوپٹہ سر سے اتر کر کندھے پر جھول رہا تھا۔اس نے لمبا سانس لے کر کندھوں پر ڈالی شال ٹھیک کی۔اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیوں اتنا رونا آرہا ہے۔کیوں دل ڈوب رہا ہے۔کیوں بڑھتے قدموں کے ساتھ بے چینی بڑھتی جارہی ہے؟

تیز ہوا نے درختوں کے کان میں سرگوشی سی کی اور گھنے درختوں نے اس آسودہ حال لڑکی کو دکھ سے دیکھا جو ڈھلتی شام کا ہی ایک مغموم حصہ لگ رہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کرنے جارہی ہے۔اسے بس دیان کا

خیال تھا۔اسے کل جس طرح داجی نے تھپڑ مارا وہ یہ سب نہیں چاہتی تھی۔ وہ بس میرب اور ارحم کو ملانا چاہتی تھی لیکن کیا میں صرف لالہ اور میرب بھابھی کے لئے یہ کر رہی ہوں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے رونا کیوں آرہا ہے کیوں مجھے دیان کا خیال آرہا ہے۔ کیوں اسکی فکر ہو رہی ہے کہ میری وجہ سے وہ اپنوں سے دور نہ ہو جائے اسے تکلیف نہ ہوا ایسا کیوں۔ کیا یہ بھی وہی احساس ہے جو دیان کو ہوا ہے۔نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔لیکن پھر کیوں اس کے لئے میرا دل بے چین ہے۔ کیوں اسکی تکلیف پر میرے آنسو بہتے ہیں۔

اس نے گال رگڑے پھر اچانک رکی۔ ہوا میں تیزی آگئی۔ پتوں نے گنگنانا شروع کیا اور جھومتے ہوئے اس کے قدموں میں گرنے لگے۔ درختوں نے سرگوشیاں شروع کردی۔

محبت ہے

ہاں بولو نا محبت ہے

پلک جھپکو نا

مڑ کر دیکھو نا

کہو محبت ہے

وہ آہستہ سے پلٹی۔ وہ سامنے کھڑا تھا۔ پھولی سانس، چہرے پر مسکراہٹ وہ اس کی طرف آنے لگا۔ ایک شہزادے جیسی چال جس نے پوری سلطنت فتح کرلی ہو۔ وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔ ہوا مست ہو کر جھومنے لگی۔ وہ اس کے بالکل سامنے آگیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ وشمہ ایک قدم پیچھے ہوئی۔

''وشمہ۔'' آواز میں کھنک تھی خوشی کی کھنک۔ آنکھیں نم تھیں۔ دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ جیب سے لال مخملی ڈبیہ کھول کر اس میں سے انگوٹھی نکال کر وشمہ کے سامنے کی۔

''میں دیان خان جس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اس پر حکومت کرے گا۔ اس کو قید کرے گا آج میں یہ اعتراف کرتا ہوں میرا دل تمہارا قیدی ہو گیا ہے اور وہ اس قید سے مرتے دم تک نہیں نکلنا چاہتا۔ دیان خان وشمہ سے بے انتہا محبت کرتا ہے۔'' وہ آنکھیں بند کر کے چیخا۔ ہوا سمیت درختوں نے زور سے تالیاں بجائیں۔ وشمہ نے سسکی روکنے کے لیے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا اس نے آنکھیں کھولیں۔

”کیا تم دیان کی وشمہ۔ڈائن کی چڑیل بنو گی۔“

وہ مسکرائی اور جھک کر اسے کھڑا کیا۔

”مجنوں کہیں کے۔“اس نے ہاتھ آگے کر دیا۔دیان نم آنکھوں سے مسکرایا اور اسے انگوٹھی پہنانے لگا۔اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔وہ ایسے پہنا رہا تھا۔وشمہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔آنسوؤں میں تیزی آ گئی تھی۔

”وشمہ!کبھی بھی مجھے چھوڑنے کی بات مت کرنا۔چلو واپس گھر۔“

”داجی۔“

”داجی نے اجازت دے دی ہے۔“

وشمہ چونکی۔

”اب وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔میری شادی تم سے ہی ہو گی وشمہ صرف دیان کی ہے۔“

”داجی مان گئے اتنی جلدی نہیں اتنی جلدی کیسے۔اف،وشمہ کیا پتا وہ مان گئے ہوں اب تم بھی خوش ہو جاؤ۔“

وہ مسکرا کر دیان کو دیکھتی اس کے ساتھ چلنے لگی۔

❁......❁......❁

رات کے کھانے کے لیے جب وہ نیچے آئی تو امل چیختے ہوئے اس کے پاس آئی اور اس کے منہ میں گلاب جامن ڈالا۔

”وشمہ!بہت بہت مبارک ہو۔“

سب خوشی سے اس کے پاس آئے اور اسے پیار کیا۔داجی سب کو بتا چکے تھے۔

”یہ میری طرف سے میری گڑیا کے لیے۔“زنیرہ بی بی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ میں سونے کے کڑے پہنائے۔وشمہ نے نم آنکھیں اٹھائیں۔سامنے شاہ اور عالیہ اسے نم آنکھوں سے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔وہ ایک ساتھ دونوں کے گلے لگ گئی۔

”ہمیشہ خوش رہے میری بچی۔“شاہ نے اس کا ماتھا چوما اور پھر دیان کو گلے لگایا۔

”میری پرنسس کا ہمیشہ خوش رکھنا دیان۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں چاچو۔آپ کی پرنس اب سے میری پرنس ہے۔“

وشمہ نے سر جھکا دیا۔

”اوووو۔“ جبکہ امل اور نوال نے ہانک لگائی۔

”وشمہ! تمہاری رخصتی تو بس ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں ہوگی۔ٹینشن ہی کوئی نہیں اور سب سے اچھی بات چاچو اور چاچی کے پاس ہی رہوگی۔“

”ہاں تو تبھی تو شادی کر رہی ہوں۔میں بابا،ماما کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔“اس نے فوراً شاہ اور عالیہ کا ہاتھ پکڑا تو سب ہنسنے لگے۔مسکراتے ہوئے وشمہ کی نظر داجی پر پڑی۔وہ سنجیدگی سے اسے گھور رہے تھے اس کی مسکراہٹ سمٹی۔

”ان کے دماغ میں کچھ چل رہا ہے،آخر کیا۔“ وہ مسکراتے ہوئے مٹھائی اٹھا کر داجی کے پاس آئی۔باقی سب دیان کو گھیرے بیٹھے تھے۔

”یہ لیں آپ بھی منہ میٹھا کریں۔“

داجی نے پیچھے دیکھا۔وشمہ نے بھی گردن موڑی۔،دیان انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔وشمہ ہنسی۔داجی نے نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ سے مٹھائی کھائی جو کہ انہیں کسی زہر سے کم نہیں لگی۔

”مبارک نہیں دیں گے آخر کو اس حویلی کی بہو بننے جا رہی ہوں۔“

”یہ مت سمجھنا کہ میں ہار گیا ہوں۔میں دیان کی خوشی کے لئے چپ ہوں۔اسے میری کمزوری مت سمجھنا اور یہ مت بھولنا سو سنار کی ایک لوہار کی۔“

وشمہ نے واہ کے انداز میں سر ہلایا۔(مطلب میرا شک صحیح تھا)

”آج میں بہت خوش ہوں۔آخر کو محبت جیتی ہے اس لیے آج کچھ بھی برا نہیں لگ رہا۔آج تو آپ کی کہی ہر بات ایسی لگ رہی ہے جیسے کسی نے مجھے نوبل پرائز دے دیا ہو۔“ وہ انکو جلانے کے لئے سرور سے بولی۔

”اتنا خوش مت ہو یہ خوشی کچھ مدت کی ہے تم دیکھنا دیان خود تمہیں اس حویلی سے ہاتھ پکڑ کر باہر نکالے گا پھر میں اسکی دوبارہ شادی کرواؤں گا بختاور سے اور وہ بھی دھوم دھام سے۔پورا زمانہ دیکھے گا وقاص خان کے پوتے کی شادی۔“

وشمہ کی آنکھیں نم ہوئیں کہ ضد اور انا میں وہ اپنی پوتی اپنے خون تک سے نفرت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔

"چلیں اگر یہ آپ کی خوشی ہے تو اس کا احترام مجھ پر بھی لازم ہے۔ اگر یہ خوشی آپ کے نصیب میں ہوئی تو۔" بول کر وہ سب کی جانب بڑھ گئی۔

⚝......⚝......⚝

"کیا تم پکی خبر دے رہے ہو؟"

"ہاں پکی خبر ہے۔ وقاص خان کی پوتی ہے اسی میں اس ہیرو کی جان ہے۔ اپنی آنکھوں سے مجنوں کی حالت دیکھی تھی۔"

"ٹھیک ہے اب صحیح موقع کا انتظار کرنا ہے۔ آجا آج جشن تو بنتا ہے۔"

⚝......⚝......⚝

وہ ہلکی سی دستک دے کر اندر آیا۔ شاہ اور عالیہ آمنے سامنے ہی بیٹھے تھے۔

"اگر آپ لوگ مصروف نا ہوں تو کیا میں آجاؤں؟" اس نے اجازت طلب کی۔

"ہاں ہاں آؤ نا۔" وہ شاہ کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"چاچو چچی جان، کیا آپ لوگ شادی کی تاریخ سے مطمئن ہیں؟" وہ انکی پریشانی کی وجہ جاننا چاہ رہا تھا کہ داجی کے اس دن کے رویے نے انہیں ہرٹ تو نہیں کر دیا۔

"ہاں ہاں بیٹا، ایک مہینے بعد ہو یا ایک ہفتے بعد اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ انشاءاللہ تیاری ہو جائے گی۔" شاہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر آپ دونوں مجھے اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں۔" وہ دل کی بات زبان پر لے آیا۔

"چچی جان بتائیں کیا پریشانی ہے۔ بیٹا ہوں نا میں آپ کا۔" دیان نے عالیہ کا ہاتھ پکڑا تو وہ مسکرائیں۔

"وشمہ چاہتی ہے شادی میں آغا حویلی کے افراد بھی شامل ہوں۔" عالیہ نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے وجہ بتائی۔

"ہاں تو ہوں گے نا ان کا بھی حق بنتا ہے۔" دیان نے فوراً سے کہا۔

''پر بیٹا داجی نہیں مانیں گے اور دوسرا وشمہ مایوں بھی آغا حویلی میں بیٹھنا چاہتی ہے۔'' عالیہ نے اصل وجہ اب بتائی کیونکہ وہ جانتی تھیں داجی اجازت کبھی نہیں دیں گے۔

''چچی جان! آپ بالکل فکر مت کریں میں داجی سے بات کروں گا۔آپ بس خوشی خوشی شادی کی تیاریاں کریں۔'' دیان نے عالیہ کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں کو لگایا۔

دیان اور وشمہ کی شادی کی تاریخ ایک ہفتے بعد کی طے پائی گئی تھی کیونکہ تین مہینے بعد نوال کی شادی تھی اور یہ بی بی جان کی خواہش تھی کہ دیان کی شادی پہلے ہو اور نوال بھی یہی چاہتی تھی۔

صبح کے سورج نے ابھی منہ ہی نکالا تھا کہ وہ فجر کے بعد روز کی طرح حویلی کے پچھلے لان میں آکر بیٹھ گئی۔ یہ اسکا روز کا معمول تھا۔ابھی بھی ناول میں منہ چھپائے اس میں مگن تھی۔دیان بالکنی میں آیا تو اس کی نظر نیچے پڑی۔وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا۔

وشمہ ناول پڑھنے میں اتنی مگن تھی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ دیان سامنے کھڑا ہے۔جب کافی دیر تک وشمہ نے اسے نہیں دیکھا تو دیان نے بک اس سے لے لی۔

''ارے۔'' وہ اچھل کر کھڑی ہوئی لیکن سامنے دیان کو دیکھ کر رک گئی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔مجھے ناول واپس کرو۔'' اس نے نظریں ملائے بغیر کہا۔

''اور میڈم، آپ جو اتنی دیر سے بدتمیزی کر رہی ہیں اس کا کیا میں اتنی دیر سے یہاں کھڑا ہوں۔''

''دیکھو دیان! مجھے میرا ناول واپس کرو۔میں کسی کا لحاظ نہیں کرتی اس معاملے میں سوری مجھے پتا نہیں چلا تھا تمہارا چلو اب دے دو۔'' اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو دیان اس کے ہاتھ پر ناول رکھتے رکھتے رکا اور دوبارہ بازو پیچھے کر لیا۔

''سوری لیکن ابھی نہیں مل سکتا مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' وہ بک پیچھے کرتے اسکے مقابل آیا۔

''بولو۔'' وشمہ نے اسے گھورا۔

''تم آغا جان کی حویلی جانا چاہتی ہو۔'' دیان نے اس سے پوچھا جو اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

”ہاں۔“اس نے جواب دیا۔

”ان سب کو شادی پر بلانا چاہتی ہو۔“ دیان نے پھر سوال کیا تو وہ اسکی طرف دیکھنے پر مجبور ہوگئی۔

”ہاں۔“اس نے سر اثبات میں ہلایا۔”کیا تم نہیں چاہتے؟“اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”میں ایسا کیوں چاہوں گا۔آغا جان شادی میں آئیں گے اور تم ان کی حویلی میں ہی مایوں بیٹھو گی۔میں نے داجی سے بات کرلی ہے۔“

وشمہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

”سچ تھینک یو سو مچ دیان۔“اس نے بے اختیار دیان کا بازو پکڑا لیکن جھٹ سے چھوڑ دیا۔

”ایسے ہی مسکراتی رہو۔“وہ اسکے سراپے کو دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔سفید شلوار قمیض پر سفید ہی دوپٹہ سر پر باندھے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

”اب تم جاؤ یہاں سے۔بی بی جان نے کیا کہا تھا رات کو کہ ایک دوسرے سے بات نہیں کرنی۔چلو شاباش جاؤ اب۔“وشمہ اسکو بھیجنا چاہ رہی تھی۔

”اوکے۔“وہ مڑ گیا۔

”میرا ناول تو دے کر جاؤ۔“وشمہ نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

”یہ تو نہیں ملے گا۔“دیان الٹے پیر چلتے بولا

”دیان۔“وہ چیخی۔”میرے پاس اور بھی ہیں جاؤ لے جاؤ اسے۔“

”سارے ناول اپنے کمرے میں رکھوا چکا ہوں۔یہ بس آخری رہ گیا تھا میں چاہتا ہوں بس تم مجھے سوچو۔“ دیان نے بھی جھٹ سے جواب دیا۔

”کیا۔لیکن ناول تو ماما کے پاس......“

”چچی جان سے ہی لیے ہیں۔“

وشمہ کی آنکھیں پھیلیں اس سے پہلے وہ کچھ بولتی دیان اوپر اپنی بالکنی میں پہنچ چکا تھا۔

”ایسے کیسے کرسکتی ہیں ماما۔“وہ بڑبڑائی۔

''مورے۔'' پھر پیر پٹختی عالیہ کے پاس بھاگی۔

پیلا جوڑا، ساتھ میں گولڈن کھسہ پہنے وہ شیشے کے سامنے منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ عالیہ اس کے ہاتھوں میں گجرے پہنا رہی تھیں۔ پوری حویلی سج چکی تھی۔ امل اور نوال کی ضد پر آج رات ڈھولکی رکھی گئی تھی کیونکہ صبح وشمہ نے آغا حویلی چلے جانا تھا۔ پیچھے بیڈ پر اس کا سامان پیک پڑا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے وشمہ! مسکراؤ نا۔ ماشاءاللہ اتنی پیاری لگ رہی ہو لیکن چہرے پر بارہ بجا رکھے ہیں۔''

''آپ نے میرے ناول دیان کو کیوں دیے ہیں۔'' پھولے منہ کے ساتھ بولی

''اف وشمہ، تم کل سے میرا دماغ کھا رہی ہو۔ کیا ہو گیا بیٹا۔ وہ اپنے کمرے میں سیٹ کرنا چاہ رہا تھا۔ میں نے دے دیئے۔''

''میں خود کر لیتی نا۔'' وشمہ نے منہ بنا کر کہا۔

''تم پہلی دلہن ہو جس کو اپنی شادی کی نہیں اپنے ناولز کی فکر ہے۔'' عالیہ نے ہنستے ہوئے کہا

''ماماااا۔''

''ہوش سے کام لو، نیچے تمہاری ڈھولکی چل رہی ہے اور تم اس لیے منہ بنا کر بیٹھی ہو کہ تم نے ناول پڑھنا تھا۔''

اس نے منہ بنا کر کانوں میں پھولوں کی بالیاں پہنیں۔

''چلو اٹھو شاباش۔'' عالیہ نے اس کے سر پر دوپٹہ ٹکایا اور اسے کھڑا کیا۔ وشمہ پیلے رنگ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ دونوں جونہی باہر نکلیں، وشمہ نے عالیہ کو روکا۔

''مورے! ایک منٹ میں بھابھی سے مل کر آتی ہوں۔'' وہ میرب کے کمرے کی طرف بڑھ گئی لیکن دیان کے کمرے کو گھورنا نہیں بھولی تھی۔ بی بی جان کے سمجھانے پر وہ تیار ہوئی تھی اور اب بیڈ پر بیٹھی بالوں کی چٹیا بنا رہی تھی تبھی وشمہ دروازے پر دستک دے کر اندر آئی۔

''لالہ! بھابھی کے بال آپ کو پسند ہیں؟''

''مجھے تو تمہاری بھابھی پوری کی پوری پسند ہے۔''

”ارے وشمہ تم نیچے نہیں گئی۔“ میرب دوپٹہ اٹھا کر کھڑی ہوئی۔

”آپ کے بغیر میں کیسے جا سکتی ہوں۔“

”بہت پیاری لگ رہی ہو۔“

”تھینک یو۔ آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں۔ چلیں آئیں میرے ساتھ۔“ وشمہ نے شال اس کی طرف بڑھائی اور دونوں ہاتھ تھام کر نیچے کی جانب چل پڑیں۔

ہال میں ہی لڑکیاں قالین پر بیٹھی ڈھولکی بجا رہی تھیں۔ گیندے کے پھولوں سے ہال سجایا گیا تھا۔ عالیہ نے وشمہ کو بی بی جان کے پاس بٹھایا۔

”میری بچی بہت پیاری لگ رہی ہے۔ ماشاءاللہ نظر نہ لگے۔“ انہوں نے اس کی پیشانی پر پیار کیا۔ باری باری سب آ کر وشمہ سے ملے۔ ماحول بہت خوشگوار تھا۔ مرد حضرات کا بندوبست باہر لان میں کیا گیا تھا۔

”وشمہ۔“ زنیرہ بی بی اس کے ساتھ آ کر بیٹھیں۔

”جی تائی جان۔“

”بیٹا! تم خوش ہو نا اس شادی سے؟ میرے دیان کو ہمیشہ خوش رکھنا چندا! وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے اس کی جان بستی ہے تم میں۔“ انہوں نے اس کا چہرہ تھاما تو وشمہ نے اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھے۔

”تائی جان میں خوش ہوں مطمئن ہوں۔ دیان کو کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔“

”چلو چلو لڑکیو! لڈی کے لیے کھڑی ہو جاؤ۔“ امل تالیاں بجاتی کھڑی ہو گئی۔ سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ میرون اور گولڈن سوٹ ہاتھوں میں کانچ کی چوڑیاں پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ بھاگ کر وشمہ کے پاس آئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیچ میں کھڑا کیا۔

”ارے امل! مجھے کیوں اٹھا دیا۔“

”کیونکہ میڈم، آپ بھی ہمارے ساتھ لڈی ڈالیں گی۔“

ساری لڑکیاں اس کے ارد گرد گھیرا بنا کر کھڑی ہو گئیں اور لڈی ڈالنے لگیں۔ وشمہ مسکراتے ہوئے تالیاں بجا رہی تھی۔ اندر آتے داجی وشمہ کو دیکھتے ہی رگ کے خون نے جوش مارا۔ دل نے کہا آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ

رکھیں لیکن دماغ نے روک دیا۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئے۔ دوسری طرف اوپر گرل پر ہاتھ رکھے فون پر بات کرتا دیان، وشمہ کو دیکھتے ہی رک سا گیا۔

قدرت کا انعام تم

میری دھڑکن

میری زندگی

میرا کامل خواب تم

پھر اپنا رخ بدل کر مسکراتے ہوئے کمرے میں چلا گیا

⁂......⁂......⁂

رات گہری ہو رہی تھی۔ سب مہمان جا چکے تھے۔ سب بڑے بھی اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے تھے جبکہ وہ پانچوں لڑکیاں حویلی کے پچھلے حصے میں ہاتھوں میں کافی کے کپ تھامے بیٹھی تھیں۔ وشمہ کے علاوہ سب کپڑے تبدیل کر چکی تھیں۔ اسے سب نے منع کر دیا تھا کہ ابھی نہیں بدلنے۔ لبوں پر مسکراہٹ، گھنی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ کپ سے اٹھتے دھوئیں کو دیکھ رہی تھی۔ امل کی بات پر سر اٹھایا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بہت خوش ہوں۔"

"اچھا پھر ثبوت دو۔"

"کیسا ثبوت؟" اس نے سوالیہ نظروں سے امل کو دیکھا۔

"اٹھ جاؤ پھر ہو جائے ایک کپل ڈانس۔" امل کی بات پر باقی سب کے چہروں پر مسکراہٹ پھیلی جبکہ وشمہ نے گھورا۔

"نہیں یہ کون سا وقت ہے ڈانس کا۔"

"وشمہ چلو اٹھو، تم نے پہلے بھی ڈانس نہیں کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ چلو اٹھو، شاباش نند ہوں میں تمہاری میری بات مانو۔" وشمہ نے کپ سامنے میز پر رکھا اور امل کے کندھے پر تھپڑ مارا۔

"تم میری بہن ہو سمجھی۔" وہ دوپٹہ ٹھیک کر کے اٹھی اوپر دیکھیں تو بیڈ کے سامنے رکھے صوفے پر آڑھا ترچھا

لیٹا دیان بک پڑھنے میں مصروف تھا کہ اچانک ہنسی کی آواز آئی۔اس نے بک بند کی اور ٹیرس کی جانب بڑھا۔

''یہ چڑیلوں کی طرح جاگ رہی ہیں۔داجی کو پتا چلا تو خوب عزت ہوگی پھر روئیں گی۔''اس نے نیچے دیکھا۔سب ہنسنے میں مصروف تھیں۔

وشمہ نے آنکھیں صاف کیں جن میں ہنسنے کے باعث پانی آ گیا تھا۔

''اُفف امل میرے پیٹ میں درد شروع ہو گیا ہے۔تمہارا ابھی یہ حال ہے بس پھر شوہر تو تمہارا گیا۔''

''فضول نا بولو تم میری کمر پر ہاتھ مت رکھو، مجھے گدگدی ہوتی ہے۔''

''پھر کہاں رکھوں۔''وہ سب دوبارہ ہنسنے لگی۔

''میں جا رہی ہوں۔''وہ منہ پھلا کر جانے لگی۔

''اچھا اچھا چلو تم میری کمر پر ہاتھ رکھو۔ایسے۔''اس نے امل کو اپنے سامنے کیا اور اس کا ایک ہاتھ اپنی کمر پر رکھا۔پھر اپنا ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور دوسرے سے اس کا ہاتھ تھام کر ہتھیلی بند کی اور سر سے اوکے کا اشارہ کیا۔امل نے بھی مسکرا کر سر ہلایا اور دونوں آہستہ آہستہ ڈانس کرنے لگیں۔گل سمیت باقی آہستہ آہستہ تالیاں بجا رہی تھیں۔

''واؤ، وشمہ تم کتنا اچھا ڈانس کرتی ہو۔''امل نے ایک ہاتھ اوپر کیا۔وشمہ گھومی۔

''بس دیکھ لو۔''وہ گھوم کر آئی تبھی امل نے اسکی کمر کے گرد بازو پھیلایا جس پر وشمہ نے امل کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کمر کو پیچھے کی طرف خم کیا اور ایک ہاتھ سامنے کی طرف پھیلایا اور امل نے اپنا ہاتھ اوپر کی طرف اٹھایا۔وشمہ کی نظر اسی حالت میں گرل کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے دیان پر پڑی۔

''میں تمہیں اور لالہ کو ایسے ڈانس کرتا دیکھنا چاہتی ہوں۔''

وشمہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔امل کی بات دیان بھی سن چکا تھا۔وہ مسکرا کر پلٹ گیا۔وشمہ فوراً سیدھی ہوئی اور بھورے بال جو کھل گئے تھے فوراً دوپٹے میں چھپائے۔

''بہت وقت ہو گیا ہے۔اب سو جانا چاہیے چلیں میرب بھابھی۔''وشمہ میرب کے پاس آئی۔

''گل بانو! یہ تم بار بار دروازے کی جانب کیوں دیکھ رہی ہو۔''

”وہ نوال بی بی سمندر خان نے آنا ہے۔“

”اوہ ہ۔“ نوال امل نے شرارت سے اسے دیکھا۔

”یہ کون ہے؟“

”ہماری گل کا ہونے والا شوہر۔“

گل نے شرماتے ہوئے سر جھکا دیا۔

”ہااا۔!!!اتنی بڑی خبر مجھ سے چھپائی میں نہیں بولتی تم سے گل۔“

”نہیں وشمہ بی بی، میں نے کچھ نہیں چھپایا۔ وہ آپ نے پوچھا ہی نہیں۔“

اس کی بوکھلاہٹ پر وشمہ ہنسی۔

”جاؤ معاف کیا صبح مجھ سے ضرور ملانا۔“

”جی ٹھیک ہے۔“

”خیریت سے آنا ہو رہا ہے۔ کہیں شادی وادی کا تو ارادہ نہیں ہے؟“

”نہیں امل بی بی، شادی نہیں وہ بابا نے شہر سے کچھ سامان منگوایا تھا اور کچھ عرصے کے لیے وہ یہی کام کریں گے۔“

”اچھا چلو پھر کل ملتے ہیں تم بھی جا کر آرام کرو اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔“ وہ سر ہلا کر اپنے کواٹر کی طرف بڑھ گئی۔

”چلیں ہم یا یہیں رات گزارنی ہے۔“

”ہاں ہاں چلو۔“

⁂......⁂......⁂

برف پوش پہاڑوں کی چوٹیوں کے عقب سے جھانکتا ہوا سورج اپنی کرنوں سے پورے شہر کو روشن کر رہا تھا۔ خان بابا گاڑی میں وشمہ کا بیگ رکھ رہے تھے۔ اچھے سے چادر اوڑھے وہ سب سے مل رہی تھی۔ آج وہ آغا جان کی حویلی جا رہی تھی۔ چادر کا بی جان نے ہی کہا تھا کہ اچھے سے اپنا چہرہ ڈھانپ لو، دلہن کو نظر لگ جاتی ہے اور میری وشمہ تو ہے بھی اتنی پیاری۔ عالیہ سے گلے ملتے اس نے سیڑھیوں کی طرف دیکھا اور چہرے پر مسکراہٹ

آ گئی۔ دیان کو سختی سے منع کیا گیا تھا جب تک وشمہ چلی نہیں جائے گی وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلے گا۔

"اپنا خیال رکھنا اور خبردار جو جھیل پر گئی۔ میں آغا جان کو بھی کہہ دوں گی۔ گارڈ کو منع کر دیں دروازہ کھولنے سے۔" اس نے منہ بنایا۔

"کیا، مورے میں بور ہو جاؤں گی اور میرے سارے ناولز بھی آپ نے اپنے لاڈلے کو دے دیئے ہیں"

"اچھا بس دو دن کی بات ہے چلو جاؤ اب خان بابا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ باہر آ گئی۔ اس کی نظر سرونٹ کواٹر کی طرف اٹھی۔ دروازے پر گُل اور ایک نوجوان لڑکا کھڑا اسی کی جانب دیکھ رہے تھے۔ شاید یہی سمندر خان ہے۔ اس نے سوچا۔

"خان بابا! میں گل سے مل کر آتی ہوں۔"

"ہاں ٹھیک ہے جاؤ۔" خان بابا گل کے والد تھے۔

"وشمہ بی بی یہ۔" گل نے تعارف کروانا چاہا۔

"تم چپ کرو گل بانو، ہم اپنا تعارف خود کروائے گا زبان ہے ہمارے منہ میں۔" وشمہ مسکرائی۔

"بی بی صاحبہ! ہمارا نام ہے سمندر خان ہم خان بابا کا بھتیجا بھی لگتا ہے اور داماد بھی اور اس گل بانو کا شوہر بھی۔ نکاح ہوا ہے ہمارا۔ ہم پشاور میں رہتا ہے اب ادھر کام کرے گا۔" وہ بولتا ہی جا رہا تھا لیکن وشمہ نے اسے روکا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے سمندر خان۔ بہت اچھا لگا آپ سے مل کر۔" وہ گل سے مل کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جب تک گاڑی بی بی جان کی نظروں سے غائب نہیں ہو گئی وہ سورتیں پڑھ کر وشمہ پر دم کرتی رہیں اور اس کی خیریت اور خوشیوں کی دعائیں مانگ کر اندر چلی گئیں۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

وہ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ اتنے دنوں بعد وشمہ سے مل کر سب بہت خوش تھے۔

"وشمہ بچے! عالیہ کیسی ہے تم دونوں تو وہاں جا کر ہمیں بھول ہی گئے ہو۔"

"نہیں بی جان، کیسی باتیں کر رہی ہیں اپنوں کو کون بھولتا ہے۔ آپ کو تو پتا ہے داجی کا انہوں نے منع کر دیا تھا حویلی آنے سے۔"

''تو بیٹا اب وقاص خان کیسے مان گیا۔''

وشمہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ آئی۔

''بی جان، بس مان گئے۔آپ یہ بتائیں میرے آغا جان کہاں ہیں۔''

''وہ عمر کے ساتھ کام سے گئے ہیں۔''

''اچھا میں بھی چلتا ہوں ابھی بہت کام ہیں رات کو ملتے ہے۔''

''اللہ حافظ لالہ اچھی اچھی سجاوٹ کرایئے گا

''ہاں ہاں اچھی کرواؤں گا۔لال بیگ سے سجا کارپٹ بچھواؤں گا، چھپکلیوں کی لڑیاں لٹکاؤں گا۔''

''چھی ی ی۔گندے، بی جی دیکھیں انہیں۔'' وشمہ نے جھرجھری لی۔

''اسفند نہ تنگ کرو۔''

''آپ کہتی ہیں تو چپ کر جاتا ہوں لیکن سجاوٹ دیکھنے لائق ہوگی۔''

''لالہ! کچھ گندا کیا نا آپ نے تو پھر دیکھنا۔'' وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر صوفے پر کھڑی ہوگئی۔

''اچھا اچھا نہیں کرتا۔نیچے اترو، گر ور گئی تو اتنی بھاری کو اٹھائے گا کون۔دیان پر اللہ رحم کرے۔'' وہ کہہ کر باہر کی طرف بھاگا۔

''لالہ۔!۔'' شمہ نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔

''اس کے بغیر گھر کتنا خالی خالی ہوگیا تھا، ہماری رونق ہے وشمہ۔'' آمنہ بی بی نے مسکرا کر وشمہ کو دیکھا۔

ہنستے مسکراتے دن کیسے گزرا پتا ہی نہیں چلا۔وشمہ رمشا کے پاس بیٹھی تھی تبھی آمنہ بی بی اس کے لیے نوڈلز لے کر آئی۔

''ممانی جان! آپ کتنی اچھی ہیں تھینک یو سو مچ۔''

''مجھے پتا تھا میری وشہ اپنی ان نوڈلز کے بغیر نہیں رہ سکتی۔تم دونوں کھالو پھر حویلی کی سجاوٹ دیکھنا۔''

''سجاوٹ ہو۔'' وہ دونوں جھٹ سے اٹھیں۔

''پہلے کھالو پھر دیکھنا ابھی باہر لوگ ہیں۔''

”تم دونوں بیٹھو میں بی جی کے پاس جا رہی ہوں۔“

”ممانی جان۔“وشمہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

”جی۔“

”ارحم لالہ کہاں ہوتے ہیں۔کیسے ہیں وہ۔“

”میرب کے بغیر کیسا ہو سکتا ہے۔“

”کہاں ہوتے ہیں۔“

”اسلام آباد ہفتے میں ایک بار فون کر لیتا ہے۔کہتا ہے ٹھیک ہے لیکن میں ماں ہوں اچھے سے جانتی ہوں کیسا ہے میرا بیٹا۔“انہوں نے آنسو صاف کیے۔وشمہ انکے گلے لگ گئی۔

”سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا آپ دیکھنا۔میرب بھابھی ارحم لالہ ان کے بچے سب بہت جلد مل کر رہیں گے۔“

”میرب کیسی ہے وشمہ اس کی طبیعت کیسی ہے؟“

”بس ٹھیک ہیں۔ڈاکٹرز دوائیاں چھڑوانا چاہتے ہیں لیکن وہ اتنا سٹریس لیتی ہیں ان کا بی پی ہی نارمل نہیں ہوتا۔“

”اللہ میرے بچوں کو اپنے امان میں رکھیں۔“

”آمین۔“

”میں نازو کو دیکھ لوں، مہندی بھگونے کے لیے کہا تھا اسے۔“وہ اس کا گال تھپک کر چلی گئیں۔وشمہ کچھ سوچتے ہوئے بیڈ پر بیٹھی۔

”آپی آپی۔“

”ہوں۔“

”دیان لالہ کی سوچوں میں گم ہیں کیا۔“

وشمہ نے اسے گھور کر دیکھا۔”فضول نہ بولو۔“

”اچھا میرے کپڑے دیکھیں نا یہ مایوں کا۔یہ۔“

”دیان!“ وہ گاڑی کی چابی انگلی میں گھماتا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب عالیہ نے اسے آواز دی۔ وہ رک کر مڑا۔

”جی چچی جان۔“

”کل تمہاری مہندی ہے اور تمہارے کام ختم نہیں ہو رہے۔“

”آج مینیجر کو سارا کام سمجھا آیا ہوں اب میں آپ کے حوالے۔“

”شکر ہے۔“

”دیان۔“ زنیرہ بی بی نے بی بی جان کے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر اسے آواز دی

”جی مورے۔“

”بیٹا ادھر آؤ، وشمہ کا شادی کا جوڑا دیکھ کر بتاؤ کیسا ہے۔“

”میری کوئینز (Queens) نے میری پرنس کے لیے جو بھی پسند کیا ہوگا زبردست ہی ہوگا۔“ وہ دونوں مسکرائیں۔

”ایک دفعہ دیکھ لو جلدی آؤ بیٹا پھر آغا حویلی سامان بھیجنا ہے۔“

”اچھا مورے آ رہا ہوں۔“

لاؤنج میں بیٹھے داجی کا چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا۔ صبح سے کبھی کوئی آغا حویلی جاتا کبھی وہاں سے کچھ آتا۔ انہوں نے غصے سے اخبار میز پر پھینکا اور اٹھ گئے۔

......

وہ گول گول گھوم کر حویلی کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ واقعی ہی سجاوٹ دیکھنے لائق ہوئی تھی۔

”اسفند لالہ! آپ نے تو کمال کر دیا۔“ پوری حویلی گیندے اور گلاب کے پھولوں سے سج چکی تھی۔ وشمہ کا کمرہ بھی پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔

”کیسے نہ کمال کرتا میری بہن کی شادی ہے۔“

”آئی لو یو لالہ۔“ وہ بھاگ کر اس کے گلے لگ گئی۔ اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ حویلی میں اس نے بچپن

گزارا تھا۔سب نے اس کے لاڈ اٹھائے تھے۔سب اس کی تکلیف میں ایسے ہوتے جیسے تکلیف وشمہ کو نہیں بلکہ انہیں ہوئی ہے۔جب جب وہ بخار میں رات جاگتی۔پوری حویلی کے افراد اس کے سرہانے بیٹھ کر جاگتے۔جب جب وہ کامیاب ہوتی سب اس کی کامیابی کا جشن مناتے۔وہ اسفند کے سینے سے لگی سسک پڑی۔رمشا کو بھی رونا آ گیا تو وہ بھی اسفند کے گلے لگ گئی۔یہ منظر دیکھتی ہر آنکھ نم ہو گئی۔

''بس کرو بچے۔'' سر پر شفقت بھرا ہاتھ محسوس کر کے وہ اسفند سے الگ ہوئی۔

''ماموں جان۔'' وہ عمر خان کے گلے لگ گئی۔

''کیسی ہے میری گڑیا؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں ماموں جان۔'' اس کی نظر پیچھے کھڑے آغا جان پر پڑی وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''آغا جان۔'' وہ بھاگ کر ان کے سینے سے لگ گئی۔

''آغا جان! میں نے آپ کو بہت یاد کیا آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے تھے۔ میں آپ سے نہیں بولتی۔'' وہ ان کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔آغا جان مسکرائے۔

''وقاص خان کو پتا چلتا کہ تم مجھ سے رابطے میں ہو تو وہ تمہیں کبھی اس حویلی میں نہ رکھتا۔''

وشمہ نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

''میں کیسے بتاؤں آپ کو آغا جان، آپ کی وشمہ کتنی مشکل میں ہے۔ایک طرف آپ ہیں جنہوں نے مجھے اتنے لاڈ پیار میں رکھا اور دوسری طرف داجی جو آپ کی لاڈلی کو اتنی تکلیف دے رہے ہیں۔'' وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔تبھی آغا جان نے اس کے سر پر پیار کیا۔وہ مسکرائی۔

''میں سب ٹھیک کر دوں گی۔ڈی جے نے کہا تھا انسان کو کوئی چیز نہیں ہرا سکتی جب تک کہ وہ خود ہارنا مان لے میں ہار نہیں مانوں گی۔''

''خوش رہو کھانا کھایا میری گڑیا نے۔''

وہ اپنی سوچوں سے نکلی۔

”نہیں شام میں نوڈلز کھائے تھے۔“

”اچھا چلو آؤ مل کر کھاتے ہیں سجاوٹ کیسی لگی میری گڑیا کو۔“

”بہت اچھی۔“ وہ دونوں مسکرا کر باتیں کرتے ہوئے کھانے کی میز کی جانب بڑھ گئے۔

......

وقاص خان حویلی کا گوشہ گوشہ چمک رہا تھا۔خوبصورت روشنیوں سے درودیوار جگمگا رہی تھی۔لڑکیوں کی چہل پہل، ڈھولک کی آواز سے پوری حویلی گونج رہی تھی۔ہال نما کمرہ مقامی عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔آج دیان کی مہندی کی رسم تھی۔وشمہ کو دو دن پہلے ہی مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔عالیہ صبح ہی واپس حویلی آئی تھی۔وشمہ نے تو بہت روکا تھا لیکن انہوں نے اسے سمجھایا کہ یہاں کی ذمہ داری بھی ان پر ہے۔زنیرہ بی بی عورتوں سے مل رہی تھیں تبھی ایک خاتون نے ان کو مخاطب کیا۔

”زنیرہ! سننے میں آیا ہے کہ تمہاری بہو بہت پیاری ہے۔ہماری آنکھیں اس کا دیدار کرنے کے لیے بے چین ہیں۔“ ساتھ ہی دوسری خاتون بولی۔

”اپنا دیان بھی تو کتنا خوبصورت ہے۔بہو بھی کسی سے کم نہیں ہوگی۔“ زنیرہ بی بی مسکرائی۔

”آپ میرے بچوں کے لیے دعا کیجیے گا کہ اللہ انہیں ہمیشہ خوش اور آباد رکھے۔“

کچھ دیر بعد ہی دیان کو صوفے پر لا کر بٹھایا گیا۔بی بی جان نے صدقے وخیرات کی اشیاء اس پر سے وار کر غریبوں میں تقسیم کروائیں۔سفید شلوار قمیض پر براؤن واسکٹ پہنے ہلکی ہلکی داڑھی میں وہ بہت وجیہہ دکھ رہا تھا۔اس کے سرخ وسفید چہرے پر تازگی تھی۔امل اور نوال مہندی کی تھال لے کر آئیں۔

”ماشاءاللہ لالہ بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔“

وہ مسکرایا بی بی جان نے مہندی کی رسم شروع کی۔بہت خوشگوار ماحول تھا۔ابٹن اور مہندی کی خوشبو اور ساتھ ساتھ چنبیلی کے تیل کی خوشبو ماحول کو پرفسوں بنا رہی تھی۔امل دیان کے چہرے پر ابٹن لگا کر اٹھنے لگی تو لڑکھڑائی۔

نوال نے بروقت اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

(او گارہ چئے مہندی سارے کپڑے خراب ناسئی۔)

"ارے مہندی سے کپڑے خراب نہ کردینا۔" وہاں موجود ایک عورت نے کہا۔

"سوری لالہ۔"

"کوئی بات نہیں۔"

اس طرح عالیہ شاہ سب نے باری باری دیان کی رسم کی۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔

ماشاءاللہ داوداا لک سم وخورے آخرین۔

(ماشاءاللہ دولہا بہت اچھا لگ رہا ہے۔) ایک بڑی عمر کی عورت نے بی بی جان سے کہا۔

(دے دوارہ جڑا با چانداور سورج گھونٹے آخرے ماشاءاللہ)

(ماشاءاللہ چانداور سورج کی جوڑی ہے) بی بی جان نے نظروں میں پیار سموتے ہوئے دیان کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

امل ہاتھ دھونے کے لیے کچن کی طرف بڑھی۔ بالوں میں گجرے لگائے۔ ہرے اور گولڈن رنگ کے انار کلی فراک میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ اپنے دھیان میں چل رہی تھی۔ بال پیچھے کر کے جیسے ہی سر اٹھایا تبھی سامنے سے آتے اسفند سے وہ ٹکراتے بچی۔

"سوری میں نے دیکھا نہیں تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ جانے لگا تبھی وہ بولی۔

"آپ اسفند ہیں نا۔"

"جی لیکن آپ۔ امل ذوالفقار خان ایم آئی رائٹ؟"

"جی۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیسی ہیں آپ امل۔"

"میں بالکل ٹھیک۔ آپ یہاں کیسے۔"

"دیان کا دوست بھی ہوں اور وشمہ کا کزن بھی۔"

"اوہ۔ دیان لالہ آپ کے دوست ہیں۔ اچھا لگا اتنے عرصے بعد اپنے سینئر کو دیکھ کر۔"

"مجھے بھی۔"

وہ نظریں جھکا کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔اسفند نے پلٹ کر دیکھا اور مسکرا کر سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

......

پیلے غرارہ سوٹ پر نیٹ کا ہرا دوپٹہ لیے اس کا چہرہ کھل رہا تھا۔اس پر ٹوٹ کر رنگ آیا تھا۔کمرہ موتیے کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔سر بیڈ کراؤن سے ٹکائے وہ ہاتھ اور پاؤں سیدھے کیے لیٹی تھی۔میسج ٹون پر بند آنکھیں کھولیں اور سیدھی ہوئی۔موبائل ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا تھا۔اس نے ایک نظر اپنے پاؤں اور ہاتھوں پر ڈالی۔مہندی ابھی گیلی تھی۔اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے سر پیچھے ٹکا دیا۔

جب سے ارحم سے بات ہوئی تھی وہ بے چین تھی۔بار بار دل بھر رہا تھا اس کا لالہ اس کی شادی پر اس کے پاس نہیں تھا۔دوسری طرف میرب کی ڈیلیوری کے دن قریب آ رہے تھے۔اسے جو بھی کرنا تھا جلدی کرنا تھا۔یہی سوچیں اس پر حاوی تھیں جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کے اہم اور خوبصورت دنوں کے بارے میں نہیں سوچ پا رہی تھی۔نازو دروازے پر دستک دے کر اندر آئی تو اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

"وشمہ بی بی!بہت پیاری مہندی لگی ہے اور اس سے بھی زیادہ آپ کے ہاتھ پاؤں پیارے لگ رہے ہیں۔"

"شکریہ نازو آغا جان کہاں ہیں۔"

"اپنے کمرے میں۔"

"اچھا اور بی جی۔"

"وہ آمنہ بی بی کے کمرے میں ہیں۔آپ کہاں جا رہی ہیں مجھے بتائیں کچھ چاہیے میں لا دیتی ہوں۔" وہ وشمہ کو اٹھتا دیکھ کر بولی۔

"مجھے آغا جان کے پاس جانا ہے۔"

"آپ کی مہندی گیلی ہے۔"

"تم کھانا لگا کر رمشا کو بلاؤ میں آتی ہوں۔"

وہ دوپٹہ ٹھیک کر کے آغا جان کے کمرے کی جانب بڑھی اور دروازے پر دستک دی۔اجازت ملتے ہی وہ

اندر داخل ہوئی۔ آغا جان کمرے میں اندھیرا کیے بیٹھے تھے۔ وہ آہستہ سے چلتے ہوئے ان کے پاس آ کر بیٹھی۔

''کیا کر رہے ہیں آغا جان۔''

''کچھ نہیں تم بتاؤ تیاری پوری ہو گئی یا کچھ رہتا ہے؟'' وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز برت رہے تھے۔

''جی بہت اہم کام رہتا ہے۔''

''کونسا کام؟''

''آپ سے بات کرنے کا کام۔''

آغا جان نے چونک کر اسے دیکھا۔

''وشمہ۔'' ان کی بھیگی آواز آئی۔

''کیا بات ہے آغا جان۔'' اس نے تڑپ کر ان کا ہاتھ تھاما۔

''کوئی بات نہیں ہے۔''

''کچھ ہوا ہے کیا؟''

''نہیں میری جان۔''

''مجھ سے خفا ہیں آپ؟''

''نہیں پگلی کوئی اپنی زندگی سے بھی خفا ہوتا ہے کیا؟''

''تو پھر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟''

''کیا کر دیا میری جان میں نے۔''

''دو دن ہو گئے ہیں آپ نے ایک بار بھی مجھ سے بات نہیں کی نہ ہی آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔''

''تم سے ہی تو بات کر رہا ہوں جان۔''

''لیکن آپ نے مجھے آج پیار نہیں کیا نہ ہی گلے لگایا۔''

''وشمہ۔'' وہ رو پڑے

''کیا ہوا آغا جان! کیوں رو رہے ہیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔'' اس کے بھی آنسو بہنے لگے۔ وہ ان کے

گلے لگ گئی۔دونوں بے تحاشہ رونے لگے۔آغا جان کی جان بستی تھی وشمہ میں۔

''میں ناراض نہیں ہوں وشمہ،تم پرائی ہو جاؤ گی اور یہ بوڑھا پھر بس تمہارا انتظار ہی کیا کرے گا۔کبھی فون پر بات کرلو گی کبھی ملنے آجاؤ گی لیکن اس دل کو ٹھنڈک کیسے ملا کرے گی۔تم جانتی ہو آغا کی زندگی میں تمہاری اہمیت بہت زیادہ ہے۔تم سے بچھڑنے کے ڈر سے دل ابھی سے ہی دھڑکنا بھولنے لگا ہے وشمہ۔''

''آغا جان! مجھے بھی آپ کی بہت یاد آتی ہے اور میں شادی کر رہی ہوں پرائی نہیں ہو رہی۔میں آپ سے روز ملنے آیا کروں گی۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکرائے اور اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے کر اس کا ماتھا چوما اور اس کے آنسو صاف کیے۔

''میری جان کو دنیا کی ہر خوشی ملے۔''

''آغا جان! وشمہ آپ سے کبھی دور نہیں ہو سکتی۔میں دیان کو بولوں گی مجھے یہاں لے کر آئے اور اگر اس نے مجھے منع کیا نا۔کرے گا تو نہیں جانتا ہے پھر وہ خود نہیں بچے گا لیکن اگر کیا بھی تب بھی میں اسے چھوڑ کر آپ کے پاس آؤں گی۔'' وہ ہنسے اور اس کو گلے لگایا۔

''جاؤ آرام کرو جا کر۔صبح جلدی اٹھنا ہے نا اللہ میری بچی کو ہمیشہ خوش رکھیں۔''

⚝......⚝......⚝

رسم اختتام پذیر ہوئی تو وہ سب سے جان چھڑا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔دروازے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ میرب نے اسے آواز دی۔

''دیان۔''

''جی۔'' وہ پلٹا۔میرب ہاتھ میں ابٹن کا پیالہ لیے اس کے پاس آئی۔دیان نے منہ بنایا۔

''ابھی تو لگایا ہے دیکھیں امل نے پورا بھگو دیا ہے۔''

''جانتی ہوں لیکن یہ ابٹن وشمہ کو لگایا گیا ہے اس لئے اسے تمہیں بھی لگانا ہوگا۔''

''کیوں۔''

''کیونکہ تم دونوں کو ایک دوسرے کے رنگ میں جو رنگنا ہے۔''

وہ مسکرایا اور اپنا چہرہ میرب کی طرف جھکایا۔میرب نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پر ابٹن لگایا۔ اسفند نے سائڈ سے تصویریں بنائیں۔

’’تو وشمہ کو نہیں دکھائے گا۔‘‘اس نے وارن کیا۔

’’کیوں۔‘‘

’’تم لوگ مجھے بھی تو نہیں دکھا رہے۔‘‘

’’ہاہاہا دیان،لڑکی کی اور بات ہوتی ہے۔‘‘

’’یہ غلط بات ہے نا۔‘‘

’’بھیج دی ہے اسے۔‘‘اسفند نے وشمہ کا نمبر اس کے سامنے لہرایا۔

’’تجھے تو میں آ کر پوچھتا ہوں پہلے کپڑے بدل آؤں۔‘‘وہ چلا گیا تو اسفند میرب کی طرف مڑا۔

’’کیسی ہیں بھابھی۔‘‘

’’ٹھیک تم بتاؤ۔‘‘

’’میں بھی ٹھیک۔لالہ بھی ٹھیک ہیں بھابھی۔‘‘میرب نے سر اٹھایا۔وہ یہی پوچھنا چاہتی تھی اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

’’میرا سلام دینا انہیں۔‘‘بول کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔اسفند نے وشمہ کے علاوہ چند تصویریں ارحم کو بھی بھیج دیں اور گھر جانے کے لیے باہر کی جانب بڑھ گیا لیکن جانے سے پہلے وہ کسی کو دیکھنا نہیں بھولا تھا۔

....

تیرے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
بکھر گئے ہیں تیرا انتظار کرتے ہوئے

’’ارحم! آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔کیا آپ کو میری یاد نہیں آتی۔ایک بار میرے سامنے آ جائیں اس دل کو قرار مل جائے گا۔مجھے اپنے ساتھ لے جائیں ارحم پلیز، مجھے لے جائیں۔‘‘وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

دوسری طرف پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایسا ہی اندھیرا کمرے میں موجود نفس کی ذات کا بھی حصہ بن چکا تھا۔ آج وشمہ کی مہندی تھی۔ وہ بہت خوش بھی تھا اور اداس بھی۔ وشمہ اسکی کزن تھی لیکن سگی بہنوں سے بڑھ کر تھی۔ آج اس کی خوشیوں کا دن تھا لیکن وہ خود سے کیے گئے وعدے سے بندھا تھا۔ صبح سے شام تک وشمہ اسے فون کرتی رہی تھی۔ اس نے موبائل کو دوبارہ اپنے سامنے کیا۔ کچھ دیر پہلے کی اسفند کی طرف سے ملنے والی تصویروں نے اس کے دل کی تڑپ میں اضافہ کر دیا تھا۔

ہرے رنگ کے کامدار سوٹ میں ملبوس، سنہری دوپٹہ اپنے اردگرد پھیلایا ہوا۔ تھا ایک نور سا چھایا ہوا تھا اسکے وجود پر۔ شاید ماں بننے کا نور تھا۔ ہاتھوں میں منہ دکھائی میں دی ہوئی گولڈن چوڑیاں موجود تھیں جنہیں وہ سوتے وقت انگلیوں سے گھمایا کرتا تھا۔ وہ خوبصورت تھی لیکن اس روپ میں وہ قیامت ڈھا رہی تھی۔ دل نے بیٹ مس کی جس کی دوری کا سوچ کر ہی وہ کانپ جاتا تھا۔ آج سات مہینے ہونے کو آرہے تھے دونوں کو ایک دوسرے کے بغیر رہتے ہوئے۔

⁂......⁂......⁂

موسم میں آج ایک سرور تھا۔ بادل بھی محبت کا ملن دیکھنے آئے تھے۔ ہوا مست ہو کر پھولوں کی مہک کو بکھیر رہی تھی۔ عالیہ وشمہ کے پاس صبح ہی آگئی تھی۔ آج ان کی لاڈلی بیٹی کو دلہن بننا تھا۔ اس کو اپنی زندگی کا نیا باب شروع کرنا تھا۔ اس ساتھی کا ہاتھ تھامنا تھا جس کے دل میں وہ دھڑکن بن کر دھڑک رہی تھی۔ اس نے اپنی گھنیری پلکوں کو اٹھایا تو بھوری آنکھوں نے سامنے آئینے میں ابھرتے سراپا حسن کو دیکھا۔ سرخ رنگ کا لہنگا جس پر گولڈن نگوں کی بھرائی کا کام تھا۔ زیورات، میک اپ میں اس پر نگاہ ٹھہر ٹھہر جا رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سادہ ہی رہی تھی آج پہلی بار وہ سجی سنوری تھی۔ لائنر اور کاجل سے بھوری آنکھیں مزید خوبصورت لگ رہی تھیں۔ دلہن بن کر اس پر خوب روپ آیا تھا۔

"ماشاءاللہ، میری گڑیا تو بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔" عالیہ ہاتھ میں گجرے لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ ساتھ ہی رمشا بھی بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"پھپھو! آغا جان کہہ رہے ہیں۔ جلدی سے آجائیں۔ باقی مہمان ہال میں پہنچ چکے ہیں اور وشہ آپی آپ

ان میں سے دیکھیں کون سی پہنیں گی۔'' اس نے پائلیں وشمہ کے سامنے کیں۔

''جس کو پہن کر آواز نہ آئے وہ دو۔''

''اچھا ٹھیک ہے پاؤں آگے کریں۔ یہ پہن لیں لہنگے کے ساتھ میچ کر رہی ہے۔'' اس نے پیکٹ کھول کر گولڈن پائیلیں نکالیں اور وشمہ کو پہنائیں۔ وشمہ نے حنائی ہاتھ اٹھا کر پیشانی پر موجود جگمگاتی بندیا ٹھیک کی۔ دیان کی پہنائی گئی انگوٹھی چمک رہی تھی۔ وہ آہستہ سے لہنگا تھوڑا سا اٹھا کر کھڑی ہوئی۔ عالیہ نے نم آنکھوں سے اس کا دوپٹہ ٹھیک کیا اور گجرے پہنائے۔

''پھپھو جان آپی کا لہنگا بہت پیارا ہے۔''

''کیسے نا پیارا ہوتا۔ دیان نے اپنی پسند سے لیا ہے۔ بھابھی کو دو چکر بازار کے لگوائے۔ تیسری دفعہ خود جا کر یہ لے آیا۔''

''سچ وشہ آپی، دیان لالہ تو خوب جانتے ہیں آپ پر کون سا جچے گا۔''

وہ ہلکا سا مسکرائی اور شرما کر نظریں جھکائیں۔ پھر آگے بڑھ کر گولڈن نازک ہیل پہنی۔ اب وہ مکمل تیار تھی آہستہ سے پلٹی تو عالیہ نے اس کی پیشانی چومی۔

''اللہ میری بچی کو ڈھیروں خوشیوں سے نوازے۔''

''چلیں پھپھو۔'' عالیہ نے آگے بڑھ کر وشمہ کو چادر اوڑھائی اور گھونگھٹ نکالا جس سے اس کا چہرہ چھپ گیا پھر وہ دونوں کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گئی۔ آغا جان وشمہ کو حویلی سے ہی رخصت کرنا چاہتے تھے لیکن وقاص خان نے منع کر دیا کہ وہ آغا جان حویلی میں قدم نہیں رکھیں گے جس پر آغا جان نے خاموشی سے ان کی بات مان لی۔ وہ خوشی کے موقع پر کوئی ان بن نہیں چاہتے تھے اس لیے تقریب ہال میں تھی۔

❁......❁......❁

حسن و رنگ کی فضا ہر سو چھائی ہوئی تھی۔ سب بہت خوش تھے۔ کریم رنگ کی شیروانی پہنے دیان اسٹیج پر دوستوں کے درمیان بہت شاہانہ انداز میں بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر خوبصورت رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ یہاں تو دولہے پر بھی ٹوٹ کر روپ آیا تھا اور کیسے نا آتا جس سے محبت کی وہ تا عمر کی ساتھی بن رہی تھی۔ وشمہ

برائیڈل روم میں تھی۔امل اور نوال نے اس کو دیکھنا چاہا لیکن اس نے اپنا گھونگھٹ نہیں ہٹایا۔

''کیا ہے وشمہ پلیز دکھاؤ۔''

''نہیں تم دونوں صرف میری نندیں ہوں بہنیں ہوتیں تو میرے ساتھ رہتی نا کہ مجھے منع کر دیتی۔''

''وشمہ! ہمارا ایک ہی لالہ ہے اتنی رسمیں تھیں۔''

''چلو جاؤ یہاں سے، نکاح کے بعد آنا اور بھابھی آپ میرے پاس آئیں۔'' وشمہ نے میرب کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ کھڑا کیا۔

''میرب آپی کو کیوں اپنی پارٹی میں شامل کر رہی ہیں۔''

''کیونکہ ہم تو شروع سے پارٹنر ہیں۔ ہے نا بھابھی۔''

''ہاں۔''

وہ دونوں منہ پھلا کر باہر چلی گئیں تو وشمہ نے ہنستے ہوئے گھونگھٹ ہٹایا۔

''کیسی لگ رہی ہوں۔''

''وشہ! بہت پیاری لگ رہی ہو۔آج سے پہلے میں نے اتنے خوبصورت دلہا، دلہن نہیں دیکھے۔ دیان بھی ماشاءاللہ بہت پیارا لگ رہا ہے۔''

''مجھ سے بھی پیارا؟''

''تم دونوں ہی کمال لگ رہے ہو۔''

وشمہ نے مسکرا کر سر جھکایا۔

آج میں تم سے نکاحِ عشق کرتا ہوں

مجھے تم سے محبت ہے

محبت ہے

محبت ہے

کچھ دیر بعد ہی نکاح کی رسم ادا ہوئی۔ دیان کے بعد مولوی صاحب کے ساتھ شاہ، اسفند، آغا جان وشمہ

کے پاس آئے۔ بی بی جان کچھ دیر پہلے ہی اس سے ملنے آئی تھیں۔

"وشمہ بچے! آج تمہاری زندگی کا نیا سفر شروع ہونے جا رہا ہے۔ وقاص خان اور تمہارے بیچ جو بھی ہے اس سب کا اثر دیان اور تمہارے بیچ نہیں ہونا چاہیے۔ سچے دل سے یہ رشتہ نبھانا۔"

وشمہ نے گھونگھٹ کے نیچے موجود سر ہلایا۔ مولوی صاحب نے نکاح کے کلمات ادا کرنے شروع کیے۔

(میں اپنی زندگی تمہارے نام کرتی ہوں۔) "قبول ہے۔"

(زندگی کے ہر موڑ پر تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے۔) "قبول ہے۔"

(صرف میرا تم پر اور تمہارا مجھ پر حق ہے۔ اللہ! میں سچے دل سے دیان خان کو اپناتی ہوں۔ وشمہ خان آج سے ابھی سے صرف دیان خان کی ہے) "قبول ہے۔"

شاہ نے آگے بڑھ کر مبارک دی اور اسے سینے سے لگایا۔

کچھ دیر بعد وشمہ کو سٹیج پر لا کر دیان کے ساتھ بٹھایا گیا۔ چہرہ زرتار دوپٹے سے چھپایا گیا تھا۔ مووی کیمروں کی روشنیاں ہر سو پھیل گئیں۔ ہر کوئی ٹھک ٹھک تصویریں بنا رہا تھا۔ ماحول بہت خوبصورت تھا۔

شاہ اور عالیہ ایک ساتھ کھڑے دور سے وشمہ اور دیان کو دیکھ رہے تھے۔ شاہ نے آہستہ سے عالیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"مجھے یقین ہی نہیں آ رہا کہ میری بیٹی کی شادی ہو گئی ہے۔"

عالیہ مسکرائیں۔

"کر لیں یقین، اب وہ دیان کی پرنسس بن گئی ہے۔"

شاہ نے مسکراتے ہوئے وشمہ کو دیکھا۔

"ہم بھی دوبارہ شادی کر لیں۔"

شاہ کی بات پر عالیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں ایک بیٹی ہے ہماری۔"

"تو ہم لگتے ہیں بیٹی کے ماں باپ ابھی بھی اتنی ہی خوبصوت اور جوان ہو وشمہ کی ماں سے زیادہ اس کی

بڑی بہن لگتی ہو۔"

"بس کردیں شاہ آپ کی بھی عجیب وغریب باتیں ہوتی ہیں۔"

"لو اس میں عجیب کیا ہے۔"

"چچا جان اور چچی وشمہ کہہ رہی ہے میرے ساتھ آکر بیٹھیں۔"

"چلیں اب۔" وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر سٹیج کی جانب بڑھ گئے۔ بلیک اور گولڈن سوٹ پہنے امل ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھامے بی جی اور آمنہ بی بی کے پاس آئی۔

"آپ دونوں نے تو منہ میٹھا کیا ہی نہیں یہ لیں۔" آمنہ بی بی نے امل کا گال تھپتھپایا۔

"شکریہ خوش رہو۔" اسفند یہ منظر دیکھ کر مسکرایا۔ امل اسے شروع سے ہی اچھی لگتی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ یونیورسٹی میں کوئی دس لڑکوں کا منہ توڑ چکی تھی۔ اس نے کبھی کسی لڑکے سے فری ہونے کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ یونی گروپس میں شامل ہوتی تھی۔ پوری یونی میں امل کے کافی چرچے تھے اور اسفند اس سے کافی امپریس بھی تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھا تبھی امل نے مٹھائی کا ڈبہ اس کے سامنے کیا۔

"یہ لیں آپ نے بھی منہ میٹھا نہیں کیا۔"

"نہیں شکریہ میں میٹھا نہیں کھاتا۔"

"پھر تو آپ آئس کریم بھی نہیں کھاتے ہوں گے۔"

"جی نہیں کھاتا۔"

"اچھا ٹھیک ہے نہ کھائیں۔" وہ منہ بنا کر چلی گئی۔

"اسے کیا ہوا۔" اسفند کندھے اچکا کر آمنہ بی بی کے پاس چلا گیا۔

"دیان بیٹا! میری گڑیا کا خیال رکھنا۔" آغا جان وشمہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیان سے بولے وشمہ کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

"آغا جان۔" اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں وشمہ کا بہت خیال رکھوں گا آغا جان۔" دیان نے یقین دلایا۔ داجی کا خون کھول رہا تھا یہ منظر دیکھ

کر۔آغا جان سٹیج سے اتر کر چلے گئے تو دیان نے ساتھ بیٹھی وشمہ کو دیکھا۔یہ احساس ہی اتنا حسین تھا کہ اس کا نام وشمہ کے ساتھ جڑ گیا ہے۔

سسکی کی آواز پر وہ چونکا۔

''وشمہ!تم رو رہی ہو۔''وہ آہستہ سے بولا۔وشمہ نے اپنے آنسو صاف کیے۔

''کیا مجھے ڈرانے کا ارادہ ہے۔''

''کیا مطلب۔''وہ ہلکا سا بولی۔

''مطلب میک اپ پھیل جائے گا پھر تم چڑیل ہی لگو گی نا۔''

''دیان۔''اس نے ہلکا سا تھپڑ اس کے ہاتھ پر مارا۔

''شرم لڑکی شرم،تمہارا مجازی خدا ہوں میں،مار دھاڑ نہیں چلے گی۔''

''اچھا تو پھر کیا چلے گا۔''

''صرف پیار۔''

وشمہ کی بولتی بند ہو گئی جبکہ دیان کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

رخصتی کے وقت وشمہ آغا حویلی کے افراد کے گلے لگ کر بہت روئی۔عالیہ اور شاہ اس کے ساتھ تھے لیکن رمشا اسفند باقی سب میں اس کی جان تھی۔خاص کر آغا جان میں۔اس نے عالیہ سے آغا جان کا پوچھا وہ کہیں نہیں دکھائی دے رہے تھے۔

''وشہ!گاڑی میں سب انتظار کر رہے ہیں۔آغا جان شاید کام سے کہیں گئے ہوں ابھی ادھر ہی تھے۔''

''نہیں ماما میں ان سے ملے بغیر نہیں جاؤں گی۔''

''چچی جان!آپ جا کر بیٹھیں میں لے کر آتا ہوں وشمہ کو۔''

وہ واپس ہال میں آئی اور اپنا گھونگھٹ اٹھایا،آغا جان سامنے کرسی پر بیٹھے تھے۔

''آغا جان!کیا ہوا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔''اس نے ان کے ہاتھ تھامے تو انہوں نے اپنی نم آنکھیں اٹھائیں۔

”وشہ! تم نے مجھ سے اتنا کچھ کیوں چھپایا۔“

”کیا کہہ رہے ہیں آپ۔“

”وقاص خان کا رویہ تمہارے ساتھ صحیح نہیں تھا۔“

وشمہ چونکی۔

”نہیں، کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ کو کس نے کہا ہے۔“

”جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے مجھ سے وہ خود بول کر گیا ہے اور یہ بھی کہ وہ تمہیں اس حویلی سے نکلوا دے گا اور دیان کی شادی اپنی پسند سے کرے گا۔ یہ صرف دیان کا وقتی جذبہ ہے۔ وشمہ، میں نے کہا تھا اگر تمہیں تکلیف ہوئی تو میں برداشت نہیں کروں گا۔“

”آغا جان! آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ دیان مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جہاں تک داجی کی بات ہے وہ ابھی مجھ سے غصہ ہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”وشمہ چلو۔“ آمنہ بی بی نے اسے آواز دی تو وہ کھڑی ہوئی۔

”اپنا خیال رکھیے گا آغا جان۔ اللہ حافظ۔“

اور پھر وہ چلی گئی۔

نئی زندگی کی طرف۔

نئی منزل کی طرف۔

اور نئے امتحانوں کی طرف۔

⁂......⁂......⁂

گاڑی پورچ میں آ کر رکی تو عالیہ نے وشمہ کو آرام سے باہر نکالا۔ باقی گاڑیاں پہلے ہی حویلی پہنچ چکی تھیں۔ وشمہ کو دیان کے ساتھ لا کر کھڑا کیا گیا۔ وشمہ کی ساری خوشی مسکراہٹ اب غائب ہو گئی تھی۔ دونوں ایک ساتھ حویلی کے اندر داخل ہوئے۔ ان کا استقبال بہت ہی شاندار انداز میں کیا گیا۔ امل اور نوال نے رسموں کے لیے ضد کی لیکن بی بی جان نے منع کر دیا کہ وقت کافی ہو گیا ہے۔ صبح جلدی اٹھ کر ولیمے کی تیاری بھی کرنی ہے۔ زنیرہ

بی بی نے وشمہ کو کمرے میں لاکر بیڈ پر بٹھایا۔ پورا کمرہ گلاب اور موتیے کے پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ بیڈ بھی چاروں طرف سے پھولوں کی لڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

''یہ لو وشمہ یہ ہماری طرف سے۔'' امل اور نوال نے گفٹ اس کی طرف بڑھایا۔

''تھینک یو۔'' تبھی دیان کمرے میں داخل ہوا۔

''اچھا ہوا لالہ آپ آ گئے۔ دونوں کی تصویریں لینی ہیں آؤ وشمہ۔'' نوال نے وشمہ کو کھڑا کیا۔ وہ اپنا گھونگھٹ اٹھانے لگی تھی تبھی امل نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''رک جاؤ لالہ اٹھائیں گے۔'' دیان آگے آیا۔ امل نے دونوں کو ایک ساتھ کھڑا کیا۔

''وشمہ کا گھونگھٹ اٹھائیں لالہ۔''

''امل! تنگ مت کرو۔ وشمہ تھک گئی ہو گی۔'' زنیرہ بی بی نے امل سے کہا۔

''اچھا مورے، ابھی ہم چلے جائیں گے۔ لالہ آپ اٹھائیں۔''

دیان نے آہستہ سے اس کا گھونگھٹ اٹھایا اور اسے دیکھتے ہی وہ ساکت ہو گیا۔ جھکی ہوئی لرزتی پلکیں، پیشانی پر جگمگاتی بندیا، ناک میں دمکتی نتھ۔ وہ کس قدر حسین لگ رہی تھی۔ وہ تو سادگی میں ہی اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی اور اب اس سجے سنورے روپ میں۔ دیان نے اپنے بے قابو ہوتے دل کو سنبھالا امل اور نوال تصویریں اتار رہی تھیں۔ ہر ایک پوز جو امل نیٹ پر دیکھ چکی تھی اس نے ان دونوں سے بنوا کر تصویریں اتاریں۔ وشمہ نے بیچارگی سے دیان کی طرف دیکھا۔ وہ خود منع کر کے امل کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی لیکن اب اس کا تھکاوٹ سے برا حال ہو رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے دیان بولا۔

''امل! آج کے لیے اتنا کافی ہے باقی کل ولیمے میں۔ تم بھی تھک گئی ہو گی جاؤ آرام کرو۔''

''لالہ صحیح کہہ رہے ہیں امل، بس کر دو۔'' نوال نے اس کا بازو کھینچا۔

''اچھا چلیں ٹھیک ہے۔ اللہ حافظ۔''

دیان دروازہ بند کر کے پلٹا تو وشمہ صوفے پر سر تھامے بیٹھی تھی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ بار بار آنکھوں کے سامنے آغا جان کی نم آنکھیں اور بھیگا لہجہ آ رہا تھا۔ اسے داجی پر شدید غصہ تھا۔ دیان اس کے ساتھ آ کر بیٹھا تو وہ چونکی۔

”کسی بات پر پریشان ہو؟“

”نہیں تو۔“ وہ نظریں جھکا کر دیان کی دی گئی انگوٹھی گھمانے لگی۔ دیان نے آہستہ سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

”مجھے ڈر ہے کہیں میری ہی نظر نہ لگ جائے تمہیں۔“ محبت سے چور لہجے میں کہا گیا۔ وشمہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ کریم رنگ کی شیروانی، سلیقے سے بنائے گئے بال ہلکی ہلکی داڑھی میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پر اس نے فوراً سر جھکا دیا۔

”میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔“

وشمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”آؤ۔“ وہ صوفے کے ساتھ رکھی کتابوں کی شیلف کی طرف آیا۔ وشمہ چونکی۔ یہ تو یہاں نہیں تھی پھر اٹھ کر دیان کے ساتھ کھڑی ہوئی اور سامنے دیکھا۔ اگلے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پوری الماری ناولز سے بھری ہوئی تھی اور ایک طرف کپ رکھے ہوئے تھے جن میں مختلف ناولز کے ڈائیلاگ اور باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ اسے لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے کیونکہ اتنے ناولز بس اس نے خواب میں ہی دیکھے تھے۔

”کیسا لگا؟“ وہ اس کے کان میں جھک کر بولا۔ وشمہ نے بے یقینی سے دیان کی طرف دیکھا۔

”یہ تم نے لیے ہیں؟“

”جی جناب، یہ سب میں نے لیے ہیں۔“ وشمہ نے آگے بڑھ کر ایک کپ اٹھایا اس پر لکھا تھا۔ (تم نے میرا دل لے لیا ہے)

وہ پلٹی۔ دیان ٹیبل سے ایک لال ڈبیہ اٹھا کر لایا اور وشمہ کو دی۔ اس نے ڈبیہ کھولی تو اس میں ڈائمنڈ کی رنگ تھی۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

”دیان! تمہیں یہ سب......“

”چچی جان سے پوچھا تمہاری پسند ناپسند تم کیا چاہتی ہو، کیا شوق ہیں سب۔“

وشمہ کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

”تمہیں پتا ہے کتنی مشکلوں سے اپنے رقیبوں کے بارے میں جان کاری لی ہے۔“

”کیا مطلب۔“

”تمہیں فارس، الوک، زلنین، سکندر، پتا نہیں کون کون پسند ہے۔“

”ہاہاہا۔“ وہ ہنستی ہی گئی۔ دیان مبہوت سا اسے دیکھنے لگا۔

”یہ لو۔“ اس نے ایک کپ اٹھا کر اسے دیا۔ اس پر ایک طرف لکھا تھا وشمہ دیان اور دوسری طرف لکھا تھا۔ ”تہ زمہ پہ زڑہ کہ دہ درازاری پہ زے دراز یگے۔“

”اس کا کیا مطلب ہے؟“

”خود ہی پتا لگاؤ۔“

”دیان مجھے پشتو نہیں آتی۔“

”میں نہیں بتاؤں گا تم خود جانو۔“ وہ بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔

”بتاؤ دیان پلیز بتاؤ۔“ ہیل سے پاؤں آزاد کر کے وہ اس کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔

”نہیں میں نہیں بتاؤں گا۔“ وشمہ نے مکا اس کے بازو پر رسید کیا۔

”بدتمیزی مت کرو جلدی سے بتاؤ۔“

اچانک اس کی نظر سائڈ ٹیبل پر رکھے ڈبے پر گئی۔

”وہ کس کا گفٹ ہے۔“ اس نے لال مخملی ڈبے کی طرف اشارہ کیا۔ دیان نے آگے بڑھ کر ڈبہ اٹھایا اور وشمہ کو دیا۔

”یہ تمہارے لیے ہے۔“ وشمہ نے مسکراتے ہوئے ڈبہ کھولا تو اس میں سونے کی چین تھی جس میں بہت ہی نازک دل والا لاکٹ تھا۔

”واؤ یہ بہت خوبصورت ہے۔“

”وشمہ۔“

”ہمم۔“ اس نے سر اٹھایا۔

”یاد ہے جنگل میں ہم نے ایک دوسرے سے سوال کیا تھا کہ جب ہمیں کبھی محبت ہو گی تو ہم کیسے اظہار

کریں گے؟"

وشمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے کہا تھا تم اظہار نہیں کر سکتی۔"

وشمہ نے نظریں چرائیں۔ دیان نے آہستہ سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے۔

"جب تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے تم یہ چین پہن لینا میں سمجھ جاؤں گا۔"

وشمہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں صرف اس کا عکس تھا۔ وہ جانتی تھی دیان اس سے بہت محبت کرتا ہے۔

"دیان! تمہیں مجھ سے اتنی محبت کیسے ہو گئی۔" بھوری آنکھیں پیار سے کالی آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں۔ کالی آنکھیں مسکرائیں۔

"میں یہ نہیں کہوں گا پہلی نظر میں تم سے محبت ہو گئی بالکل نہیں۔ جنگل میں تمہارے ساتھ گزارا وقت میری زندگی کا سب سے خوبصورت وقت تھا۔ تمہارے ساتھ باتیں کرنا، تمہاری ہنسی جیسے مجھے زندگی کا پتا دیتی ہے، تمہاری بچوں جیسی حرکتیں، منہ بنانا سب کچھ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ جب میں نے تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھے، داجی نے تمہیں مارا۔ وشمہ میں بتا نہیں سکتا مجھے کتنی تکلیف ہوئی مجھے نہیں پتا۔ مجھے تم سے کب محبت ہوئی لیکن تم سے دور جانے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔" وشمہ اس کے سینے سے لگ گئی۔

"تھینک یو سو مچ دیان۔ تم بہت اچھے ہو۔" دروازے پر زور سے دستک ہوئی تو دونوں چونکے۔ دیان نے دروازہ کھولا تو سامنے نوال تھی۔

"کیا ہوا اتنی پریشان کیوں ہیں۔"

"لالہ! داجی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔" وشمہ دیان کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی۔ دیان فوراً داجی کے کمرے کی طرف بھاگا۔ وشمہ بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ سب داجی کے کمرے میں تھے اور وہ کھانستے ہوئے اپنا سینہ مل رہے تھے۔

"داجی! کیا ہوا آپ کو۔"

"دیان۔"

”داجی! چلیں ڈاکٹر کے پاس۔“ وہ انہیں کندھوں سے تھامے باہر کی جانب بڑھا۔ وشمہ کمرے کے دروازے پر کھڑی پریشانی سے داجی کو دیکھ رہی تھی۔ سارا غصہ غائب ہو گیا تھا۔ وہ اس کے دادا تھے۔ وہ ان سے ناراض تھی لیکن وہ داجی سے نفرت نہیں کر سکتی تھی۔

❁......❁......❁

ان کو ہوسپٹل گئے پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ شاہ اور ذوالفقار صاحب داجی کے ساتھ تھے۔ باقی ہال میں پریشان بیٹھے تھے۔

”وشمہ بچے! جاؤ جا کر کپڑے بدلو اور آرام کر لو۔ تھک گئی ہو گی۔ جاؤ عالیہ، وشمہ کو کمرے میں لے جاؤ۔“

کمرے میں آ کر اس نے کپڑے بدلے اور منہ ہاتھ دھو کر ڈریسنگ کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر چوڑیاں اتارنے لگی۔ دیان کی پہنائی گئی انگوٹھی وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں اتارتی تھی۔ تہجد کی نماز پڑھ کر وہ بیڈ پر آ کر بیٹھی۔ تبھی نظر امل اور نوال کے دیے گئے تحفے کی جانب گئی۔ اس نے گفٹ پیک کھولا تو اس میں بہت ہی پیارا فریم تھا جس میں وشمہ اور دیان کی مہندی کی تصویروں کو ملا کر ایک فریم بنایا گیا تھا۔ بہت ہی خوبصورت مسکراہٹ وشمہ کے لبوں کو چھو گئی۔ اس نے اٹھ کر فریم دیوار پر لگے کیل پر لٹکا دیا پھر پیچھے ہو کر تصویر دیکھی۔

”پرفیکٹ۔“

❁......❁......❁

سورج اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ چمک رہا تھا اور برف پوش پہاڑوں پر برف کی چادر اس کی تپش سے پگھل رہی تھی۔ اس نے دائیں جانب کروٹ لے کر آنکھیں کھولیں تو دیان کو اپنے سامنے پایا۔ وہ فوراً پیچھے ہوئی۔ فجر پڑھ کر اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی جو اس وقت دس بجا رہی تھی۔

”سب جاگ گئے ہوں گے۔“ وہ اٹھ کر بیٹھی اور بالوں کا جوڑا بنایا۔ دیان گہری نیند میں تھا۔ وہ ٹانگوں کے گرد بازو باندھ کر منہ گھٹنوں میں ٹکا کر دیان کو دیکھنے لگی۔

”ڈائن۔“ اس نے آہستہ سے کہا تبھی دیان نے آنکھیں کھولیں۔ وشمہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

”السلام علیکم مسز۔“

"وعلیکم السلام۔کب آئے تھے۔داجی کی طبیعت کیسی ہے ڈاکٹر نے کیا کہا۔"

"بالکل ٹھیک ہیں۔ویسے ہی بے چینی ہو رہی تھی ڈاکٹر نے دوائی لکھ دی ہے دو دن کھائیں گے تو بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"اچھا۔" وہ اٹھنے لگی تو دیان نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"کہاں چلی۔"

"ٹائم دیکھو دس بج رہے ہیں۔سب جاگ گئے ہوں گے اٹھ جاؤ جلدی سے۔"

"میرا ابھی کوئی ارادہ نہیں ہے اٹھنے کا۔" وہ کمبل میں منہ چھپا کر دوبارہ سو گیا۔

✡......✡......✡

پستے رنگ کا ہلکی کڑھائی والا سوٹ، ناک میں دیان کی دی گئی لانگ اور ہاتھوں میں زنیرہ بی بی کی دی گئی سونے کی چوریاں پہنے وہ کچن کی جانب بڑھی اور اونچی آواز میں سب کو سلام کیا۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ، وشہ تو شہزادی لگ رہی ہے۔"

وشمہ زور سے زنیرہ بی بی کے گلے لگ گئی۔

"تھینک یو تائی جان۔"

"شہزادی صاحبہ آپ کا شہزادہ کہاں ہے۔"

"سو رہا ہے۔"

"اٹھایا کیوں نہیں اسے۔"

"تائی جان صبح تو سوئے ہیں۔" (سوئے ہیں) پرنوال اور امل ہنسنے لگیں۔وشمہ نے کھا جانے والی نظروں سے انہیں گھورا۔

"خوش رہو آباد رہو۔" وہ اس کی گال تھپک کر کچن سے چلی گئیں تو امل اور نوال نے اسے گھیرا۔

"جلدی بتاؤ یہ لونگ لالہ نے دی ہے نا۔"

وشمہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

”نوال بی بی یہ لیں۔“ گل نے سوپ کا پیالہ نوال کی طرف بڑھایا۔

”یہ کس کے لیے۔“

”داجی کے لیے۔“

”لاؤ میں دے آتی ہوں طبیعت بھی پوچھ لوں گی۔“ وہ ٹرے پکڑ کر داجی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ بیڈ پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے تبھی وشمہ دروازے پر دستک دے کر اندر آئی۔ انہوں نے سر اٹھایا بی بی جان باہر تھی۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام۔“ گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”کیسی طبیعت ہے آپ کی؟“

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

وشمہ سوپ میں چمچ ہلانے لگی۔

”تمہیں کیا لگتا ہے میں بہت خوش ہوں اس شادی سے۔“

”نہیں بالکل نہیں، آپ آغا جان کو جو کچھ کہہ کر آئے ہیں وہ سب مجھے پتا ہے لیکن ابھی میں یہ سب باتیں کرنے نہیں آئی۔“

”اوہ تو بتا دیا اس نے تمہیں اچھا ہے پتا ہونا چاہیے تمہیں۔“

”داجی! آغا جان کو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آپ کا اور میرا معاملہ ہے۔ آغا جان کو بیچ میں مت لائیں۔“ اس نے سوپ کا پیالہ ان کے سامنے رکھا تبھی وہ بولے۔

”کل کی رات دیان کے انتظار میں گزار کر کیسا لگا۔ یہ ٹریلر تھا جو پہلے دن میں نے تمہیں دکھایا ہے۔ اب تمہیں دیان کا انتظار ہی کرنا ہے اور اس انتظار کا خاتمہ کبھی نہیں ہوگا۔ جیسے کل رات میں نے دیان کو تم سے دور کیا اسی طرح تمہیں اس کی زندگی سے نکال دوں گا۔“

وشمہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

''آپ نے۔''

''میں بالکل ٹھیک ہوں وشمہ، مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔''

''آپ۔آپ ایسا کیسے کرسکتے ہیں اتنی نفرت۔'' آواز لڑکھڑا گئی۔آنکھوں میں ایک دم بہت سا پانی اترا۔ اس نے لمبا سانس لیا پھر بولی۔

''یہ آپ کی غلط فہمی ہے داجی، آپ دیان کو مجھ سے دور نہیں کرسکتے۔محبت اور نفرت میں محبت کبھی نہیں ہارے گی۔دیان مجھ سے محبت کرتا ہے اور اب ہم ایک مضبوط رشتے میں بندھ چکے ہیں۔''

بول کر وہ وہاں رکی نہیں۔آنسو نکلنے کو بے تاب تھے۔کمرے سے نکلتے ہی اس نے بی بی جان کو دیکھا جو نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔انہیں دیکھتے ہی اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔چمک، مسکراہٹ جو صبح اس کے چہرے پر تھی سب ماند پڑ گئی تھی۔

⁂......⁂......⁂

بیڈ پر بیٹھ کر اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا اور سسکیوں سے رونے لگی۔اتنے دنوں سے داجی کے سامنے مضبوط بنے رہنے کی اداکاری کرکے وہ تھک گئی تھی۔آج ساری ہمت ختم ہوگئی تھی۔واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔اس کا مطلب تھا دیان واش روم میں ہے۔ایک دل کیا بھاگ کر عالیہ کے گلے لگ جائے اور انہیں سب بتادے لیکن وہ پریشان ہوجائیں گی اس لیے وہیں بیٹھی روتی رہی۔

ٹاول سے بال رگڑتا دیان واش روم سے باہر آیا تو بیڈ پر وشمہ کو بیٹھا دیکھ کر مسکرایا۔وشمہ کی پشت اس کی طرف تھی اس سے پہلے وہ کچھ بولتا وشمہ کی سسکیاں اس کے کانوں میں پڑیں۔

''وشمہ۔''

وشمہ نے فوراً آنسو صاف کیے اور گردن موڑ کر اسے دیکھا پھر جھٹکے سے منہ آگے کرلیا۔دیان نے فوراً بیڈ پر رکھی ٹی شرٹ اٹھا کر پہنی اور اس کے پاس آیا جس کی آنکھیں رونے کے باعث سوج گئی تھیں۔

''کیا ہوا ہے ایسے کیوں رو رہی ہو۔''

''کچھ نہیں ہوا۔'' وشمہ نے اس کے ہاتھ جھٹکے اور کھڑی ہوگئی۔

”وشہ! ٹیل می پلیز واٹ ہیپنڈ۔“

اس نے وشمہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ دیان کے اس انداز پر پھر سے آنسو بہنے لگے۔

”میں نے بولا نا کچھ نہیں ہوا۔“

وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر واش روم میں گھس گئی اور دروازہ بند کرلیا۔ دیان نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچیں۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ وشمہ کے آنسو تھے۔

✡......✡......✡

ولیمے کا انتظام حویلی کے لان میں ہی کیا گیا تھا۔ شاہ نے ساری سجاوٹ بہت محنت سے کروائی تھی۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے جبکہ حویلی میں ہر طرف چہل پہل مچی ہوئی تھی۔ مہرون رنگ کا سوٹ پہنے عالیہ جھنجھلا کر گل کو کچھ بتا رہی تھی۔ بلیک پینٹ کوٹ پہنے اندر آتا شاہ عالیہ کی جھنجھلاہٹ دیکھ کر مسکرایا۔

”کیا ہو گیا ہے عالی! کیوں بیچاری گل کو ڈانٹ رہی ہو۔“

”کچھ نہیں ہوا۔ جاؤ گل جلدی سے تیار ہو جاؤ تم۔“

”وشمہ تیار ہو گئی؟“

”پتا نہیں دیکھتی ہوں پہلے بی بی جان کو دیکھ لوں آپ جا کر دیان کو دیکھیں منہ لٹکائے پھر رہا تھا۔“

”میں دیکھتا ہوں۔“ نوال کے کمرے میں جھانکا تو وہ شیشے کے سامنے بیٹھی وشمہ کا دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔ امل نے جلدی جلدی اپنے ہاتھ میں چوڑیاں پہنیں پھر وشمہ کی چوڑیاں اٹھا کر اس کے پاس آئی۔ وہ دونوں خود بھی ساتھ ساتھ تیار ہو رہی تھیں اور وشمہ کو بھی تیار کر رہی تھیں۔

شیمپین رنگ کی میکسی زیب تن کیے، بالوں کا نفیس سا سٹائل بنائے ہلکے سے بال نیچے سے کرل کر رکھے تھے۔ چوڑیاں پہن کر وہ کھڑی ہوئی تو نوال نے بلیک ویلوٹ کی شال جس کے کناروں پر گولڈن نگوں کا کام تھا اس کے ایک کندھے پر سیٹ کی۔

وہ ایک اپسرا لگ رہی تھی۔ بھوری آنکھوں والی اپسرا۔

”تمہارے سینڈل کدھر ہیں۔“

''کمرے میں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''میں لے کر آتی ہوں۔'' نوال جانے لگی لیکن اس نے روک دیا۔

''نہیں میں خود جاتی ہوں۔'' سنجیدگی سے کہہ کر وہ باہر چلی گئی۔

''اسے کیا ہوا ہے اتنی چپ چپ کیوں ہے۔''

''پتا نہیں۔''

✿......✿......✿

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی تو شاہ دیان کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ دروازہ کھلنے پر دونوں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دیان کی نظر نے وشمہ پر سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ آس پاس سب دھندلا گیا۔ بھوری آنکھیں کالی آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ کتنا پیارا لگ رہا تھا۔ بلیک ڈریس پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

''ماشاء اللہ میری بیٹی تو شہزادی لگ رہی ہے۔'' شاہ نے اس کو سینے سے لگایا تو وہ چونکی اور شرمندگی سے نظریں چرائیں۔ وہ کیسے شاہ کی موجودگی فراموش کر گئی۔

''جلدی سے تیار ہو کر تم دونوں نیچے آجاؤ میں مہمانوں کو دیکھتا ہوں۔''

وہ چلے گئے تو وشمہ پلٹی۔ دیان اب کوٹ پہن کر پرفیوم لگا رہا تھا۔ پورا کمرا اس کی خوشبو سے مہک گیا۔ وشمہ نے نظریں چرائیں اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔ دو منٹ بعد وہ باہر آئی تو دیان کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے پوچھنا چاہا لیکن الفاظ منہ میں ہی دم توڑ رہے تھے۔ وہ اپنے صبح والے رویہ پر شرمندہ تھی۔ داجی کا غصہ دیان پر نکالنے کی کیا ضرورت تھی وشمہ۔ اچانک اس کی نظر تکیے کے پاس پڑے موبائل پر گئی۔ اس نے جھٹ سے اٹھا کر موبائل دیان کی طرف بڑھایا۔

''تھینکس۔'' اس نے پکڑ کر موبائل جیب میں رکھا اور باہر جانے لگا۔ وشمہ نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا۔ کالی آنکھوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''سوری۔''

"فار واٹ؟" افف کیا انداز تھا۔

"صبح میں کافی روڈ ہوگئی تھی آئی ایم سوری۔"

دیان نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبایا۔

"وشمہ! مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگی لیکن ایک بات کا دکھ ضرور ہے کہ تم نے مجھ سے اپنی پریشانی شیئر نہیں کی۔ میں چاہتا ہوں تم مجھ پر بھروسہ کرو۔ تمہارے دل میں جو بھی بات ہو تم مجھ سے بلا جھجک کرو لیکن ان آنکھوں میں آنسو مت لایا کرو۔" اس نے اس کا چہرا اپنے ہاتھوں میں تھاما۔

"سمجھی۔"

وشمہ اسے دیکھے گئی۔

ایک احساس مجھ میں اجاگر ہوا۔

احساس۔

محبت کا احساس۔

"جانتا ہوں پیارا لگ رہا ہوں آنکھوں سے تعریف کرنے کے بجائے زبان سے کہہ دوگی تو اس ناچیز کا دل گارڈن گارڈن ہو جائے گا۔" وہ شرارت سے بولا تو وشمہ ہنس دی لیکن اگلے ہی لمحے تمام مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ جب دیان نے اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ دھڑکن رک سی گئی۔ "میں کیسے بتاؤں میں کتنا خوش ہوں وشمہ۔ مجھ سے میری خوشی بیان ہی نہیں ہو رہی۔ تم مل گئی ہو تو گویا سب کچھ مل گیا ہے۔"

وہ آنکھوں میں ڈھیروں محبت لیے بول رہا تھا اور وہ جس کی زبان کو بریک نہیں لگتی تھی وہ خاموشی کا روزہ رکھے کھڑی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو دیان نے دروازہ کھولا۔

"آپ دونوں پر سے آج کسی کی نظریں نہیں ہٹنے والیں۔ جلدی سے نیچے آجائیں، سب مہمان آچکے ہیں۔" امل چلی گئی تو دیان نے اپنا بازو وشمہ کے آگے کیا۔

"چلیں۔" وشمہ نے مسکراتے ہوئے اسکا بازو تھام لیا۔

"چلو۔"

http://sohnidigest.com

کیسے بتاؤں کیا ہو تم

میری چاہت کا ارمان ہو تم

میری دھڑکنوں کا ساز ہو تم

میرے جینے کی آس ہو تم

میری چاہت میرا پیار ہو تم

میرے لیے بہت خاص ہو تم۔

وہ دونوں سٹیج پر بیٹھے بہت حسین لگ رہے تھے۔ دیان کے ساتھ شاہ اور وشمہ کے ساتھ عالیہ آ کر بیٹھی تو کیمرہ مین نے مکمل فیملی پکچر کیمرے میں قید کی۔ وشمہ نے شاہ اور عالیہ کے ساتھ بہت تصویریں بنوائی تھیں۔ اس کا کہنا تھا وہ ایک فیملی البم بنائے گی۔ شاہ کی کمی نے اسے ہر پل ستایا تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی خواہشیں دل میں گھٹ کر رہ گئی تھیں۔ ماں باپ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں دونوں میں سے ایک کی کمی بھی انسان کے اندر خلا پیدا کر دیتی ہے۔

امل، نوال اور رمشا سٹیج پر وشمہ کے ساتھ آ کر بیٹھیں۔ دیان اپنے آفس کولیگز سے ملنے کے لیے اٹھ گیا۔ وشمہ بار بار نظریں دوڑا رہی تھی لیکن نظریں جس کو دیکھنا چاہتی تھیں وہ نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔

''رمشا۔'' اس نے آہستہ سے رمشا کو بلایا۔

''جی۔''

''آغا جان کہیں نہیں دکھائی دے رہے۔''

''وشہ آپی، وہ کہہ رہے تھے بعد میں آ جائیں گے۔'' وشمہ نے اداس ہو کر سر جھکا دیا تبھی داجی سٹیج پر اپنے دوستوں کے ساتھ آئے تو وہ احتراماً کھڑی ہو گئی۔ وہ داجی کی عمر کے ہی تھے۔ لڑکیاں نیچے اتر گئیں۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری پوتی ہے وقاص خان اللہ خوش رکھے جوڑی بھی بہت پیاری ہے۔'' انہوں نے وشمہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔

''آغا جان نہیں آیا۔''

''اب ہر کوئی میری طرح بڑے دل کا مالک تو نہیں ہوتا نا۔ میں بھی تو دشمنی کو پرے رکھ کر بچوں کی خوشی کے لیے اس کے خاندان کو یہاں برداشت کر رہا ہوں۔کل اس نے بارات اپنی طرف کی۔ میں نے وہاں بھی شرکت کی لیکن کچھ لوگ چھوٹے دل کے ہوتے ہیں جو خوشی کے موقع پر کوئی نہ کوئی پھوٹ ڈالتے ہی ہیں۔'' وشمہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ داجی اسے دیکھتے ہوئے ہی بول رہے تھے۔ وشمہ نے غصے سے مٹھیاں بند کیں۔ داجی کے جھوٹ بولنے پر اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر دے۔

''یہ تو غلط کیا آغا نے۔ بچوں کی خوشی کے لیے ہی آجاتا۔''

''ایسی بات......'' وہ بولنے ہی لگی تھی تبھی نظر اندر آتے آغا جان پر پڑی۔ دل بھر گیا۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرائی اس کو مسکراتا دیکھ کر داجی نے پلٹ کر دیکھا۔

''کیسے ہو وقاص خان، معذرت چاہتا ہوں ضروری کام تھا اس لیے تاخیر ہوگئی۔'' پھر وہ وشمہ کے پاس آئے جو فوراً ان کے سینے سے لگ گئی۔ داجی نے غصے سے سر جھٹکا اور باہر چلے گئے۔

حسن و رنگ کی فضا ہر سو چھائی ہوئی تھی لیکن بی بی جان کے ساتھ بیٹھی میرب کا دل بالکل ویران تھا۔ صبح سے اس کی طبیعت بے چین تھی۔ اس کا دل کیا سامنے موجود میز کے گرد بیٹھی آمنہ بی بی کے گلے لگ جائے۔ ان سے پوچھے کہاں ہے آپ کا بیٹا، کیوں وہ اتنا لاتعلق ہو گیا ہے، کیوں اسے اپنی میرب کا خیال نہیں آ رہا؟

اس نے آہستہ سے دوپٹے کے پلوؤں سے بھیگتی آنکھیں صاف کیں۔ آمنہ بی بی بھی نم آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ داجی نے سب کو منع کیا تھا کہ آغا حویلی کے افراد سے کوئی بات نہیں کرے گا لیکن اس کا علم دیان اور وشمہ کو نہیں تھا۔ سب پر ایک نظر ڈال کر وہ اندر جانے کے لیے اٹھ گئی۔ کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ آواز پر رک گئی۔

''میرب۔''

وہ پلٹی۔

''مورے۔'' آمنہ بی بی اس کے پاس آئی اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔ ان کے گلے لگتے ہی میرب رونے لگی۔

''بس بس بچے میں اس لیے نہیں آئی کہ تم رونے لگ جاؤ رونا بند کرو۔'' انہوں نے اس کے آنسو صاف

کیے اور پھر اپنے پرس سے دھاگہ نکالا۔

''اپنا ہاتھ آگے کرو۔''

میرب نے ہاتھ آگے کیا تو انہوں نے کالا دھاگہ اس کے ہاتھ پر باندھا۔

''اللہ تمہیں اپنے امان میں رکھیں۔اب تم آرام کرو میں چلتی ہوں۔''

''مورے!ارحم کیسے ہیں آپ کی بات ہوتی ہے وہ کہاں ہیں۔''

''وہ ٹھیک ہے بیٹا تم پریشان نہ ہو۔'' وہ اس کی گال تھپک کر چلی گئیں۔باہر جاتے ہی اسفند کو بلایا۔

''جی۔''

''بیٹا!ارحم کو فون کرو کل سے فون نہیں اٹھا رہا مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔''

''مورے!کام میں مصروف ہوں گے آپ پریشان نہ ہوں میں پتا کرتا ہوں۔''

وشمہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب دیان اس کے ساتھ آ کر بیٹھا۔

''میم!آپ پلیز اوپر دیکھیں۔'' کیمرہ مین بولا لیکن وشمہ نے سنا ہی نہیں۔

''وشمہ۔'' دیان نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ چونکی۔

''ہاں کیا ہوا؟''

''کچھ ہوا ہے کیا؟''

''نہیں تو۔'' اس نے کندھے اچکائے۔دیان نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

''سر پلیز آپ تھوڑا ساتھ ہو کر بیٹھیں۔''

کیمرہ مین کے کہنے پر وہ وشمہ کے ساتھ ہوا اور اس کے گرد بازو پھیلایا۔وشمہ نے چونک کر اسے دیکھا دھڑکنیں اچانک منتشر ہوئی تھیں۔

''میم!پلیز مسکرائیں۔''

''دل تو کر رہا ہے یہ جو ہیل پہنی ہوئی ہے لگاؤں اٹھ کر،میم مسکرائیں میم مسکرائیں لگائی ہوئی ہے۔اب اس سچوئیشن میں کیسے مسکراؤں۔'' وہ دل ہی دل میں کیمرہ مین کو کوس رہی تھی۔دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں۔دوسری

طرف اس کا گھبرایا، بوکھلایا حسین چہرہ دیان کو شوخیوں پر اکسا رہا تھا۔
آسمان پر چاند کی چاندنی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ہوا جھوم جھوم کر گزر رہی تھی۔ اسی طرح ہنستے مسکراتے ایک حسین شام کا اختتام ہو رہا تھا۔

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ڈھیلے ہاتھوں سے اپنے بالوں کو کیچر لگاتے ہوئے وہ نیہا سے فون پر بات کر رہی تھی سورج کی اجلی کرنیں اس کے شفاف چہرے کو اور حسین بنا رہی تھیں۔
"میڈم! بڑا روپ آیا ہوا ہے کیا بات ہے۔"
وشمہ نے مسکرا کر کاجل اٹھا کر لگایا۔
"تم بتاؤ تصویریں دیکھ لیں۔"
"ہاں اور مائے گارڈ وشو اتنی پیاری لگ رہی تھی۔ میں نے پورے ہاسٹل میں دکھائی ہیں۔ آدھی لڑکیاں تو جیجو پر لٹو ہو گئیں۔"
وشمہ کا کاجل لگاتا ہاتھ رکا۔ ڈریسنگ روم سے نکلتا دیان بھی سن چکا تھا۔
"نیہا! تم نے سب کو کیوں دکھائیں۔ تم ایک نمبر کی ذلیل ہو۔ میں نے تمہیں بھیجی تھیں۔ باقیوں کو کیوں دکھائیں۔" اس کا موڈ بگڑ چکا تھا۔
"کیسے نہ دکھاتی، انہیں بھی تو پتا چلے جتنی میری وشو پیاری ہے اس کا لائف پارٹنر بھی اتنا ہی ڈیشنگ ہے۔"
وشمہ مسکرائی۔
"اچھا یہ بتاؤ پھر کب جا رہی ہو ترکی۔ بتایا جیجو کو سب کچھ۔"
"نہیں۔"
"کیا نہیں، تم نے تو کہا تھا تم شادی اسی سے کرو گی جو تمہاری شرطیں مانے گا۔ اف وشو ڈونٹ ٹیل می کہ تم نے شادی فیملی کے لیے دباؤ میں آ کر کی ہے۔"
پیچھے کھڑا دیان بھی وشمہ کی طرف متوجہ ہوا۔

”نہیں نیہا ایسی بات نہیں ہے دیان میرا کزن ہے میرا دوست ہے اور مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ دیان نے میرے بنا کہے ہی بلکہ دیان میری سوچ سے بھی بڑھ کر اچھا ہے۔“

”سچ کیا دیان تم سے بہت محبت کرتا ہے۔“

”ہمم۔“

”اور تم؟“

وشمہ کی پلکیں لرزیں۔ دل نے بیٹ مس کی۔ دیان بھی جواب سننے کے لیے بے چین تھا۔

”میں۔“

”چھوٹے خان! شاہ زین صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔“ دروازے پر دستک کے بعد آنے والی گل کی آواز پر وہ کھڑی ہوئی اور پلٹی۔ پیچھے کھڑے دیان کو دیکھتے ہی وہ چونکی۔ پھر فوراً موبائل اٹھا کر نیہا کو بعد میں بات کرنے کا کہہ کر کال بند کی۔ دیان اس کے سامنے آ کر کھڑا ہوا تو وشمہ نے سر جھکایا۔

”کیا دیان نے نیہا کی باتیں سن لیں۔“ وہ انگلیاں مروڑنے لگی۔

”میں پہلے ہی ان آنکھوں کا دیوانہ ہوں تم کاجل لگا کر مجھ پر اور ظلم کرتی ہو۔“

”میں کیا کرتی ہوں۔“ اس نے معصومیت سے پوچھا۔ دیان نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھا۔

”ناولز پڑھتی ہو لیکن میری باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔“

”دیان! بابا تمہیں بلا رہے ہیں۔“

”ہاں۔“ وہ جلدی سے شیشے کے سامنے آیا اور بال بنا کر سلیوز فولڈ کیے۔ وشمہ مسکرائی۔ دیان موبائل جیب میں ڈال کر پلٹا تو وشمہ نے گھڑی اس کی طرف بڑھائی۔

”تھینک یو۔“ اس نے فوراً سے گھڑی پہن کر شاہ کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی۔

”میں دیان کے سامنے اتنی کنفیوز کیوں ہونے لگی ہوں پہلے تو نہیں ہوتی تھی۔ اُفف وشمہ کیا سوچتی رہتی ہو۔“ اس نے ہنس کر اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

''السلام علیکم۔'' اس نے سب کو مسکرا کر سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' وہ زنیرہ بی بی کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں؟''

''نوال کے سسرال سے فون آیا تھا۔ نوید کے چچا ملک سے باہر جا رہے ہیں اس لیے وہ لوگ مارچ میں رخصتی مانگ رہے ہیں۔''

''سچ۔'' وشمہ نے خوشی سے نوال کی طرف دیکھا۔ ''تو آپ نے کیا کہا۔''

''داجی مان گئے ہیں۔''

''میں تو بہت انجوائے کروں گی۔''

''بس انجوائے ہی نہیں کرنا۔ اب میڈم آپ پر ذمہ داریاں بھی ہیں آپ حویلی کی بہو ہیں۔'' عالیہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

''ماما! میری ساس بہت اچھی ہیں۔'' اس نے زنیرہ بی بی کے کندھے پر سر رکھا تو انہوں نے اس کی گال پر ہاتھ رکھا۔

''میری بیٹی کوئی کام نہیں کرے گی میں ہوں نا۔ ہم سب دیکھ لیں گے۔''

''بھابھی۔''

''بس عالیہ اب یہ میری بیٹی ہے۔''

''آئی لو یو تائی جان، آپ سب سے بیسٹ ہو۔'' ایک منٹ بعد ہی میسج ٹون بجی اس نے موبائل دیکھا۔

''میں یہ کب سنوں گا۔'' دیان کا میسج تھا اس نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ پیچھے ہی شاہ کے ساتھ کھڑا تھا اس نے فوراً ٹائپ کیا۔

''کیا سننا ہے؟''

''تھری مجیکل ورڈز۔''

''وہ کیا ہوتے ہیں؟'' وشمہ نے مسکراہٹ دبائی

”اتنی معصوم مت بنو۔“

”میں معصوم ہوں تمہیں شک ہے کیا۔“

”استغفراللہ، وشمہ بی بی آپ سب کچھ ہو سکتی ہیں لیکن معصوم نہیں۔“

وشمہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

”ظلم مت کرو۔“

”مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔“

”بات تھوڑی کر رہی ہو میسج کر رہی ہو۔“

”جسٹ گو ٹو ہیل ڈائن۔“

”نو پرنسس، آئی ایم ناٹ گوئنگ اینی ویر وید آؤٹ یو۔“

”دیان۔“ داجی ہاتھ میں فائل تھامے صوفے پر آ کر بیٹھے۔

”جی داجی۔“

”یہ فائل دیکھ لینا اور ایک چکر شام کو فیکٹری کا بھی لگا لینا۔“

”داجی ابھی دیان کی چھٹیاں ہیں۔“ ذوالفقار صاحب بولے۔

”جی داجی، شام کو وشمہ کے ساتھ باہر جانا ہے دیان نے۔“

وشمہ نے سوالیہ نظروں سے شاہ کو دیکھا اور داجی نے دیان کو۔

”تم نے کہیں باہر جانا ہے۔“

”جی داجی، ڈنر کے لیے۔“

داجی نے وشمہ کو دیکھا جس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔ داجی کے دیکھنے پر اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

”ہمم۔ ٹھیک ہے کل چلے جانا۔ گل چائے لے کر آؤ۔“

”میں میرب بھابھی کو دیکھ کر آتی ہوں۔“ وہ داجی کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

آسمان پر چمکتا چاند اور اس کے ارد گرد بکھرے ستارے گہری ہوتی رات کے ساتھ اور خوبصورت نظر آنے لگے تھے۔ موسم میں خنکی تھی۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے چمکتے ہوئے ستارے لگ رہے تھے۔ جھیل میں دونوں کا عکس نظر آ رہا تھا۔ کھانے کے بعد دیان وشمہ کو لے کر جھیل پر آ گیا۔ ہاتھ تھامے وہ دونوں ایک دوسرے کے قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے۔

''وشمہ۔''

''ہمم۔'' ہوا سے آوارہ لٹیں بار بار چہرے پر آ رہی تھیں۔

''تہ زمہ پہ زڑہ کہ دہ درازاری پہ زے دراز یگے۔'' وشمہ رک گئی۔ دیان بھی رک کر اس کی طرف پلٹا۔ وہ آنکھوں میں خفگی لیے اسے گھور رہی تھی۔ ناک پر لونگ چمک رہی تھی۔

''یہ جو بھی بولا ہے اسے ٹرانسلیٹ کر کے بتاؤ۔''

''ایک شرط پر۔''

''کیا۔''

''میرے سوال کا جواب دو۔''

''مشکل سوال مت کرنا۔''

''بہت آسان ہے؟'' ٹھنڈی ہوا کا جھونکا جھوم کر گزرا۔ چاند کی چمک بڑھ گئی۔

''کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے۔'' وہ رک گئی۔ چشم کا جادو چل رہا تھا۔ جھیل کا ٹھنڈا پانی ہوا سے لہریں بنا رہا تھا۔ بھوری آنکھوں نے نظریں چرائیں۔ یخ بستہ رات میں ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔ ہوا کے باعث اس کے چہرے پر آتے بال دیان نے ہاتھ اٹھا کر کان کے پیچھے کیے۔

''دیان! گھر چلنا چاہیے کافی ٹائم ہو گیا ہے۔'' سحر ٹوٹ گیا۔

''اوکے جناب چلیں۔'' دونوں گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔ ''مجھے تمہاری آنکھوں میں صاف نظر آتی ہے۔ اپنے لیے محبت پھر زبان سے کیوں اعتراف نہیں کرتی۔'' وہ دل میں سوچ کر رہ گیا۔

”میں اب آرام سے نہیں بیٹھ سکتا۔ جلد از جلد کچھ کرو۔ وہ وقاص خان جب جب میری نظر کے سامنے سے گزرتا ہے آگ لگ جاتی ہے مجھے۔“

”صبر لا لے صبر، بس موقع آنے دے ایسا ہاتھ ڈالوں گا کہ وقاص خان کی روح تک تڑپے گی تو بس صبر کر۔ نئی نئی شادی ہوئی ہے چھوٹے خان کی کچھ دن جشن منا لینے دے۔“

⚝......⚝......⚝

شام کے سائے ہر سو چھا رہے تھے۔ وہ میرب کا ہاتھ تھامے آہستہ آہستہ لان میں واک کر رہی تھی۔ بی بی جان کرسی پر بیٹھی قرآنی آیات کا ورد کر رہی تھیں۔ عالیہ اور زنیرہ بی بی امل اور نوال کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھیں۔ نوال کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔

”بھابھی۔“

”ہوں۔“

”آپ کو بیٹا پسند ہے یا بیٹی؟“ وہ آنکھوں میں ڈھیروں چمک لیے پوچھ رہی تھی۔

”ارحم کو بیٹی پسند ہے۔“ وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔ وشمہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی آنکھوں میں افسردگی اتری۔

”یہ لیں میرب بی بی۔“ گل جوس کا گلاس لے کر اس کے پاس آئی۔

”شکریہ گل۔“ وہ بی بی جان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”وشمہ! دیان دوپہر سے کمرے میں بند ہے جاؤ بیٹا اسے دیکھو۔“

”بی بی جان میں اتنی دفعہ دیکھ چکی ہوں۔ اب دیکھ کر کیا کروں گی۔“ وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”وشمہ۔“ بی بی جان نے اسے گھورا۔

”کیا بی بی جان ابھی گل سے سمندر خان کی باتیں سنی تھی۔ اس کو نئے نئے طریقے بتانے ہیں شوہر کو قابو کرنے کے، پوچھ رہی تھی یہ مجھ سے۔“ گل نے ڈر کر بی بی جان کو دیکھا پھر وشمہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔ ”کیا بول رہی ہیں۔“ اس کا حیرتوں میں ڈوبا منہ دیکھ کر وشمہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

”طریقے وہ بتانے چلی ہے جس کو خود کچھ نہیں پتا۔“ بی بی جان ہنستے ہوئے بولیں۔

”کیا بی بی جان۔“ وشمہ نے منہ بنایا۔

”چلو بہانے مت بناؤ۔ شادی کو مہینہ ہونے کو آیا ہے اور بچپنے ختم نہیں ہو رہے۔ اس وقت دیان کافی پیتا ہے جاؤ اپنے ہاتھوں سے بنا کر دے کر آؤ۔ جاؤ شاباش۔“

”ہاہاہا۔ آپ مجھے ڈانٹ رہی ہیں۔“

”نہیں میں اپنی گڑیا کو بھلا ڈانٹ سکتی ہوں۔ میں بس یہ کہہ رہی ہوں شوہر کے پاس رہا کرو۔ نئی نئی شادی ہوئی ہے اسے وقت دو اس کی روٹین کو جانو۔“

”او کے او کے جا رہی ہوں گل بھابھی کو کمرے میں لے جانا۔“

وہ جانے کے لیے اٹھ گئی۔ بی بی جان اس کی پشت کو دیکھتی رہیں۔ (”صبح جب داجی نے بختاور کے آنے کا بتایا کہ وہ کچھ دنوں تک آ جائے گی تب سے وہ بے چین تھی“)

دس منٹ بعد وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ دیان بیڈ پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ اردگرد فائلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ وشمہ کمرے کی حالت دیکھ کر حیران ہوئی پھر دیان کو دیکھا۔ وہ اتنا مگن تھا کام میں کہ اسے پتا ہی نہیں چلا۔ وشمہ اس کے سامنے کھڑی ہے۔ ہوش تو تب آیا جب وشمہ نے ٹھک سے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی۔

”یہ کیا، کیا۔“

”چپ۔“ اس نے کافی سائڈ ٹیبل پر رکھی۔

”یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے۔“

دیان نے بیڈ پر نظر ڈالی۔

”میں خود ٹھیک کر دوں گا۔“ وہ دوبارہ لیپ ٹاپ کھولنے لگا لیکن وشمہ نے اس کا ہاتھ پیچھے کیا اور لیپ ٹاپ اٹھا کر دوسری طرف رکھا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ دیان حیرت سے اسے دیکھنے لگا خود سے تو وہ کبھی اتنی بے تکلف نہیں ہوئی تھی وشمہ نے ایک ابرو اٹھائی۔

”میں بیڈ کی بات نہیں کر رہی تھی۔ میں تمہاری حالت کی بات کر رہی ہوں۔ نہ کھانے کا ہوش ہے نہ سونے

کا۔ دو دن سے لگے ہوئے ہو۔"

"یہ پراجیکٹ بہت اہم ہے۔"

"مجھ سے بھی زیادہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"اوکے میڈم تو پہلے آپ یہ بتائیں یہ نوازشیں کیوں۔" اس نے کافی کا گھونٹ لیا۔

"اب اتنا تو میرا فرض بنتا ہے۔" اس نے آنکھیں گھما کر کہا تو دیان ہنسا۔

"ڈرامے باز۔"

"اچھا ٹیرس پر چلو فریش ہو جاؤ گے۔"

"نہیں وشہ مجھے بہت کام ہے۔"

"میں کچھ نہیں سننے والی۔ اٹھو۔" وہ کھڑی ہو کر اس کا ہاتھ بھی کھینچنے لگی۔

"اچھا اچھا اٹھ رہا ہوں۔"

......

"اسفند!"

"جی۔"

"بیٹا! اتنے دن ہو گئے ہیں ارحم نے فون نہیں کیا۔ مجھے بہت بے چینی ہو رہی ہے تم پتا کرو۔"

"مورے! آپ پریشان نہ ہوں میں کام سے فارغ ہوتے ہی خود اسلام آباد جاؤں گا۔"

"اللہ میرے بچے کو امان میں رکھے۔" وہ اداس دل کے ساتھ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

......

"وشمہ! تمہارا فون آ رہا ہے۔"

اس وقت وہ تینوں خان بابا کے ساتھ بازار آئی ہوئی تھی۔

"بعد میں دیکھتی ہوں۔ یہ دیکھو امل یہ کتنا پیارا لگ رہا ہے نا۔" اس نے ایک بھالو اٹھا کر امل کو دکھایا۔

"ہاں بہت پیارا ہے وشمہ، جلدی سے لے لو نوال آپی کی جوتی رہتی ہے ابھی۔"

''اچھا اچھا چلو یہ دے دیں۔''

فون مسلسل بج رہا تھا وہ تینوں دوسری دکان کی طرف بڑھی۔

''اف، کون ہے۔'' اس نے بیگ سے موبائل نکال کر کال ریسیو کی۔

''کہاں ہو وشمہ، میں کب سے فون کرر ہا ہوں۔'' دیان کی آواز آئی۔

''میں باہر ہوں، کیا ہوا ہے۔''

''کینیڈا سے کچھ مہمان حویلی آرہے ہیں۔ جلدی گھر پہنچو میں بھی کچھ دیر تک آرہا ہوں۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' وہ فون بند کر کے بیگ میں ڈالنے لگی تبھی زوردار دھکے سے اس کے ہاتھ میں موجود چیزیں گر گئیں۔

''وشمہ دھیان سے۔'' نوال نے فوراً اس کا بازو پکڑا۔

''کیسے لوگ ہیں۔ دیکھ کے نہیں چل سکتے۔'' اس نے غصے سے نوال کے ساتھ مل کر سامان اٹھایا۔

''کس کا فون تھا؟''

''دیان کا، کچھ مہمان آرہے ہیں اس لیے ابھی گھر جانا ہوگا ہم کل باقی چیزیں لے لیں گے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔''

وہ آہستہ سے دستک دے کر اندر آئی۔

''میرب بھابھی جاگ رہی ہیں؟''

''ہوں۔'' وہ اٹھ کر بیٹھی۔

''کیا ہوا آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟''

''سر میں درد ہے تم بتاؤ۔ ہو آئی بازار سے۔''

''جی اور یہ دیکھیں۔'' اس نے بہت سے کھلونے میرب کے سامنے رکھے۔

''کیسے ہیں؟''

''بہت پیارے لیکن یہ سب لینے کی کیا ضرورت تھی۔''

''کیسے ضرورت نہیں تھی بچوں کو تو اتنے پسند ہوتے ہیں کھلونے۔''

''اچھا آپ یہ دوائی لیں اور پھر سو جائیں۔'' اس نے سر درد کی گولی اسے دی اور باقی سامان سمیٹ کر الماری میں رکھا۔

''میں چلتی ہوں دیان کے کچھ مہمان آ رہے ہیں آپ آرام کریں۔''

وہ باہر آئی تو شاہ کے ساتھ کچھ مہمان ہال میں موجود تھے۔ وہ سلام کر کے عالیہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ تین آدمی تھے جو انگریزی میں ہی شاہ سے کام کے متعلق بات کر رہے تھے اور ایک پچیس چھبیس سال کی لڑکی تھی۔ بال ڈائی جینز پر آسمانی رنگ کی شرٹ پہنے گلے میں مفلر ڈال رکھا تھا۔ وشمہ سے دو چار باتوں کے بعد وہ موبائل میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر بعد ہی گاڑی رکنے کی آواز آئی اور پھر کچھ لمحوں میں ہی دیان اندر آتا دکھائی دیا۔ وہ ان کی طرف ہی آیا سب کھڑے ہو گئے۔

وہ انگریزی میں ہی مسکرا کر ان کی بات کا جواب دے رہا تھا۔ وشمہ دیان کو دیکھے گئی کتنی پیاری مسکراہٹ ہے اس کی۔ اف وشمہ ہوش کرو۔ اس نے سر جھٹکا پھر اچانک ہی نظر لڑکی پر پڑی وہ مسکرا کر دیان کو دیکھ رہی تھی اور کچھ بول رہی تھی لیکن وشمہ کا دماغ ہی گھوم گیا۔

''nice to meet you mr handsome''

وہ مسکرا کر بولی وشمہ نے چہرہ عالیہ کی طرف کیا۔ دیان نے ایک نظر وشمہ کو دیکھا جس کا چہرہ لال ہو رہا تھا پھر مسکراتے ہوئے روز کو جواب دیا۔

''thank you so much beautiful lady''

وشمہ نے اسے گھورا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''ماما! میں کچن میں گل کے ساتھ ہوں۔'' وہ غصے سے پیر پٹختی کچن کی جانب بڑھ گئی۔

''آپ سب بیٹھیں میں فریش ہو کر آتا ہوں۔'' پانچ منٹ بعد وہ بہانے سے اٹھ کر کچن میں آیا جہاں وشمہ اپنا غصہ کٹنگ بورڈ پر ٹماٹر کاٹ کر نکال رہی تھی۔

"چھوٹے خان! آپ کیوں آگئے مجھے بتائیں کچھ چاہیے۔"

"گل بانو کچھ جل رہا ہے۔" وہ فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے بولا۔

"چھوٹے خان مصالحہ تو نہیں جل رہا۔" اس نے چولہے پر رکھی دیگچی میں چمچ ہلائی۔

"نہیں نہیں گل۔ کھانا نہیں کسی چڑیل کا دل جلنے کی بو آرہی ہے۔"

وشمہ نے زور سے چھری کٹنگ بورڈ پر ماری۔

"چھوٹے خان حویلی میں تو کوئی چڑیل نہیں ہے۔" گل کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"تمہیں نہیں پتا کچھ عرصے پہلے ہی آئی ہے؟"

"بس بہت ہو گیا۔" اس نے چھری شیلف پر پٹخی اور ان کی طرف مڑی۔

"گل! آپ کو تو پھر یہ بھی نہیں پتا ہوگا کہ اس حویلی میں ڈائن ہے۔"

"وشمہ بھابھی کیا بول رہی ہیں۔" گل کا تو دل ہی ڈر سے بند ہونے لگا۔ دیان نے وشمہ کو گھورا لیکن وہ پاؤں پٹختی کچن سے نکل گئی تو اس کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

"گل! آپ کو کیا لگتا ہے۔" اس نے گلاس لبوں سے لگایا۔

"مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا چھوٹے خان آپ کو کیا لگتا ہے۔" وہ بیچاری سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی۔

"مجھے تو پیار لگتا ہے۔" وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولتا کچن سے باہر نکل گیا۔

❖......❖......❖

جب وہ کمرے میں آیا تو وشمہ ٹیرس پر بیٹھی ناول پڑھ رہی تھی۔ دیان نے موبائل اور گھڑی اتار کر ڈریسنگ پر رکھی اور سلیوز کہنیوں تک فولڈ کر کے باہر آیا۔ وشمہ اپنے کام میں مشغول رہی وہ اس کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

"تمہارا ہیرو تمہارے پاس ہے اس لیے میرے رقیبوں کو مجھ سے دور......" اس نے کتاب بند کی وشمہ بغیر کچھ کہے اس کا سر پیچھے کر کے کھڑی ہو گئی۔

"چڑیل بھوک لگ رہی ہے کھانا لے آؤ۔" وہ بھی اس کے پیچھے کمرے میں آیا۔

”مسٹر ہینڈسم آپ نے بیوٹیفل لیڈی کے ساتھ کھانا نہیں کھایا۔“

”ہاہاہاہاہا۔“ دیان ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔ کچھ دیر پہلے جس کی مسکراہٹ پیاری لگ رہی تھی اب وہی ہنستے ہوئے اسے زہر لگ رہا تھا۔ وشمہ نے تکیہ اٹھا کر اس کی طرف پھیکا۔

”تم جیلس ہو رہی ہو؟“

”ہرگز نہیں۔“

”ارے یار، میں اپنی پرنس کے بنا کیسے کھا سکتا ہوں اور مجھے پتا ہے تم نے بھی نہیں کھایا۔“ وہ اس کے پاس آیا۔

”ہٹو پیچھے۔“

”بہت شدید بھوک لگ رہی ہے۔ کھانا لے آؤ نا پھر مجھے پیکنگ بھی کرنی ہے۔“

”کس چیز کی پیکنگ۔“

”صبح میٹنگ کے لیے اسلام آباد جانا ہے اسی لیے تو مس روز آئی ہیں۔“ آخر میں وہ آنکھ مار کر بولا۔

”واپس کب آؤ گے؟“

”تم مجھے مس کرو گی؟“

”نہیں میں کیوں کرنے لگی مس۔“ اس نے کندھے اچکائے۔

”ایک مہینے کے لیے جا رہا ہوں۔“

”کیا؟ ایک مہینہ۔“

”جی یہ فیصلہ آپ کا کیا گیا ہے۔ اگر کہہ دیتی مس کرو گی تو دو دن میں آجاتا اب ایک مہینے بعد آؤں گا۔“ کہہ کر وہ واش روم میں گھس گیا اور وشمہ بوجھل دل کے ساتھ کچن کی جانب بڑھ گئی۔

⁂......⁂......⁂

”وشمہ! رمشا تمہیں کال کر رہی تھی۔ فون کیوں نہیں اٹھا رہی۔“

ہر روز کی طرح وہ شاہ اور عالیہ کے پاس بیٹھی تھی۔

”فون۔ اللہ میرا فون کہاں گیا۔“ وہ جھٹکے سے بیڈ سے اٹھی۔

”کیا ہو گیا بیٹا۔“ شاہ نے پوچھا۔

”بابا! میں نے پتا نہیں فون کہاں رکھ دیا۔ آپ لوگ سو جائیں میں بھی چلتی ہوں دیان کا کام ہو گیا ہو گا۔“

”کھانا کھا لیا تھا۔“

”جی۔“

”اللہ حافظ بابا گڈ نائٹ۔“ وہ شاہ سے گلے مل کر کمرے میں آئی۔ دیان لیٹا فون پر بات کر رہا تھا۔ وشمہ اپنا موبائل ڈھونڈنے لگی پھر ذہن میں جھماکا ہوا۔

”موبائل بازار میں گر گیا تھا۔“ وہ بیڈ پر ڈھے گئی۔ دیان کال بند کر کے اس کی طرف مڑا اور اس کا ہاتھ پکڑا۔

”کیا ہوا؟“

”میرا موبائل گم ہو گیا۔“ وہ روہانسی ہو گئی۔

”اوہو، نیا لے دوں گا رونے والی کیا بات ہے۔“

”میرے ناولز، جہان کی تصویریں وہ کہاں سے لا کر دو گے۔“

دیان چپ ہو گیا جبکہ وہ غم اور غصے سے کپڑے نکال کر واش روم میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو کمرے میں نائٹ بلب کی ہلکی روشنی تھی۔ دیان شاید سو گیا تھا اس نے ایک نظر دیان کو دیکھا پھر اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی۔

⁂......⁂......⁂

اس نے آنکھیں کھولیں تو ڈریسنگ کے سامنے تیار سا دیان کھڑا دکھائی دیا۔ وہ اب خود پر پرفیوم چھڑک رہا تھا۔ وشمہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور گھڑی کی طرف دیکھا۔

”میں اتنی دیر کیسے سوتی رہی؟“ اس نے فوراً سے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ تب تک گل کمرے میں ہی ناشتہ لے آئی۔

”گل! تمہیں کس نے ناشتے کے لیے بولا؟“

دیان فون پر بات کر رہا تھا۔

”چھوٹے خان نے مسجد جاتے ہوئے ناشتے کا کہہ دیا تھا۔“

وشمہ نے دیان کو دیکھا۔ وہ فون کان سے لگائے صوفے پر آ کر بیٹھا۔ وشمہ نے جلدی سے چائے کپ میں ڈال کر اس کی طرف بڑھائی پھر اٹھ کر اس کا سامان دیکھا۔

”جی جی میں بس پہنچ رہا ہوں۔“ دیان نے فون بند کر کے فائل بیگ میں رکھی۔ وشمہ نے فوراً کوٹ اٹھا کر اسے دیا پھر اسے دیکھنے لگی۔ کوٹ کا کالر ٹھیک کر کے وہ پلٹا تو وشمہ کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی دیان کے دیکھنے پر آہستہ سے چلتی آگے آئی اور اس کے سینے سے لگ گئی۔ آنکھیں نم تھیں۔ دل اداس تھا۔

”مجھے معاف کر دو دیان! میں جانتی ہوں میں بہت روڈ ہو جاتی ہوں۔ سوری۔“ آنسو ٹپک کر گال پر گرا دیان نے اپنے بازو اس کے گرد پھیلائے۔

”پاگل لڑکی! مجھے برا نہیں لگا۔ اپنا بہت خیال رکھنا پوری رات جاگ کر ناول مت پڑھنا۔ میں جلدی آ جاؤں گا۔“

وہ آہستہ سے پیچھے ہوئی تو دیان نے اس کے آنسو صاف کیے۔ جانتا تھا کہ وہ اداس ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرے گی۔

”دیر ہو رہی ہے۔ چلتا ہوں اللہ حافظ۔“

”اللہ حافظ۔“ وہ اس کے ساتھ باہر تک آئی۔ دیان نے گاڑی سٹارٹ کر کے شیشہ نیچے کیا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے گاڑی اپنی منزل کی جانب بڑھا دی۔ فجر قضا ہوئے ایک گھنٹہ گزر گیا تھا۔ حویلی کے سارے لوگ اپنے کمروں میں تھے۔ وہ اندر جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ دائیں جانب سے آواز آئی۔ اس نے رک کر دیکھا پھر کچھ سوچتے ہوئے اسی جانب بڑھ گئی۔ اچانک پاؤں کے نیچے کچھ آیا۔ اس نے پاؤں ہٹا کر دیکھا تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”یہ۔“ اس نے جھک کر موبائل اٹھا کر آن کیا۔ وال پیپر دیکھتے ہی موبائل ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

”یہ میرا موبائل ہے یہ یہاں۔ یہ کیا ہے۔“ وہ فوراً باہر نکلی اور سڑک پر دیکھا۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا۔

”چھوٹی بھابھی۔“ وہ ڈر کر پلٹی۔ دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

”کیا ہوا بھابھی، تم یہاں کیوں کھڑا ہے۔“

”سمندر خان یہاں۔ یہاں کوئی آیا تھا۔“

”نہیں کوئی نہیں آیا ہم ابھی وہیں سے آرہا ہے۔“

”گارڈ کہاں ہے؟“ وہ بھاگ کر اندر آئی۔

”کیا ہوا؟“ گارڈ باہر نکلا۔

”آپ اندر کیا کر رہے ہیں۔ ابھی حویلی میں کوئی آیا تھا۔ وہاں میرا موبائل کوئی پھینک کر گیا ہے۔“

”آپ کا موبائل کوئی اور کیوں پھینکے گا۔“

”یہ کل بازار میں گم ہو گیا تھا یہ یہاں کیسے آیا۔ آپ دیکھیں باہر جا کر۔“ وہ رو دینے کو تھی۔ سمندر خان اس کے چہرے کا اڑا رنگ دیکھ کر گل کو آواز دینے لگا۔ وہ بھاگ کر باہر آئی۔

”گل بانو! بھابھی کو اندر لے کر جاؤ۔ پانی پلاؤ۔ لگتا ہے انکی طبیعت خراب ہے۔“ وشمہ گل کے ساتھ اندر آئی اور ہال میں موجود صوفے پر بیٹھ گئی۔ نظریں موبائل کے وال پیپر پر تھیں۔

”چھوٹی بھابھی! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے کیا ہوا ہے؟“ وہ اس کا ہاتھ ملنے لگی جو ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

”گل۔“ داجی کی کڑک آواز سنائی دی۔

”جی داجی۔“

”ایک کپ چائے بنا کر لاؤ۔“ وہ ایک نظر وشمہ کو دیکھ کر اخبار اٹھا کر وشمہ کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ دو منٹ ہی گزرے تھے کہ وشمہ منہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔ داجی نے اخبار ہٹا کر اسے دیکھا پھر کسی کو دیکھنے کے لیے گردن گھمائی لیکن کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔

”کیا ہوا ہے وشمہ؟“ جو بھی ہو وہ اس کے دادا تھے۔

وشمہ نے بھیگا چہرا اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ ڈر گئی تھی اسے کسی اپنے کے سینے سے لگ کر رونا تھا۔ وہ اٹھ کر ان کے پاس آئی اور ان کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ داجی حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

”مجھے ڈر لگ رہا ہے داجی۔“ وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیا ہو گیا ہے؟" انہوں نے آہستہ سے اس کا سر تھپکا۔

"کل۔کل ہم بازار گئے تھے۔وہاں میرا موبائل گر گیا تھا اور ابھی میں دیان کو باہر تک چھوڑنے گئی تو باہر لان میں کسی نے موبائل پھینکا اور اس میں......" وہ بولتے بولتے رک گئی، آگے بولا ہی نہیں گیا۔وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔" داجی پریشانی سے اسے دیکھنے لگے پھر آگے ہو کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"چپ کر جاؤ اتنی سی بات پر خود کو ہلکان کیوں کر رہی ہو۔ چپ کرو۔"تبھی شاہ، عالیہ کے ساتھ اپنے کمرے سے نکلتے دکھائی دیے۔

"شاہ! سنبھالو اپنی بیٹی کو۔" داجی نے شاہ کو بلایا۔وہ دونوں وشمہ کے پاس آئے۔

"وشہ! کیا ہوا ہے؟" عالیہ اسے روتا دیکھ کر بے چین ہو گئی۔

"ماما۔" وہ اٹھ کر عالیہ کے گلے لگ گئی۔

"چپ کرو بچے چپ کرو کیا بات ہے۔" شاہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"کمرے میں لے جاؤ اسے اور پانی پلاؤ۔" داجی نے اٹھتے ہوئے کہا۔عالیہ اور شاہ اسے اوپر کمرے میں لے گئے اور بیڈ پر بٹھایا۔

"کیا ہوا ہے بتاؤ اب۔" پانی پلا کر شاہ نے آرام سے اس سے پوچھا تبھی موبائل پر میسج ٹون بجی۔اس نے سکرین دیکھی۔unknown نمبر تھا۔

"جیسے ہی کوئی کروائی شروع ہوئی ہم اپنی کروائی کر ڈالیں گے۔" وشمہ نے ڈر کر سر اٹھایا شاہ اور عالیہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"بتاؤ بچے کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں ہوا بابا۔وہ دیان گیا ہے نا، اس لیے دل بھر آیا آپ دونوں پریشان نہ ہوں۔میں ٹھیک ہوں۔"

"پکا یہی بات ہے۔"

"جی بابا۔"

"جلدی ہی آ جائے گا وہ۔آپ کچھ دیر سو جاؤ فریش ہو جاؤ گی۔"

"جی۔" وہ دونوں اٹھ گئے تو وشمہ کمبل میں منہ چھپا کر لیٹ گئی۔ عالیہ پریشانی سے اسے دیکھتی رہی پھر کھڑکی کے پردے درست کر کے باہر نکل گئیں۔

❖......❖......❖

پورا دن اس نے کمرے میں رہ کر گزار دیا۔ رات کا کھانا بھی اپنے کمرے میں ہی منگوایا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اس نے دیان کو کال ملائی۔

"السلام علیکم۔ موبائل مل گیا؟" اس نے فوراً یہی سوال کیا۔

"وعلیکم السلام۔ ہاں بیگ میں ہی تھا۔ کیا حال ہے میٹنگ ہوگئی۔ کھانا کھایا۔ طبیعت ٹھیک ہے نا؟" اس نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔ دیان مسکرایا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں ابھی فارغ ہوا ہوں۔ فریش ہو کر ڈنر کے لیے جاؤں گا۔ تم بتاؤ کیا کر رہی تھی مجھے مس کر رہی ہونا؟" دل تو کیا چیخ چیخ کر کہہ دے ہاں تمہیں یاد کر رہی ہوں لیکن بس اتنا بولی۔

"کچھ نہیں۔"

"اچھا اپنا خیال رکھنا میں راستے میں ہوں۔ ایسا کرو آج میرب کے پاس چلی جاؤ۔"

"ہم میں بھی یہی سوچ رہی تھی اوکے اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔ تہ زمہ پہ زڑہ کہ دہ درازاری پہ زے دراز یگے۔" اس نے زور سے آنکھیں بند کیں۔ آنسو گال بھگو گئے۔

"دیان! اپنا بہت خیال رکھنا اللہ حافظ۔" اس نے جلدی سے فون بند کر کے آنسو صاف کیے۔

❖......❖......❖

گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ سامنے سے ٹرک آ رہا تھا۔ اس سے پہلے بریک لگتی گاڑی ٹرک سے ٹکرا گئی۔

"ارحم۔" میرب چیخ کر اٹھی۔ وشمہ نے فوراً اٹھ کر لائٹ جلائی۔ میرب کی دھڑکن تیز تھی۔

"بھابھی! کیا ہوا؟" وہ اس کا ہاتھ ملنے لگی۔

"وش۔وشمہ۔ارحم۔"اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"بھابھی پانی پیئیں۔"

"ارحم۔"

"ماما۔تائی جان۔نوال۔"وشمہ چیخ کر سب کو بلانے لگی۔نوال بھاگ کر کمرے میں آئی۔

"کیا ہوا؟"

"ارحم۔بلاؤان......"اس کا سانس بگڑتا جا رہا تھا۔

"وشمہ!ہاسپٹل جانا ہوگا۔تم انہیں نیچے لاؤ میں بابا اور چچا جان کو بلاتی ہوں۔"وشمہ نے جلدی سے چادر اوڑھی اور اسے لیے نیچے کی جانب بڑھی۔

✡......✡......✡

انہیں ہاسپٹل آئے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا۔عالیہ اور وشمہ ایک ساتھ بیٹھی تھیں۔نوال میرب کے ساتھ تھی۔وہ نوال کے ہاسپٹل میں ہی آئے تھے جہاں وہ کام کرتی تھی۔شاہ نے پانی کی بوتل وشمہ کو پکڑائی تبھی آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔وہ فوراً اٹھ کر نوال کے پاس آئی۔

"بھابھی کیسی ہیں؟"

"مبارک ہو،بیٹی ہوئی ہے میرب کی۔"وشمہ نے مسکرا کر عالیہ کو دیکھا۔

"نوال میرب کیسی ہے۔"

"چچی جان!میرب کی ہارٹ بیٹ بہت کم ہے۔وہ ارحم لالہ کو بلا رہی ہیں۔"

"کیا ہم مل سکتے ہیں؟"

"بچی کو ڈاکٹر چیک اپ کے لیے لے کر گئی ہیں چچی جان۔آپ میرب کے پاس بیٹھ جائیں۔ابھی گھر نہیں بھیج سکتے میرب کو۔میں ڈاکٹر سے بات کر کے آتی ہوں۔"وہ چلی گئی تو عالیہ شاہ کی طرف پلٹی۔

"شاہ!آپ گھر چلے جائیں۔"

"نہیں تم سب کو اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔تم میرب کے پاس جاؤ میں باہر ہی بیٹھا ہوں کچھ چاہیے ہو

تو بتانا۔"

وشمہ دیوار کے ساتھ کمر ٹکائے کھڑی تھی جب نرس نے پنک رنگ کے کمبل میں لپٹی ایک بچی لا کر وشمہ کو تھمائی۔ وشمہ نے کانپتے ہاتھوں سے اسے اٹھایا۔ وہ ایک پری تھی۔ نازک سی پری چھوٹی چھوٹی آنکھیں جو بند تھیں۔ چھوٹی سی ناک روئی کی طرح گالیں۔ وہ ہلکی ہلکی ارحم سے مل رہی تھی۔ وشمہ نے روتے ہوئے اسے اپنے آپ میں بھینچا۔ شاہ نے اٹھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"میری طرح اس کی پیدائش پر بھی اس کے پاس اس کے بابا نہیں ہیں۔" وہ سسکنے لگی۔ شاہ اس کا سر تھپکنے لگے جبکہ ان کی خود کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"بابا! بیٹیاں تو اپنے بابا کی پرنسس ہوتی ہیں نا۔ بابا، ارحم لالہ کو بلائیں پلیز۔ بابا میں نہیں چاہتی اس کا بچپن بھی میری طرح گزرے۔ پلیز بابا ارحم لالہ کو بلائیں۔"

"بس وشمہ گڑیا! چپ کر جاؤ یہ اٹھ گئی تو رونے لگ جائے گی۔ ابھی میرب کو بھی ہوش نہیں آیا۔ چپ کر جاؤ۔"

وشمہ نے سر ہلا کر آنسو صاف کیے اور بچی نرس کے حوالے کر دی۔

صبح تک میرب کی ہارٹ بیٹ نارمل ہوئی تو سب کی جان میں جان آئی۔ اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ وہ آہستہ سے ہاتھ ہلانے لگی۔ عالیہ فوراً اٹھ کر اس کے پاس آئی وشمہ جھولے کے پاس کھڑی تھی۔

"ارحم۔"

"بیٹا! ارحم آ جائے گا۔ چندا آنکھیں کھولو دیکھو اپنی پری کو۔"

وشمہ بچی اٹھا کر بیڈ کے پاس آئی۔ میرب نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ نرس نے آ کر اس کے بیڈ کی سر والی سائیڈ اوپر کی۔

"یہ لیں بھابھی آپ کی ننھی سی پری۔"

میرب نے کانپتے ہاتھوں سے بچی کو تھاما۔ ممتا کا احساس پاتے ہی بچی نے انگڑائی لی۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرائی اور جھک کر اس کی پیشانی چومی۔ بچی نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

”ہااا۔کتنی چالاکو ماسی ہے۔ ہمارے پاس ایک بار بھی نہیں اٹھی اور ماں کے پاس جاتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ ایسا نہیں چلے گا لڑکی، میرے تین تین رشتے ہیں۔ خالہ بھی ہوں، پھپھو بھی ہوں اور ممانی بھی۔“ وہ وشمہ کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اس کی ساری باتیں سمجھ آرہی ہوں۔

”میرب کوئی نام سوچا ہوا ہے۔“

”آئرہ بنت ارحم۔“ چند آنسو آنکھ سے ٹوٹ کر گرے۔ یہ نام ارحم نے ہی سوچا تھا۔

”ماشاءاللہ بہت پیارا نام ہے۔“

✡......✡......✡

آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا۔ وہ مغرب کی نماز پڑھ کر ٹیرس پر آگئی۔ پرندے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہورہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا طبیعت میں اچھا تاثر دے رہی تھی۔ میرب کو آج صبح ڈسچارج کردیا گیا تھا۔ وہ آسمان کو دیکھتے ہوئے میسج، تصویر، موبائل کے بارے میں سوچنے لگی۔

”وشمہ! میرا ہاتھ پکڑو، گر جاؤ گی۔ مجھے تمہاری آنکھوں میں اب آنسو نظر نہ آئیں۔ محبت کرتا ہوں میں تم سے۔“

”میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں۔“ زبان سے اعتراف کرلیا، ہوا کا جھونکا تیزی سے گزرا جس سے اس کا دوپٹہ سر سے سرک گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ دیان کو گئے ہوئے تیسرا دن تھا۔ وہ اسے یاد کر رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ۔ اس کا ہاتھ پکڑنا۔ اس کا جھنجھلا کر ناول بند کرنا۔ وہ اٹھ کر اندر آئی اور الماری کھول کر دیان کا دیا گیا لاکٹ نکالا۔

”جب تمہیں مجھ سے محبت ہوجائے تم یہ پہن لینا۔ میں سمجھ جاؤں گا۔“

اس نے لاکٹ گلے سے لگایا اور اپنا عکس شیشے میں دیکھا۔ بہت ہی خوبصورت مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے فوراً لاکٹ ڈبے میں رکھا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

”بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں آئرہ کو آپ سنبھال لیں۔ میرب بی بی کی طبیعت خراب ہے۔ اس لیے انہیں دوائی دے کر سلا دیا ہے۔“

وشمہ نے آہستہ سے آئرہ کو پکڑا۔

''ٹھیک ہے تم ایسا کرو اس کا سامان مجھے دے جاؤ۔'' اس نے آئرہ کی گال پر پیار کر کے اسے بیڈ پر لٹایا پھر کھڑکی کے پردے درست کر کے اس کے پاس آ گئی۔

''میری گڑیا کو نینی آ رہی ہے۔'' وہ اس کے ساتھ کھیلنے لگی۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ داجی سے مل کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے وشمہ کو اپنے آنے کا نہیں بتایا تھا۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر آیا۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ بیگ صوفے پر رکھ کر دوسرے ہاتھ میں موجود پیکٹ کھولا اور اس میں سے گجرے نکال کر وشمہ کے پاس بیٹھا۔ اس نے ایک ہاتھ آئرہ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ بکھرے بالوں نے اس کا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ دیان نے آہستہ سے اپنی انگلیوں سے اس کے بال پیچھے کیے پھر جھک کر اس کے کان میں بولا۔

''تہ زمہ پہ زڑہ کہ دہ دراز اری پہ زے دراز یگے۔''

وشمہ نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ بھوری آنکھیں کالی آنکھوں کو دیکھتی رہیں۔ پھر ہولے سے لب ہلے۔

''دیان۔''

ہاتھ اٹھا کر دیکھنا چاہا۔ کہیں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی لیکن اس سے پہلے ہی دیان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا وہ فوراً سے اٹھی۔

''تم آ گئے۔''

''آہستہ۔ اٹھ جائے گی۔'' اس نے آئرہ کی طرف اشارہ کیا۔

''فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے اور بتایا بھی نہیں کہ آج آ رہے ہو۔''

''سرپرائز دینا تھا۔'' اس نے وشمہ کے ہاتھ پکڑے اور ان میں گجرے پہنا دیے۔

''تھینک یو۔'' اس نے پھولوں کی مہک کو اپنے اندر اتارا۔ آنکھیں اچانک نم ہو گئیں۔

''میں کھانا لے کر آتی ہوں۔'' وہ اٹھنے لگی۔

''کھانا کھا لیا تھا۔ وشمہ کچھ کہنا ہے۔'' دیان نے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں

آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ جھٹکے سے اس کے گلے لگ گئی۔

''کیا ہوا رو کیوں رہی ہو کوئی بات ہوئی ہے؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''پھر۔''

''کچھ نہیں ہوا بس ایسے ہی۔'' اس نے آنسو صاف کیے۔

(بول کیوں نہیں دیتی کہ مجھے یاد کرتی رہی ہو۔ مجھ سے محبت کرنے لگی ہو۔ میرے بغیر رہ نہیں سکتی۔ وشمہ بول دو نہیں بول سکتی تو لاکٹ ہی پہن لو میں سمجھ جاؤں گا)

''کیا سوچ رہے ہو۔'' وشمہ نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا۔

''کچھ نہیں تم سو جاؤ میں چینج کر کے آتا ہوں۔'' وہ اس کے ہاتھ پر پیار کر کے اٹھ گیا۔

''یہ لو۔'' وشمہ نے کافی کا کپ اس کی طرف بڑھایا لیکن وہ تو آئرہ کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھا۔

''دیان! کافی ٹھنڈی ہو جائے گی اور اسے مجھے دو۔ بھابھی کب سے پوچھ رہی ہیں اس کا صبح سے تمہارے پاس ہے۔''

''تو بول دو کہ آئرہ اپنے ماموں کے ساتھ ہے۔''

وشمہ نے موبائل اٹھایا جو مسلسل بج رہا تھا۔

''ہیلو۔ کون ہے۔ ہیلو۔ بولو بھی۔''

فون کٹ گیا اور ساتھ ہی میسج آیا۔

''چند دنوں کی خوشیاں پھر ماتم ہی ماتم۔''

وشمہ کا پورا وجود کانپ گیا۔ اس نے ڈر کر دیان کو دیکھا جو ہنستے ہوئے آئرہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اس نے فوراً میسج ڈلیٹ کیا۔

''کیا ہوا؟ وہاں کیوں کھڑی ہو یہاں آؤ دیکھو آئرہ بھی تمہیں دیکھ رہی ہے۔''

"مجھے کام ہے رات کو امل کے ساتھ جانا ہے اس لیے کپڑے نکالنے ہیں۔" وہ ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔

"وشمہ! میری الماری میں ایک شاپنگ بیگ پڑا ہے وہ دیکھ لو۔"

"اچھا۔" وشمہ بیگ لے کر بیڈ پر بیٹھی۔ اس میں سفید رنگ کی ساڑھی تھی جس کے پلوؤں پر سیلورنگوں کا کام تھا۔ اس نے دیان کو دیکھا۔

"یہ میری ہے؟"

"یس۔ کیسی لگی۔"

"بہت پیاری ہے لیکن میں نے کبھی ساڑھی نہیں پہنی۔"

"آج پہن لینا۔"

"آج نہیں دیان مجھ سے سنبھالی نہ گئی تو بہت برا لگے گا۔"

"پلیز میرے لیے پہن لو۔"

"تمہارے لیے ہی پہننا چاہتی ہوں لیکن اگر وہاں کوئی اور ہوا تو......"

دیان نے سر اٹھایا اسے جی بھر کر وشمہ پر پیار آیا۔

"امل کی دوستوں کے علاوہ وہاں کوئی نہیں ہوگا۔"

رات کو امل کی دوست کی مہندی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے پہن لیتی ہوں۔"

"ایک کام کرو، امل کے کمرے میں چلی جاؤ میرے کچھ کولیگز آرہے ہیں کام کے سلسلے میں۔"

"چلو ٹھیک ہے میں سامان وہاں لے جاتی ہوں اور لاؤ آئرہ کو بھی۔"

......

"اف۔ امل تم نے آج بہت تھکا دیا۔ اچھے بھلے دس بجے تک فارغ ہو گئے تھے۔ اتنی دور خان بابا کو آئس کریم کھانے کے لیے لے گئی۔" اس نے لاؤنج میں آتے ہی چادر اتاری۔ لمبے سیدھے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ وہ ساڑھی میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

”سوری وشمہ۔“

”سوری اپنے ساتھ جہیز میں لے جانا۔گڈ نائٹ۔“وہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔دروازہ کھول کر اندر آئی تو کمرے میں اندھیرا تھا۔

”لگتا ہے دیان سو گیا ہے۔“اس نے آہستہ سے دروازہ بند کیا۔کمرے میں مہک سی تھی۔وشمہ نے سانس کھینچ کر پھولوں کی مہک کو محسوس کیا۔اس سے پہلے وہ آگے بڑھ کر لائٹ جلاتی مدھم سی روشنی پورے کمرے میں پھیل گئی۔وشمہ نے حیرت سے دیکھا۔پورا کمرہ غباروں اور پھولوں کی پتیوں سے سجا ہوا تھا۔صوفے کے سامنے پڑے میز پر آئس کریم اور کیک رکھا ہوا تھا۔دیان نے آہستہ سے اسے کمر سے تھاما اور اس کے کان میں جھکا۔

”ہپی برتھ ڈے ٹو یو۔ہپی برتھ ڈے ٹو یو۔ہپی برتھ ڈے ڈیئر وشمہ۔ہپی برتھ ڈے ٹو یو۔“وشمہ ابھی تک شاکڈ تھی۔

”کیسا لگا سرپرائز؟“

”یہ سب۔تم اس لیے مجھے امل کے ساتھ زبردستی بھیج رہے تھے۔“

”جی بالکل۔“

”کتنے تیز ہو۔“

”آپ کی صحبت کا اثر ہے ورنہ ہم تو سنجیدہ طبیعت کے تھے۔“

وشمہ نے اس کے بازو پر مکا رسید کیا۔

”بہت پیاری لگ رہی ہو۔“دیان نے اس کے بال چہرے سے ہٹائے تو اس نے مسکرا کر چہرہ جھکا دیا۔

”ڈانس کرو گی میرے ساتھ؟“دیان نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔وشمہ کے دماغ میں ایک دم جھماکہ ہوا۔

”تمہیں یاد ہے جنگل والی بات۔“وہ مسکرائی۔

”میں تمہاری کوئی بات بھول سکتا ہوں بھلا۔“

وشمہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”واؤ مسٹر آپ نے کہاں سے ٹریننگ لی ہے۔“وہ گھوم کر اس کی طرف آئی۔

''میں بہت دفعہ لندن دبئی جا چکا ہوں اور اکثر لائیو کپل ڈانس دیکھ چکا ہوں۔''

''اوہ۔اور ٹرائے کتنی دفعہ کر چکے ہو۔''

دیان نے جھٹکے سے اسے قریب کیا۔

''آج پہلی دفعہ کیا ہے کیونکہ مجھے تمہارا انتظار تھا۔''

وشمہ مسکرائی۔

''چلو میں اور انتظار نہیں کر سکتی۔''اس نے کیک کٹ کر کے دیان کو کھلایا اور خود آئس کریم کھانے لگی۔دیان منہ بنا کر اسے دیکھنے لگا۔

''تم اپنے لیے پلیٹ کیوں نہیں لائے؟''

''کیونکہ ہم نے مل کر کھانا تھا۔''

''مل کر۔''

''جی۔''

''اچھا ٹھیک ہے کھا لو کیا یاد کرو گے۔''وشمہ دیان کو دیکھنے لگی پھر اس کا ہاتھ پکڑا۔

''تھینک یو سو مچ۔''

''سرپرائز کے لیے۔''

''نہیں۔''اس نے اس کا چہرہ تھاما۔

''میری زندگی میں آنے کے لیے۔مجھے اتنا سپیشل فیل کروانے کے لیے۔مجھے کبھی بھی چھوڑ کر مت جانا۔تمہاری محبت میری طاقت ہے۔''

وہ اس کے سینے سے لگی اس کی دھڑکن بڑھا رہی تھی۔وہ اس کی بے ترتیب ہوتی دھڑکنیں سن سکتی تھی۔دیان نے اس کے بال پیچھے کیے۔

''تہ زمہ پہ زڑہ کہ دہ درازاری پہ زے دراز یگے۔''

وہ مسکرائی۔

وہ اس سے محبت کرتا تھا۔ وہ بھی اس سے محبت کرنے لگی۔ دل ایک دوسرے کے لیے دھڑکنے لگے۔

دیان کی وشمہ۔

وشمہ کا دیان۔

"کیا ہو گیا ہے بچے! کیوں رو رہی ہے میری گڑیا۔" میرب کمرے میں چکر لگاتے ہوئے آئرہ کو چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بس بس۔ کیا ہو گیا ہے۔"

وشمہ فجر کی نماز پڑھ کر جائے نماز تہہ کر رہی تھی جب دیان اندر آیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ وشمہ جا کر دیکھو آئرہ کیوں اتنا رو رہی ہے۔"

"میں دیکھتی ہوں۔" وہ میرب کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"کیا ہوا بھابھی کیوں رو رہی ہے؟"

"پتا نہیں کیا ہوا ہے رات سے رو رہی ہے کچھ دیر سوتی ہے پھر اٹھ جاتی ہے۔"

"لائیں مجھے دیں۔" وشمہ نے اسے اپنی گود میں لیا۔

"کیا ہو گیا ہے میری چندا، کیوں روئے جا رہی ہے کتنی غلط بات ہے۔ ماما کو کیوں تنگ کر رہی ہو۔" وہ آہستہ آہستہ اسے ہلانے لگی۔ آئرہ اپنی آواز میں سُر لگا رہی تھی۔

"میرے خیال سے بھابھی اس کے پیٹ میں درد ہے۔ میں پودینے والا قہوہ پلا دیتی ہوں۔ آپ تھکی ہوئی لگ رہی ہیں سو جائیں میں اسے سنبھال لوں گی۔"

"تم پریشان نہ ہو وشمہ، میں کر لیتی ہوں۔"

"یہ کیسی غیروں والی باتیں کر رہی ہیں۔ میں کیوں پریشان ہوں گی۔ آئرہ میری اپنی بیٹی ہے آپ آرام کریں۔" وہ جانے لگی تبھی میرب نے اس کا بازو پکڑا۔ اس کی آنکھیں نم تھیں۔

”وشمہ! ارحم کہاں ہیں۔ مجھے ارحم سے بات کرنی ہے انہیں تو یہ بھی نہیں پتا کہ ان کی بیٹی ان کا انتظار کر رہی ہے۔“

”بھابھی! آپ ہمت سے کام لیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

آئرہ پھر سے رونے لگی۔

”آپ آرام کریں میں اسے دیکھتی ہوں آپ بالکل پریشان نہ ہو۔“

قہوہ فیڈر میں ڈال کر وہ کمرے میں آئی دیان لیٹا ہوا تھا۔

”خیریت آج آفس کے لیے تیار نہیں ہونا؟“ بیڈ پر بیٹھ کر اس نے آئرہ کو گود میں لٹایا پھر اچھے سے فیڈر کو ہلا کر اسے پلانے لگی۔

”نہیں آج دل نہیں کر رہا۔“ وہ وشمہ کو دیکھنے لگا جو پوری توجہ سے آئرہ کو فیڈر پلا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ چند سورتیں بھی پڑھ رہی تھی۔

”بہت پیاری لگ رہی ہو۔“

اچانک تعریف پر اس نے سر اٹھایا۔

”میں تمہیں کب پیاری نہیں لگتی۔“

”ہر روپ میں پیاری لگتی ہو لیکن اس روپ میں اور بھی زیادہ پیاری لگ رہی ہو۔“

”کس میں؟“ اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”ماں والے روپ میں۔ جب تم آئرہ کو چپ کراتی ہو، اس کے لیے پریشان ہوتی ہو اور بھی پیاری لگتی ہو۔“ اس نے سر جھکا دیا۔ گال لال ہو گئے تھے۔ دیان دلچسپی سے اس کے چہرے پر چھائے حیا کے رنگ دیکھنے لگا۔

”سو جاؤ کچھ دیر۔“

آئرہ سو چکی تھی۔ وشمہ نے اس کو آرام سے کندھے کے ساتھ لگایا تا کہ قہوہ گلے سے نیچے چلا جائے۔ پھر کچھ دیر بعد اسے دیان کے ساتھ لٹا دیا اور خود اٹھ کر نیچے چلی آئی۔

⚝......⚝......⚝

”آخر کون ہے جو یہ سب کر رہا ہے۔“ وہ اپنی سوچوں میں گم واک کر رہی تھی۔

"میں کیا کروں کس کو بتاؤں۔ دیان۔ نہیں بابا کو۔ نہیں اگر انہوں نے پولیس کو بتا دیا تو...... اللہ پلیز میری مدد کریں۔"

"وشمہ بی بی۔"

"جی۔" وہ گل کی طرف پلٹی۔

"چھوٹے خان کہہ رہے ہیں کافی بنا دیں۔"

"تم بنا دو نا۔"

"وہ کہہ رہے ہیں آپ کے ہاتھ کی پینی ہے۔"

"اچھا آ رہی ہوں۔"

بیس منٹ بعد وہ کمرے میں آئی تو دیان الماری میں چہرہ ڈالے کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

"یہ لو کافی۔" اس نے کافی میز پر رکھ دی۔

"کیا ڈھونڈ رہے ہو؟"

"بلیو شرٹ پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے۔"

"ہٹو میں دیکھتی ہوں۔"

وہ ایک طرف ہو گیا تو وشمہ آگے ہو کر دیکھنے لگی۔

"یہ دیکھو سامنے پڑی ہے۔" اس نے شرٹ اس کے سامنے لہرائی۔ دیان نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر شرٹ پکڑی۔

"تھینک یو وشہ لو یو۔"

وشمہ نے بیڈ کی طرف قدم اٹھایا ہی تھا کہ دیان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا؟"

"کس چیز کا؟"

"لو یو کا۔"

''میں اب کیا جواب دوں۔'' اس نے گھبراتے ہوئے ہاتھ چھڑانا چاہا دیان نے جھٹکے سے اسے قریب کیا۔

''کیا تمہیں مجھ سے اب بھی محبت نہیں ہوئی۔''

''دیان! میرا ہاتھ چھوڑو مجھے جانا ہے۔''

''پہلے میری بات کا جواب دو۔''

''میں تم سے......''

فون کی آواز نے بات کاٹ دی۔

''السلام علیکم۔'' دیان نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وشمہ فوراً پیچھے ہوئی۔

''جی پرسوں میٹنگ ہے۔ جی۔'' وہ فون میں مصروف ہو گیا تو وشمہ نے نیچے دوڑ لگائی۔

''آؤ وشمہ یہ دیکھو۔'' بی بی جان کے بلانے پر وہ ان کے پاس ہی آ گئی۔

''یہ کس کا ہے؟'' بہت ہی خوبصورت پیلا جوڑا بی بی جان نے تھام رکھا تھا۔

''یہ میری وشہ کا ہے۔'' زنیرہ بی بی نے پیار سے کہا۔

''میرا۔ تائی جان دلہن میں نہیں نوال ہے۔''

''جانتی ہوں لیکن حویلی کی بہو تم ہو اور پھر یہ نوال نے خود تمہارے لیے پسند کیا ہے۔''

''میں نے اپنا خود پسند کیا کسی کو میرا خیال نہیں آیا۔'' امل منہ لٹکا کر وشمہ کے ساتھ بیٹھی۔

''آپ نے کون سا کسی دوسرے کی پسند کا پہن لینا تھا کوئی نہ کوئی نقص نکالتے رہنا تھا۔''

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے مورے۔''

''اچھا منہ نہ بناؤ آؤ دلہنیا کو دیکھیں، کہاں مصروف ہے۔''

''میرب کے پاس ہو گی۔''

''چلو آؤ۔''

....

رات کی سیاہی ہر سو چھائی ہوئی تھی۔ ایسے میں اندھیرے میں وہ سگریٹ کا دھواں اڑا رہے تھے۔

"اب آگے کیا کرنا ہے دھمکانے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"تجھے ہر چیز کی جلدی کیوں رہتی ہے صبر کر پہلے صحیح سے قابو کر لینے دے۔"

"لالے! جو بھی کر جلدی کر۔" مدھم آوازوں کے ساتھ گہری رات اور گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"مورے!" اس نے پکوڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

"وشہ! مجھے ایک نام سے بلایا کرو کبھی ماما کبھی مورے۔"

"مجھے جب جو اچھا لگتا ہے میں تب وہ بول دیتی ہوں۔"

"پیچھے کرو ہاتھ اب خبردار پلیٹ کی طرف آیا۔" عالیہ نے پکوڑوں کی پلیٹ اٹھا کر دوسری طرف رکھی تو اس نے منہ بنایا۔

"شادی ہوگئی ہے اب کوئی سیدھی حرکت کر لیا کرو۔"

"میں سیدھی ہی رہتی ہوں الٹی ہو کر کیسے کوئی بھی کام کر سکتی ہوں۔"

عالیہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اچھا سوری۔"

"کیا ہو رہا ہے۔" شاہ نے کچن میں آتے وشمہ کے سر پر پیار کیا۔

"کیا کر سکتی ہیں آپ کی بیگم مجھے ڈانٹنے کے علاوہ۔"

"عالی! کیوں ڈانٹ رہی ہو میری بیٹی کو۔"

"الٹی حرکتیں کرے گی تو ڈانٹ ہی کھائے گی اور آپ کیوں ادھر آگئے۔ باہر جا کر بیٹھیں میں بس چائے لا ہی رہی ہوں۔"

بادل گرجنے کی آواز پر وشمہ جھٹ سے اٹھی۔

"گل! پکوڑوں کی پلیٹ لے آؤ میں چائے لے جا رہی ہوں اور وشمہ، دیان بھی آگیا ہے ٹرے کمرے میں لے جاؤ۔"

''اچھا۔'' وہ فوراً تڑپ اٹھا کر کمرے کی طرف بھاگی۔ کف کھول کر وہ موبائل اور والٹ سائڈ دراز میں رکھ رہا تھا جب وشمہ کمرے میں آئی۔

''السلام علیکم! کہاں تھی۔'' وہ اس کی طرف بڑھا۔

''وعلیکم السلام۔ میں کچن میں۔'' وہ بالکنی کی طرف بھاگی۔

''ارے کہاں جا رہی ہو۔''

ہلکی ہلکی بارش اب موسلا دھار بارش کا روپ دھار چکی تھی۔ باہر آتے ہی سردی کی لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ سیڑھیاں اتر کر پچھلے لان میں آ گئی۔ دیان نے گرل سے نیچے جھانکا۔

''وشمہ پاگل ہو گئی ہو بیمار ہو جاؤ گی۔''

لیکن اسے ہوش کہاں تھا۔ وہ تو گول گول گھوم کر بارش میں بھیگ رہی تھی۔ دیان نیچے آ کر ایک طرف شیڈ میں کھڑا ہو کر دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ وشمہ چہرہ آسمان کی جانب کیے مسکرا رہی تھی۔ وہ اسے بلانے ہی لگا تھا جب وہ بولی۔

''دیان!'' کھنکتی ہوئی آواز بادل زور سے گرجے۔ ہوا نے مست ہو کر انگڑائی لی وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر اس کے پاس آ رہی تھی۔ دیان مبہوت سا اسے دیکھتا گیا۔ وہ رکی ہاتھ آگے بڑھایا دیان ایک قدم قریب ہوا۔

''آج میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں اس بارش میں۔ ان بادلوں کو گواہ بنا کر کہ......''

''دیان لالہ۔ دیان لالہ کہاں ہیں؟ داجی بلا رہے ہیں بختاور آئی ہے۔'' اوپر کمرے سے امل کی آواز آئی۔

بادل زور سے گرجے۔ بڑھا ہوا ہاتھ ہوا میں ہی رہ گیا۔

''وشمہ! بس بہت بھیگ لیا چلو اوپر جا کر کپڑے بدلو میں داجی کے پاس جا رہا ہوں۔''

''بختاور آئی ہے۔ بختاور آئی ہے۔'' اس نے چونک کر ارد گرد دیکھا کچھ دیر پہلے جہاں دیان کھڑا اسے دیکھ رہا تھا وہاں اب کوئی نہیں تھا۔ بارش ہلکی ہو گئی تھی۔

کمرے میں آتے ہی اس نے کپڑے نکالے اور فریش ہو کر نیچے کی جانب چل پڑی۔

''آؤ وشمہ! تمہاری ہی بات کر رہی تھی میں۔'' بی بی جان نے اسے اپنے پاس بلایا۔ سب گھر والے ہال میں

موجود تھے۔ بختاور کی پشت وشمہ کی طرف تھی۔ اس نے داجی کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ رؤئل بلیو سوٹ میں وہ نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔ ناک اور گال ہلکے ہلکے سرخ ہو رہے تھے۔ وہ آگے بڑھی اور گھوم کر بختاور کے سامنے آئی وشمہ کے آتے ہی وہ کھڑی ہوئی۔

بلیو جینز پر گھٹنوں تک آتا بلیک کلر کا کرتہ، گلے میں سٹالر ڈال کر بال کھلے چھوڑ رکھے تھے۔

”ہائے وشمہ خان۔“ اس نے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا۔

”وشمہ دیان۔“ وشمہ نے بھی اسی انداز میں اس کا ہاتھ تھاما۔ امل نے ہنس کر نوال کے پیچھے چہرہ چھپایا۔

”چپ کرو امل۔“

”یہ ہے ہماری وشمہ اس کی ٹکر کی۔“

”ہاہاہا۔ بالکل بہت مبارک ہو شادی کی۔“

وشمہ عین اس کے سامنے دیان کے ساتھ جا کر بیٹھی۔

”اور وشمہ کیسی ہیں آپ؟“

”بہت پیاری۔“

وشمہ کے جواب پر امل اور نوال کے ساتھ بی بی جان نے بھی ہنسی دبائی جبکہ داجی نے گھور کر وشمہ کو دیکھا۔

”اس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ ایسے ہی تو دیان سے شادی نہیں ہوئی نا۔“

وشمہ کے ساتھ ساتھ دیان نے بھی اسے دیکھا۔

”آئی مین دونوں کی جوڑی بہت پیاری ہے۔“ اس نے بمشکل کہا اور پھر داجی کو دیکھا جنہوں نے رخ موڑ لیا۔

”بختاور! عاصمہ کو بھی لے آتی ساتھ۔“ زنیرہ بی بی نے ماحول ہلکا کرنا چاہا۔

”میں نے بولا تھا لیکن انہوں نے کہا وہ شادی میں ہی آئے گی مجھے بھی روک رہی تھیں لیکن میں نے تو کہہ دیا کہ میری کزن کی شادی ہے میں تو پہلے ہی جاؤں گی۔“

”اچھا کیا آ گئی اب مل کر تیاریاں کرنا۔“ وہ مسکرا کر بولیں۔

”تھک گئی ہو گی بختاور۔ جاؤ آرام کر لو امل کمرے تک چھوڑ آؤ۔“

''جی اچھا۔''

اس نے جاتے جاتے دیان اور وشمہ کو دیکھا۔دیان وشمہ کو کچھ کہہ رہا تھا جس پر وہ مسکرا کر سر ہلا رہی تھی۔یہ منظر دیکھ کر وہ پیچ وتاب کھا کر رہ گئی۔

وہ سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی جب دیان کمرے میں آیا۔وہ کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا اس نے آکر والٹ اور موبائل سائڈ دراز میں رکھا۔

''کیا ہوا۔''

وشمہ نے سر اٹھا کر کمبل ٹھیک کیا۔اس کی گال اور ناک سرخ ہو رہے تھے۔دیان نے ساتھ بیٹھ کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

''وشمہ !تمہیں تو بخار ہے۔''

''دوائی لی ہے ٹھیک ہو جائے گا۔''

''نہیں نہیں،آؤ بارش میں بھیگتے ہیں۔''

''سچ تم بھیگو گے میرے ساتھ۔''

''چپ کر کے بیٹھو میں نے منع کیا تھا مت بھیگو۔''

''اچھا نا ڈانٹوں مت۔میرے لیے کافی بنا کر لاؤ۔''

''میں۔''

''کوئی اور دِکھ رہا ہے یہاں۔''

''مگر میں کیسے۔''وہ تو آج تک پانی پینے کے لیے بھی خود نہیں اٹھا تھا سب نے اس کے منہ سے نکلنے سے پہلے اس کی خواہشیں پوری کی تھیں۔

''ٹھیک ہے رہنے دو میں سو جاتی ہوں۔''وہ آنکھیں مٹکا کر لیٹ گئی۔

''ٹھیک ہے لاتا ہوں سومت۔''وہ کف فولڈ کر کے اٹھ گیا۔

"واؤ دیان خان میرے لیے کافی بنائیں گے۔" وشمہ نے مسکرا کر آنکھیں بند کیں۔

چند منٹ غائب دماغی سے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس نے الماریاں کھول بند کرنا شروع کی آخر دو منٹ بعد ہی کافی میکر مل گیا۔

"دیان! تجھے کسی نے کچن میں دیکھ لیا تو بس پھر۔ باقی سب کی تو خیر ہے بس داجی نہ دیکھیں۔"

کافی کپ میں نکالنے کے بعد ٹرے میں رکھی تبھی بختاور کچن میں داخل ہوئی۔

"کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں یا واقعی ہی دیان خان کچن میں کھڑا ہے۔"

"وہ میں کافی بنانے آیا تھا۔"

"ہاہاہاہا۔ دیان تم اور کچن میں وشمہ نے تمہیں کاموں میں لگا دیا۔"

"تو کیا ہوا۔ کیا میں کچن میں نہیں آ سکتا اور یہ کہاں لکھا ہے کہ مرد گھر کا کام نہیں کر سکتا۔ وشمہ کا دل کر رہا تھا کافی پینے کا اس نے مجھے کہہ دیا۔ جب ایک عورت مرد کے لیے صبح سے شام تک کام کر سکتی ہے تو کیا مرد عورت کے لیے ایک کپ کافی بھی نہیں بنا سکتا۔" اس نے ٹرے اٹھائی۔

"تمہیں کچھ چاہیے تھا؟"

"ہاں پانی لینے آئی تھی۔" وہ غصے سے فریج کی طرف مڑ گئی۔

"اچھا۔ گڈ نائٹ صبح ملتے ہیں۔" دیان اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"ہیلو میڈم، اٹھو اتنی محنت سے کافی بنائی ہے بغیر پیئے نہیں سو سکتی۔"

وہ جھٹ سے اٹھی۔

"سویا کون ہے میں تو انتظار کر رہی تھی بھلا دیان خان کے ہاتھ کی کافی مس کر سکتی ہوں۔" اس نے کپ اٹھا کر پیچھے ٹیک لگائی۔ دیان بھی کافی کا کپ پکڑ کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وشمہ نے آہستہ سے اپنا سر اس کے سینے پر رکھا۔

"ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں؟"

"نہیں دوائی کھا لی تھی صبح تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"تمہاری شاپنگ ہو گئی ساری۔"

”نہیں۔“

”دن ہی کتنے رہ گئے ہیں پیچھے صبح چلنا میرے ساتھ۔“

”تم اپنی پسند سے کچھ بھی لے آنا بازار نہیں گھوما جاتا مجھ سے۔“

”جو بھی لاؤں گا پہن لو گی۔“

”بالکل تمہاری پسند میری پسند۔“

اس نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

”میڈم! کبھی کبھی آپ مجھے حیران کر دیتی ہیں۔“ دیان نے ہلکے سے اس کی ناک دبائی تو وہ ہنس دی۔

⁂......⁂......⁂

”آمنہ! میں سوچ رہی ہوں اسفند کی شادی کر دیتے ہیں۔ گھر میں رونق ہی لگ جائے گی۔ حویلی کو پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی ہے ایک ایک کر کے سب چلے گئے۔“ بی جی نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک کہہ رہی ہیں بی جی آپ۔ میں بات کرتی ہوں اسفند سے لیکن اس سے پہلے ارحم کا تو کچھ پتا چلے مہینہ ہونے کو آ رہا ہے میرا بچہ پتا نہیں کہاں ہے۔“

”حوصلہ کرو بچے۔ اللہ اس کو اپنے امان میں رکھے۔ جب اولاد کی آمد کا پتا چلا تھا تو کتنا خوش ہوا تھا اور اب یہ بھی نہیں پتا اسے کہ اس کی ننھی پری اس کی راہ تک رہی ہے۔“

”میں ترس رہی ہوں بی جی اپنی پوتی کو گود میں اٹھانے کے لیے۔ عالیہ نے بتایا ہے ارحم جیسی ہے۔“ وہ بولتے بولتے رونے لگیں۔

”اللہ پر بھروسہ رکھو آمنہ، انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

انہوں نے آمنہ بی بی کو اپنے ساتھ لگایا۔

⁂......⁂......⁂

”دیان۔ دیان۔ دیان۔“ وہ چلاتی ہوئی تیز تیز سیڑھیاں پھلانگ کر نیچے اتری۔ لاؤنج میں بیٹھے سب افراد اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیان جو آفس جانے کے لیے باہر نکل رہا تھا رک کر پلٹا۔

”کیا ہوا۔“

وہ اس تک پہنچی سانس پھولی ہوئی تھی۔

”اللہ نازک سی جان کو اتنا بھگا دیا۔“

”تو یہ نازک سی جان کیوں بھاگی۔سی آف تو میں کر آیا تھا۔“اس نے شرارت سے آنکھ ماری۔

”کتنے بے شرم ہو۔“وشمہ نے ہاتھ میں پکڑی فائل اس کے کندھے پر ماری۔

”یہ دینے آئی تھی کمرے میں ہی بھول گئے تھے۔“

”اوہ تھینک یو سو مچ۔“

”چلو اب جاؤ اللہ حافظ۔“

”اللہ حافظ۔“

”اللہ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔“بی بی جان نے دل سے دعا کی جس پر سب نے آمین کہا جبکہ بختاور نے منہ بگاڑ کر میگزین کا صفحہ پلٹا۔

وہ دیان کو فائل دے کر کمرے میں آئی تو موبائل مسلسل بج رہا تھا۔اس نے جھک کر ٹیبل سے موبائل اٹھایا unknown نمبر سے کال آرہی تھی۔

”یہ کس کا نمبر ہوسکتا ہے۔“موبائل مسلسل بج رہا تھا اس نے تنگ آکر اٹھا ہی لیا۔

”ہیلو۔“

”اگر تم اپنے شوہر کی زندگی چاہتی ہو تو پہاڑی سے اتر کر نیچے دائیں جانب والی سڑک پر ایک لاکھ لے کر آؤ۔“

”ہیلو کون بول رہا ہے۔“وشمہ کا اڑا رنگ دیکھ کر بختاور جو اس سے بات کرنے آرہی تھی کمرے کے باہر ہی رک گئی۔

”زیادہ سوال مت کرو لڑکی،ایک لاکھ لے کر جلدی پہنچو،ورنہ گاڑی کو کھائی کی نذر کرنا ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے اور ہاں خبردار جو کوئی ہوشیاری کی۔“

”نہیں نہیں دیان کو کچھ مت کرنا میں۔میں آتی ہوں۔“

کال بند ہوگئی لیکن وشمہ کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی وہ ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ کمرے کے باہر کھڑی بختاور بھی حیران تھی۔

''ایک لاکھ کہاں سے لاؤں؟'' وہ الماری کی طرف بھاگی۔ آغا جان اسے اکثر پیسے دیتے رہتے تھے۔ کپڑوں جوتوں کا اسے ویسے شوق نہیں تھا اس لیے وہ پیسے جمع کرتی جاتی تھی۔ اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ پیسے پرس میں ڈال کر چادر اوڑھی اور حویلی کے پچھلے دروازے سے باہر بھاگی۔ بختاور بھی سب سے چھپ کے اس کے پیچھے آئی۔

''آخر کس سے ملنے جا رہی ہے یہ۔''

جونہی وشمہ کے پاس ایک نقاب پوش آیا بختاور درخت کے پیچھے چھپ گئی۔ وشمہ نے چادر سے نقاب کر رکھا تھا لیکن اس کی حالت دیکھ کر وہ جان گئی تھی کہ وہ روتے ہوئے التجا کر رہی ہے۔ جونہی وشمہ جانے کے لیے حویلی کی طرف بھاگی بختاور بھی پلٹی لیکن اگلے ہی لمحے وہ حیرت سے پیچھے ہوئی۔

''میں تم لوگوں کی مدد کر سکتی ہوں۔''

......

کمرے میں آتے ہی وشمہ نے چادر بیڈ پر پھینکی اور وہیں ڈھے گئی آنسو گال بھگو رہے تھے۔

''کون ہیں یہ۔ یا اللہ میں کیا کروں؟ پلیز میری مدد کریں میرے دیان کی حفاظت کریں۔ دیان۔'' وہ جھٹکے سے اٹھی اور اپنا موبائل اٹھا کر دیان کو کال ملانے لگی۔ دو تین۔ چار۔ بیل جا رہی تھی۔

''دیان پلیز فون اٹھاؤ۔''

آخر فون اٹھا لیا گیا۔

''کہاں ہو تم فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے۔ ٹھیک تو ہو نا؟''

''ہاں میں ٹھیک ہوں میٹنگ میں تھا ابھی فارغ ہوا ہوں۔ کیا ہوا؟''

''دیان۔''

''کیا ہوا وشمہ؟''

الفاظ اٹک گئے۔ کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ اس نے بنا جواب دیے کال کاٹ دی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔

......

شام کے سائے ہر سو چھانے لگے۔ آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا۔ ایسے میں حویلی کے اندر ہل چل مچی ہوئی تھی۔ نوال کی ساس اس کے لیے کچھ سامان لے کر آئی تھیں۔ شادی کے دن قریب آرہے تھے۔ وہ میرب کے پاس بیٹھی آئرہ کے ساتھ کھیل رہی تھی تبھی امل اسے بلانے آئی۔

''نوال آپی! بی بی جان بلا رہی ہیں۔''

وہ دوپٹہ ٹھیک کر کے نیچے آئی۔ وشمہ چائے کی ٹرے لیے لاؤنج میں آئی۔ نوال کا دیور جو ایک ہفتے پہلے ہی دوسرے شہر سے آیا تھا شوخ اور ہنسی مذاق کرنے والا لڑکا تھا۔ وشمہ چائے پکڑا کر زنیرہ بی بی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''آپ ہیں میری نئی بھابھی۔'' وہ وشمہ کو دیکھ کر بولا تو وشمہ جو اپنی سوچوں میں گم تھی چونکی۔

''جی۔''

''میں ولید۔ نوید لالہ کا چھوٹا بھائی اور نوال بھابھی کا اکلوتا دیور۔''

وہ مسکرائی لیکن دماغ میں فوراً رشتے کی بات آئی۔ اس نے ولید کو دیکھا۔ لمبا قد دلکش مسکراہٹ وہ پیارا تھا لیکن دیان۔ دیان تو دیان تھا۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا اس کے آنے میں ابھی وقت تھا۔

''تو بتاؤ کیسی لگی ہماری بھابھی۔'' امل نے وشمہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ام، میری بھابھی زیادہ اچھی ہیں۔'' اس نے نوال کی طرف اشارہ کیا تو سب ہنسے۔

''ولید بیٹا شادی کے لیے آئے ہو؟''

''جی بی بی جان۔ ابھی لالہ کی شادی کے لیے آیا ہوں ایک مہینے بعد یہاں ٹرانسفر ہو جائے گا۔'' وہ چائے پیتے ہوئے بتانے لگا۔ ولید پولیس آفیسر تھا۔ ایک مہینے بعد اس کی پوسٹنگ اسی شہر میں ہو جانی تھی۔ دا جی بھی آگئے تو سب باتوں میں مصروف ہو گئے پھر کچھ دیر بعد ہی مہمان جانے کے لیے اٹھ گئے۔

''میں گاڑی نکالتا ہوں مورے، آپ آجائیں۔'' ولید سب سے مل کر نوال کے پاس سے گزرتے ہوئے رکا۔ وشمہ امل بھی اس کے ساتھ کھڑی تھی۔

"بھابھی کوئی پیغام ہے تو بتائیں۔"

نوال نے اسے آنکھیں دکھائیں تو وہ ہنستے ہوئے باہر چلا گیا۔تبھی اندر آتی بختاور اس سے ٹکرائی۔ نیلے اور کالے جوڑے میں ملبوس، بالوں کی اونچی پونی بنا رکھی تھی۔اس نے سر ملتے ہوئے غصے سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"دیکھیے محترمہ میری غلطی نہیں ہے آپ ہی آندھی طوفان کی طرح اندر آ رہی تھیں۔ویسے اندر بریانی کی کوئی دیگ نہیں کھلی۔"

بختاور کی غصے اور حیرت سے آنکھیں پھیلیں۔ولید مسکرایا۔

"یو۔"اس نے انگلی اٹھا کر بولنا چاہا لیکن ولید نے آہستہ سے اسکی انگلی نیچے کی۔

"آپ کی تعریف؟"

"پہلے تم بتاؤ کون ہو۔"

"پہلے آپ۔"

"پہلے۔خیر میں بختاور ہوں۔"

"میں ولید۔نوال بھابھی کا دیور۔"

بختاور بغیر کچھ کہے سائڈ سے گزر کر اندر چلی گئی۔اس نے مڑ کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔نوال کی ساس سب کو دو دن بعد اپنے گھر آنے کی دعوت دے گئی تھیں۔ان کی کوئی رسم تھی جو انہوں نے کرنی تھی جس میں لڑکی کے گھر والوں کا جانا ضروری تھا۔

***

رات باہر قطرہ قطرہ پھیل رہی تھی۔وہ کھانے کی ٹرے میز پر رکھ کر الماری کی جانب بڑھی تبھی دیان ٹاول سے منہ صاف کرتا واش روم سے نکلا۔

"کیسا گزرا دن؟"صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔

"اچھا۔اور تمہارا۔"وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور اس کے لیے کھانا نکالنے لگی۔

"بس تمہیں یاد کرتے گزرا۔"

وشمہ نے رک کر اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''مجھے یاد کرنے کے بجائے جلدی کام ختم کر کے گھر آ جاتے۔ پتا ہے اتنی بھوک لگ رہی تھی مجھے۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''اتنی دفعہ بول چکا ہوں مت انتظار کیا کرو میرا۔ فضول میں اپنے ساتھ ظلم کرتی ہو۔ کل بول کر جاؤں گا چاچو کو۔''

''اچھا باقی باتیں بعد میں پہلے کھانا شروع کرو اور بتاؤ کیسا بنا ہے؟''

''تم نے بنایا ہے۔''

وشمہ نے سر ہلایا۔

''بغیر کھائے ہی بتا سکتا ہوں کیسا بنا ہے۔ دل کر رہا ہے جس نے بنایا ہے اس کے ہاتھ......''

''بس بس۔ چپ کر کے کھاؤ شروع ہی ہو جاتے ہو۔'' وہ پیچھے ہو کر بیٹھی۔ دیان نے ہنستے ہوئے نوالہ منہ میں ڈالا۔ وشمہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور دل میں اللہ سے ہم کلام ہوئی۔ ''اللہ پلیز دیان کو اپنے امان میں رکھنا اس کی حفاظت کرنا پلیز اللہ۔''

✿......✿......✿

کمرے میں اندھیرا کیے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ تبھی دروازہ کھلنے کی آواز آئی وہ ڈر کر سیدھی ہوئی۔

''وشہ! اتنا اندھیرا کیوں کیا ہوا ہے۔'' عالیہ نے لائٹ جلائی پھر اس کے پاس آئی۔

''بس ویسے ہی۔''

عالیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

''آپ نے جانا نہیں ہے۔'' وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''شاہ آنے والے ہیں بس پھر جائیں گے ساتھ۔''

''اچھا۔''

"وشہ چندا! کیوں نہیں آ رہی۔"

"ماما بتایا تو ہے سر میں بہت درد ہے۔"

"میں وہ سننے نہیں آئی جو سب کو کہا ہے مجھے سچ سننا ہے کیا بات ہے کیوں آج کل اتنی گم صم رہتی ہو میری وشہ کہاں کھوگئی ہے؟" انہوں نے اس کا چہرہ تھاما۔

"نہیں ماما کوئی بات نہیں ہے آپ پریشان نہ ہوں۔"

"وشہ! جانتی ہونا، میں آنکھوں سے ہی اپنی بیٹی کے دل کا حال جان لیتی ہوں۔ چلو شاباش بتاؤ۔"

وہ سیدھی ہوئی۔ آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے عالیہ کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

"میں آپ کو سب کچھ بتاؤں گی لیکن ابھی کچھ نہیں بتا سکتی۔ ابھی کچھ مت پوچھیں دیان کے لیے ڈھیروں دعائیں کیا کریں۔"

"وشہ چندا! کیا بات ہے مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔" انہوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"عالیہ بی بی شاہ زین صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔" گل نے آ کر بتایا۔ وشمہ نے لمبا سانس لیا اور اپنا چہرہ صاف کیا۔

"ماما! کچھ نہیں ہوا ابھی میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی پلیز کسی سے کچھ مت کہیے گا۔"

"اپنا خیال رکھنا۔ بختاور ادھر ہی ہے اور داجی بھی کچھ دیر میں آ جائیں گے۔ ڈرنا نہیں۔ دیان کب تک آئے گا؟"

"او کے۔ دیان نے دیر سے آنا ہے آپ میرے لیے پریشان نا ہونا۔"

عالیہ اس کے سر پر پیار کر کے چلی گئی۔ سب کو گئے ایک گھنٹہ گزر گیا تھا۔ اس نے عشاء کی نماز پڑھی اور کچن میں آ گئی۔ داجی اپنے کمرے میں تھے اس نے گل کے ہاتھوں بختاور کی چائے بھجوائی اور خود دو کپ تھام کر داجی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ داجی لیٹے ہوئے تھے آہٹ پر اٹھے۔

وشمہ نے چائے بیڈ کے سائڈ پر پڑی میز پر رکھی۔ وہ اسے دیکھے گئے۔ پتا نہیں کیا تھا جو آج اسے دیکھ کر انہیں غصہ نہیں آیا تھا۔ دل میں کچھ ہل چل سی ہو رہی تھی۔ کچھ احساس جو اجاگر ہو رہا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

”ہوں ٹھیک ہے تم کیوں نہیں گئی۔“

”ویسے ہی۔“ وہ کپ سے اڑتی بھاپ کو دیکھنے لگی۔ داجی کو کچھ ٹھٹکا۔ وہ کافی دنوں سے وشمہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ گم صم سی رہنے لگی تھی۔ دونوں کے درمیان لمبی خاموشی چھا گئی پھر وہ بولے۔

”وشمہ۔“

”جی۔“

دروازہ کھلا۔ دونوں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ بختاور سامنے کھڑی تھی بختاور نے پہلے وشمہ کو دیکھا پھر داجی کو۔ وشمہ فوراً اٹھ گئی۔

”میں چلتی ہوں۔“

”نہیں نہیں تم بیٹھو۔ دادا پوتی کے بیچ اہم باتیں چل رہی ہوں گی سوری میں نے ڈسٹرب کر دیا۔“

”نہیں، مجھ سے کوئی بات نہیں کرتے آپ سے کر لیں گے۔ بیٹھیں میں چلتی ہوں۔“

داجی نے وشمہ کو دیکھا اس کا ایسا بولنا۔ اس کی آواز۔ وہ چلی گئی تو بختاور سامنے صوفے پر بیٹھی۔

”داجی! آپ کی محبت جاگ رہی ہے پوتی سے کیا۔“

”بختاور۔“

”بس رک جائیں۔ مجھے لگ رہا ہے آپ کا دل بدل گیا ہے لیکن میں پیچھے نہیں ہٹوں گی۔“ وہ غصے سے تن فن کرتی اٹھ گئی۔

”بختاور سنو۔“

لیکن وہ بغیر کچھ سنے باہر چلی گئی۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

حویلی میں سجاوٹ شروع ہو گئی تھی۔ سورج کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سردیوں کا موسم تھا اس لیے سب نے لان میں ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وشمہ کچن میں سب کے لئے اسنیکس اور چائے بنانے میں مصروف تھی۔ اس کے ساتھ امل اور نوال بھی تھیں۔ انکی ہنسی کی جلترنگ ہر ایک منٹ بعد کچن میں سنائی دے رہی تھی۔ وشمہ نے چکن

سینڈوچ کے ساتھ ویجیٹیبل سینڈوچ بھی بنائے اور ٹی ٹرالی میں سجانے لگی۔اسی وقت بختاور کچن میں داخل ہوئی۔اسکا وشمہ کو دیکھ کر موڈ بگڑ گیا۔ان تینوں کی اسکی طرف پیٹھ تھی۔

''آج تو دیان لالہ کی فرمائش پر چکن سینڈوچ بنائے ہیں بھئی لوگوں نے۔''امل نے وشمہ کو چھیڑا۔

''ہاں تو دیان کی فرمائش تو سب سے پہلے پوری ہونی تھی نا۔''وشمہ نے مسکرا کر کہا۔

''اوہہ۔کیا بات ہے لڑکی۔''

''ہاں بھئی اب یہ میڈم بھابھی بن گئی ہیں اسلئے مجھ سے پیار نہیں کرتی۔''امل نے منہ بنایا۔

''ارے ارے کس نے کہا میں تم سے پیار نہیں کرتی۔تم تو میری جان ہو اب چلیں سب ٹھنڈا ہو جائے گا۔''

وہ تینوں پلٹیں۔پیچھے بختاور کھڑی تھی وشمہ کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''کچھ چاہیے آپ کو بختاور۔''

''نہیں میرا اپنا گھر ہے میں لے لوں گی جو چاہیے ہو گا۔''اس نے ایک ایک لفظ گویا چبا چبا کر کہا۔

''یہ تو آپ کا اپنا پن ہے جو آپ ایسا کہہ رہی ہیں۔ویسے ہمارے یہاں مہمان کو اسپیشل پروٹوکول ہی دیا جاتا ہے جو وہ خود کو گھر کا فرد ہی سمجھے۔غیر نہ سمجھے اور دیکھیں نا آپ نے اس گھر کو اپنا گھر سمجھ لیا۔''وشمہ کی بات نے اسکو پتنگے لگا دیے۔امل اور نوال خاموش کھڑی تھیں۔اس نے دانت پیستے ہوئے وشمہ کو دیکھا۔

''یہ کیا بنایا ہے؟''بختاور نے امل اور نوال کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''چکن اور ویجیٹیبل سینڈوچز۔''

''دیان کو گرل سینڈوچز پسند ہیں وہ یہ نہیں کھائے گا میں اسکے لیے بنا دیتی ہوں۔''بختاور کہتی آگے بڑھنے لگی تو وشمہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

''ایک منٹ زحمت مت کیجئے دیان یہ کھا لے گا۔''وشمہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ یہ نہیں کھاتا اسکی پسند سے میں بخوبی واقف ہوں۔''بختاور نے جتاتے ہوئے کہا۔

''پہلے کی بات اور تھی اب اسکی پسند ہر چیز میں بدل چکی ہے اس لیے مہربانی فرما کر آپ خود کو زحمت نہ دیں۔اور ہمارے ساتھ چلیں۔''وشمہ نے اب کی بار مسکراتے ہوئے کہا اور ہاتھ سے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

بختاور پیچ وتاب کھاتی وہاں سے پلٹ گئی اور منہ پھلا کر لان میں آ کر بیٹھی۔سمندر خان نے نیا کیمرہ لیا تھا۔ دیان اس کے ساتھ بیٹھا اس کی سیٹنگ وغیرہ دیکھ رہا تھا۔سمندر خان پڑھا لکھا تھا اس لیے خان بابا کے کہنے پر اب وہ دیان کے آفس ہی جاتا تھا۔وشمہ نے سب کو چائے کی طرف متوجہ کیا۔دیان نے سینڈوچ اٹھایا تو امل، نوال، بختاور اور وشمہ کی نظریں اس پر ہی تھیں۔

''واہ وشمہ یہ تو بہت مزے کے ہیں۔''

وشمہ نے مسکرا کر جتاتے ہوئے بختاور کو دیکھا۔امل اور نوال بھی مسکرائیں۔

''تمہیں تو میں اسکا جواب ضرور دوں گی وشمہ۔''

۞......۞......۞

''خان بابا! اور کتنا وقت لگے لگا۔'' امل جھنجھلا کر بولی۔انہیں کھڑے آدھ گھنٹہ گزر گیا تھا۔نوال کے کچھ کپڑے جو درزی کے پاس تھے وہ وہی لینے جا رہی تھی لیکن بیچ راستے میں گاڑی خراب ہوگئی۔

''ماڑا ہم دیکھ رہا ہے۔'' خان بابا بونٹ کھولے انجن دیکھ رہے تھے تبھی ایک کالی گاڑی تیزی سے گزری۔ تھوڑی آگے جا کر ہی وہی گاڑی ریورس آنے لگی۔

''امل! تم گھر فون کر دو۔'' امل سر ہلا کر موبائل پر نمبر ڈائل کرنے لگی تبھی گاڑی ان کے سامنے رکی اور شیشہ نیچے ہوا دونوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''امل! تم یہاں۔''

''ولید۔''

''کیا ہوا؟''

''گاڑی خراب ہوگئی ہے۔''

''اوہ، میں گھر چھوڑ دیتا ہوں بیٹھو۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا۔امل نے بختاور کو دیکھا تو اس نے بھی سر ہلا دیا۔اس کے علاوہ اور کوئی چارا نہیں تھا۔

''ایک منٹ میں اپنا بیگ لے کر آتی ہوں۔'' بختاور خان بابا کو بتا کر اپنا بیگ لے کر پیچھے بیٹھ گئی۔امل آگے

بیٹھی تھی۔

ولید نے بیک مرر ٹھیک کیا۔دونوں کی نظریں ملیں، بختاور نے فوراً نظریں موبائل پر مرکوز کیں۔ولید نے مسکرا کر ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھا اور گاڑی آگے بڑھائی۔

"کیسے لگے۔" وہ اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا۔وشمہ جو ڈریس اپنے ساتھ لگا کر شیشے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی مسکرا کر اس کی جانب مڑی۔

"بہت پیارے ہیں اور پتا ہے سب سے اچھا مجھے یہ لگا کہ ہم دونوں کے میچنگ ہیں۔" دیان کے لبوں کو بہت ہی دلکش مسکراہٹ نے چھوا۔

"وشہ۔"

"ہوں۔"

"جب تم مسکراتی ہو نا تو۔"

"تو؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"تو جان لے لیتی ہو۔" دیان نے کہتے ہی اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔وشمہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"اچھا سنو میرا پاسپورٹ کیوں لیا تھا۔"

"سرپرائز۔"

"دیان پلیز بتاؤ۔"

"انتظار کرو۔" وہ پیچھے بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا اور سائڈ ٹیبل پر پڑا وشمہ کا موبائل اٹھا کر الٹ کر اس کا کور دیکھنے لگا۔اس کے تاثرات لمحے میں بدلے پھر ٹھک سے موبائل ٹیبل پر رکھ دیا۔وشمہ نے ہنسی دبائی اور دائیں جانب رکھی بک شیلف سے ناول اٹھا کر دیان کی طرف بڑھایا۔دیان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"پکڑو اور یہ تمہیں پڑھنا ہے۔"

"نہیں بالکل نہیں۔میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں ناول وغیرہ پڑھوں۔"

وشمہ اسکے سامنے بیٹھ کر آنکھوں میں ڈھیروں معصومیت لیے بولی۔

''تم میرے لیے جنت کے پتے نہیں پڑھ سکتے۔''

دیان کا منہ کھل گیا۔

''تم۔''

''پلیز۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر التجا کرنے لگی۔

''یہ تم لڑکیاں اتنی چالاک کیوں ہوتی ہو۔'' اس نے جیسے ہار مان لی۔

''پڑھو گے نا؟''

''ایسے بولو گی تو کون نہیں پڑھے گا۔''

''ہائے سچی تم پڑھو گے۔''

''ہاں لیکن ابھی مجھے تھوڑا سا کام ہے بعد میں پڑھ لوں گا۔''

''او کے تم کام کرو میں امل کو دیکھتی ہوں اب تک تو آ گئی ہو گی۔''

......

کالے آسمان پر چاند پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا سے درخت جھوم رہے تھے۔ چنبیلی کے پھولوں کی سوندھی سوندھی خوشبوں ہوا کے ساتھ ہر سو پھیل رہی تھی۔ بھورے بال ہوا سے جھوم کر چہرے پر آ رہے تھے جسے وہ بار بار کان کے پیچھے کر رہی تھی۔ کالی شال کندھوں کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔ رنگ پہلے کی نسبت پیلا لگ رہا تھا۔ سب باہر لان میں ہی بیٹھے تھے۔ نوال موبائل پر مہندی کی تصویریں دکھا رہی تھی جو اس نے شادی کے لیے سیو کی تھی تبھی بختاور خاموشی سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

''اچھا ہوا تم آ گئی ایک کپ کافی تو بنا دو۔'' دیان نے دروازے کی آواز پر لیپ ٹاپ پر کام کرتے کرتے ہی کہا لیکن جب جواب نہیں آیا تو سر اٹھایا۔

''ارے بختاور تم۔''

''جی میں شکر ہے نظر تو اٹھائی ورنہ ہمیں تو لگا تھا ایسے تکتے تکتے کہیں دم ہی نہ نکل جائے۔''

''ہاہاہا آؤ بیٹھو۔'' دیان نے کمرے میں موجود صوفے کی طرف اشارہ کیا۔لیکن بختاور بیڈ پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی وہ حیران ہوا لیکن کچھ کہا نہیں۔ وہ اس سے آفس اور کام کے متعلق باتیں کرنے لگی جس کا وہ مختصر جواب دے رہا تھا۔

......

عالیہ میز کی دوسری طرف بیٹھی تھی۔ان کی ایک طرف بیٹھے شاہ ذوالفقار صاحب سے باتوں میں مصروف تھے اور دوسری طرف بی بی جان اور زنیرہ بیگم باتیں کر رہی تھیں۔ داجی کا فون آیا تو وہ اٹھ کر کمرے میں چلے گئے۔ عالیہ بی بی جان کی باتوں کا بھی جواب دے رہی تھی لیکن توجہ وشمہ پر تھی جو تھوڑی دیر بعد اپنی کنپٹی دبا رہی تھی۔نوال کا فون بجا تو اس نے فوراً کال کاٹی لیکن امل اور وشمہ کال کرنے والے کا نام پڑھ چکی تھی۔

''اللہ ہمارے سامنے کیسی معصوم بنی ہوتی اور یہ دیکھو ذرا۔'' وشمہ نے آہستہ سے بولتے نوال کو گھورا۔

''نہیں قسم سے کل بات کی تھی اور اب فون آیا ہے اس سے پہلے بات نہیں کی۔''

''نہیں نہیں ہم کیسے مان لیں۔'' امل چیخی تو نوال نے اس کے بازو پر تھپڑ لگایا۔

''سپیکر بند کروا اپنا۔''

''کب سے چل رہا ہے یہ۔'' امل نے تیکھی نظروں سے اسے گھورا۔

''سچ میں کل بات ہوئی تھی وہ بھی بس ولیمے کے سوٹ کے لیے رنگ پوچھ رہے تھے۔''

''اور؟''

''اور بس یہ کہا کہ میں تم سے......''

''اچھا بس امل چھوڑ دیتے ہیں اب پرائیویٹ باتیں کیا سننی۔''

موبائل دوبارہ بجنے لگا تو نوال نے امل اور وشمہ کو دیکھا اس کی شکل دیکھ کر دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''بہت بدتمیز ہو تم دونوں۔''

''ہمارا کیا قصور ہے۔ایسے ڈر رہی ہو جیسے داجی نے دیکھ لیا ہو۔''

''دفع ہو جاؤ۔'' وہ پاؤں پٹخ کر اٹھ گئی تو وہ دونوں ہنسنے لگی۔

”وشمہ دیان تو شام میں ہی آ گیا تھا پھر کہاں ہے۔“

”بی بی جان وہ آفس کا کام کر رہا ہے۔“

”اچھا اور یہ بختاور بھی کب سے نظر نہیں آ رہی۔“ وشمہ نے شال ٹھیک کرتے گردن گھما کر دیکھا پھر بولی۔

”اپنے کمرے میں ہوگی۔“ اس نے آئرہ کو اپنی گود میں لیا۔

”بھابھی! آئرہ کے کپڑے دیکھے آپ نے۔ دیان لایا تھا گل کے ہاتھوں بھیجے تھے میں نے۔“

”نہیں یہ رو رہی تھی اس وقت میں نے ایسے ہی الماری میں رکھ دیے۔“

”اچھا آپ سائز چیک کر لینا۔“

”ٹھیک ہے میں دیکھتی ہوں۔“

”میرب بچے! رات بہت ہوگئی ہے سردی بھی بڑھ رہی اس کو اندر لے جاؤ۔“

”جی اچھا۔“ وشمہ نے آئرہ میرب کی طرف بڑھا دی اور خود بھی اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اس کے قدم وہی تھم گئے۔ بختاور نے دیان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ اس نے غصے سے مٹّھیاں بھینچیں۔ دیان پہلے ہی اچانک بختاور کے ہاتھ رکھنے پر بوکھلایا ہوا تھا اوپر سے سامنے وشمہ کا لال چہرہ دیکھ کر وہ سٹپٹا گیا۔ بختاور نے قدموں کی چاپ سنتے ہی اپنا ہاتھ دیان کے ہاتھ پر جان بوجھ کر رکھا تھا۔

”کیا ہوا بختاور! نقاہت محسوس کر رہی ہو جو اپنے بھائی کے سہارے کی ضرورت پڑ گئی۔“ وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

”دیان میرا بھائی نہیں ہے۔“

”آئی نو بھائی نہیں ہے پر بھائی جیسا تو ہے نا۔“

”میں چلتی ہوں شب بخیر دیان۔“ وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

”ایک منٹ بختاور۔“ وشمہ کا صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ دیان کو آنکھوں ہی آنکھوں میں گھورتے ہوئے وہ اس کی طرف مڑی۔

”بولو۔“

”تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو۔“

”کھل کر کہو۔“

”میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ چاہے بہن ہو کزن ہو یا دوست۔ بیڈروم صرف میاں بیوی کا ہوتا ہے جو کہ ان کا ذاتی ہوتا ہے جس میں کسی باہر والے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ سمجھ تو گئی ہو گی اب تم جا سکتی ہو۔“ پہلے ہی سر میں درد تھا اور اب تو درد اور شدت اختیار کر چکا تھا۔ بختاور نے غصے سے دیان کو دیکھا اور پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

دیان اٹھ کر اس کے سامنے آیا۔

”یہ کیا طریقہ تھا وشمہ؟“

”ایسوں کے لیے یہی طریقہ اپنانا پڑتا ہے اور تم مجھے بول رہے ہو تم اسے منع کر سکتے تھے۔“

”یہی بات آرام سے بھی کی جا سکتی تھی۔“

”نہیں، میں ایسے ہی بولوں گی جب جب وہ اپنی لیمٹس کراس کرے گی۔ میں ایسے ہی بولوں گی اور تم بھی غور سے میری بات سن لو۔ مجھے کمرے میں کوئی تیسرا نہیں برداشت۔“ غصے سے بول کر اس نے دروازہ کھولا۔

”کہاں جا رہی ہو؟“

”جہنم میں جا رہی ہوں۔“

دیان نے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”کیا کروں میں۔ غصے میں آپے سے باہر کیوں ہو جاتی ہے یہ کچھ دیر اکیلا چھوڑنے میں ہی بہتری ہے۔“

❋......❋......❋

وہ حویلی کے پچھلے حصے میں آ گئی اور جھولے پر بیٹھ گئی۔ سردی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ ہلکی ہلکی دھند چاروں طرف چھا رہی تھی۔

”اس بختاور کو تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔“ غصہ کسی قیمت پر کم نہیں ہو رہا تھا۔ دس منٹ ہی گزرے تھے کہ نظروں کی تپش پر اس نے سر اٹھا کر اپنے کمرے کی بالکنی میں دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے دائیں جانب دیکھا۔ وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ اٹھ کر جانے لگی تبھی کوئی چیز پیچھے گری وہ ڈر کر پلٹی۔

ایک سفید شرٹ تھی۔اس نے جھک کر ڈرتے ڈرتے وہ اٹھائی اور اسے سیدھا کیا۔آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔وہ دیان کی شرٹ تھی۔پورا جسم کانپنے لگا۔شرٹ پر خون کے دھبے تھے اور لال رنگ سے ہی ''Dead'' لکھا ہوا تھا۔اس نے جھٹکے سے شرٹ پھینکی۔وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن آواز گلے میں ہی دب رہی تھی۔ پورا جسم کانپ رہا تھا۔وہ بمشکل مڑی۔ہاتھ گلے پر رکھا اور پوری قوت لگا کر چیخی۔

''دیاااااان۔''

سر چکرا رہا تھا۔وہ بالکنی کی سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھانے لگی۔پیچھے آہٹ ہوئی لیکن وہ نہیں پلٹی۔

''دیاااان۔''وہ دوبارہ چیخی۔گال آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔دیان ٹیرس پر آیا اور نیچے جھانکا۔

''وشمہ! کیا ہوا؟''

اس کی آواز سنتے ہی وہ روتے ہوئے گھٹنوں کے بل گر گئی۔دیان فوراً نیچے بھاگا۔

''وشمہ۔''اس نے وشمہ کو سینے سے لگایا۔وشمہ نے زور سے اس کی شرٹ مٹھیوں میں بھینچ لی۔رونا شدت اختیار کر چکا تھا۔

''وشمہ کیا ہوا ہے۔''

''دیان۔''

''پلیز وشمہ، ایسے مت رو میرا دل بند ہو جائے گا۔پلیز چپ کرو مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔''اس نے وشمہ کا چہرہ تھاما لیکن وہ آنکھیں بند کیے مسلسل روئے جا رہی تھی پھر جھٹکے سے اس کے سینے سے لگ گئی۔

''چپ بالکل چپ۔مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے میری وجہ سے رو رہی ہو۔آئندہ کبھی بختاور میرے پاس بھی نہیں آئے گی۔آئی پرامس، میں بھی کبھی اس کے پاس نہیں جاؤں گا لیکن پلیز چپ کر جاؤ۔''وہ مسلسل اس کے بال چہرے سے ہٹا کر سر تھپک رہا تھا وشمہ نے سر اٹھایا۔

''وہ۔''

''ہاں بتاؤ کیا ہوا ہے۔''

''وہ وہاں۔''اس نے پیچھے اشارہ کیا دیان نے پیچھے دیکھا۔

”کیا ہے وہاں۔“

”شرٹ۔تمہاری شرٹ ہے۔“

”میری شرٹ، اچھا میں دیکھتا ہوں تم چپ کرو۔“ وہ اٹھ کر پیچھے گیا۔ چاروں طرف دیکھا لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔

”وشمہ! وہاں کچھ نہیں ہے۔“ اس نے واپس آ کر وشمہ کو کھڑا کیا۔

”میں نے دیکھا ہے۔“ وہ جھولے کی طرف گئی۔

”میں نے دیکھا تھا دیان، وہ یہی تھی اس پر خون لگا تھا میں سچ کہہ رہی ہوں۔“

”اچھا اچھا ریلیکس چلو کمرے میں۔“ وہ اسے کندھوں سے تھامے اوپر لایا۔ وشمہ نے گردن موڑ کر نیچے دیکھا جہاں دھند اور اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پھر دونوں اندر چلے گئے تبھی دھند میں ایک وجود واضح ہوا جس کی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

دیان نے اسے پانی پلا کر گلاس ٹیبل پر رکھا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے ایسے کہ اس کا ٹھنڈا ہاتھ اس کے گرم ہاتھوں میں دب گیا۔

”ریلیکس وشمہ، کچھ نہیں ہوا۔“

وشمہ نے اپنی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر دیکھے گئی۔ دیان نے اس کی گال پر ہاتھ رکھا اس کا رنگ پیلا پڑ رہا تھا۔ آنکھیں رونے کے باعث لال اور سوج گئی تھیں۔ اسے دکھ ہوا۔

”آرام کرو وشمہ، تمہاری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔“ دیان نے اٹھ کر آہستہ سے اسے لٹایا۔ وہ بغیر کچھ کہے لیٹ گئی تو دیان نے کمبل ٹھیک سے اس کے اوپر ڈالا پھر سائڈ لیمپ کی روشنی مدھم کر کے اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گیا۔ وشمہ نے اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپا دیا۔ دیان آہستہ آہستہ اس کے بال سہلانے لگا۔

....

سورج کی روشنی پورے شہر کو روشن کر رہی تھی۔ پہاڑوں پر جمی برف سورج کی کرنوں سے چمک رہی تھی۔ یہ گماں ہوتا تھا جیسے برف پر ہیرے پھینک رکھے ہوں لیکن دیان کا کمرا ابھی بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس

نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔سر بھاری ہو رہا تھا۔جیسے ہی ذہن بیدار ہوا اسے احساس ہوا اس کا سر دیان کے سینے پر ہے۔اس نے آہستہ سے اپنا سر اٹھایا۔دیان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے اپنی نظریں جھکائیں اور سر اپنے تکیے پر رکھا اٹھنے کی ابھی ہمت نہیں تھی۔

''اب کیسی طبیعت ہے؟'' دیان نے آہستہ سے اس کے بال چہرے سے ہٹائے۔

''ٹائم کیا ہو رہا ہے؟''

''گیارہ۔''

''کیا۔'' وہ جھٹکے سے اٹھی۔سر چکرایا۔

''تمہاری میٹنگ تھی نا۔''

''کینسل کر دی۔'' وہ عام سے انداز میں بولا۔وشمہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔وہ واحد شخص تھا جو اس کے لیے ہر نقصان اٹھا سکتا تھا۔

''تم۔تم نے اتنی اہم میٹنگ کینسل کر دی۔کیوں؟''۔

''کیونکہ تم سے بڑھ کر میرے لیے کچھ نہیں ہے۔طبیعت ٹھیک ہے اب؟'' وہ الماری کھولتے ہوئے پلٹ کر پوچھنے لگا۔

''ٹھیک ہوں۔'' آہستہ سے کہا۔

''ڈل لگ رہی ہو۔ایسا کرو اٹھ کر فریش ہو جاؤ پھر ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔''

''نہیں میں ٹھیک ہوں، اتنا کام ہے کل کے فنکشن کی تیاری بھی کرنی ہے۔''

''سب ہو جائے گا۔تم آرام کرو میں مورے کو کہہ دیتا ہوں وہ ناشتہ کمرے میں بھجوا دیں گی۔مجھے ابھی کام سے جانا ہے شام میں جلدی آ جاؤں گا۔''

وشمہ نے سر ہلا کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی۔

❁......❁......❁

دروازے پر دستک ہوئی تو آغا جان نے سر اٹھایا۔

”آؤ عمر۔“

”آغا جان! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔“ وہ ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولے۔

”ہاں کہو۔“ آغا جان نے اخبار میز پر رکھا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

”آغا جان! ایک عرصے سے ناراضگی چلتی آ رہی ہے جو غلطی میں نے کی اس کی سزا ہر ایک فرد برداشت کر رہا ہے۔ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ نہ میں پلوشہ سے شادی کے لیے انکار کرتا نہ آج یہ حالات پیدا ہوتے۔“ ان کی آواز بھیگ گئی۔

”عمر اب کیا چاہتے ہو؟“

”آغا جان! آپ کچھ کریں اسفند ارحم کو لینے گیا ہے کہہ رہا تھا دو دن تک آ جائے گا۔ ارحم کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا پچھلے مہینے۔ وہ تو شکر ہے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔“

”کیا؟“ آغا جان کو جھٹکا لگا۔

”وہ جس تکلیف میں ہے ہم سب جانتے ہیں۔ اس گھر کی پوتی کو کسی نے نہیں دیکھا۔ آمنہ کی بات ہوئی تھی عالیہ سے، وہ بتا رہی تھیں میرب کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ کوئی حل نکالیں آغا جان۔ میں اپنے بچوں کو ایسے نہیں دیکھ سکتا۔ داجی سے بات کریں۔“

آغا جان سر ہلا کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

⁂......⁂......⁂

ہاتھوں میں کاغذ تھامے وہ نم آنکھوں سے اس پر لکھے لفظ پڑھ رہی تھی۔ لندن میں موجود گھر اس کی پھپھو نے بکوا دیا کیونکہ وہ دوسرے ملک شفٹ ہو رہی تھی۔ دو ہفتے پہلے ہی انہوں نے پلوشہ کا کچھ سامان جو وہاں تھا میرب کو بھجوا دیا۔ اپنی ماں کی چیزیں دیکھ کر وہ بہت روئی تبھی پرانی تصویروں میں اسے یہ کاغذ ملا۔ ہفتے سے وہ ہر روز وہ الفاظ پڑھتی اب تو اسے حفظ ہو گئے تھے۔ دستک پر اس نے فوراً کاغذ تکیے کے نیچے کیا اور آنسو صاف کیے۔

”کیا کر رہی ہیں۔ نوال کے کمرے میں آ جاتیں ہم سب وہی بیٹھے تھے۔“

وشمہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھی۔

"ابھی سوئی ہے یہ۔" میرب نے آئرہ کا کمبل ٹھیک کیا۔

"آپ ٹھیک ہیں بھابھی۔"

"ہاں، کیوں کیا ہوا ویسے یہ مجھے تم سے پوچھنا چاہیے کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ اتنی کمزور لگنے لگی ہو اور کچھ دنوں سے دیکھ رہی ہوں تم پریشان پریشان اور چپ چپ رہنے لگی ہو۔"

"نہیں نہیں بالکل نہیں۔ میں تو ویسی ہی ہوں جیسے پہلے تھی ہاں البتہ میگی کم کر دی ہے۔ وہ بھی ماما نے کی ہے۔" اس نے منہ بنایا تو میرب ہنسی۔

"صحیح کیا پھپھو جان نے۔"

"ہااا۔ آپ تو ایسا مت کہیں۔"

"چلیں یہ تو سو رہی ہے آپ آجائیں نوال کے کمرے میں۔ میں دیان کو دیکھ لوں پھر وہیں آتی ہوں۔" وہ اٹھ گئی۔

"کچھ دیر تک آتی ہوں۔" وشمہ چلی گئی تو وہ آئرہ کے گرد کشن رکھ کر اٹھی تبھی نظر وشمہ کے موبائل پر پڑی۔

"یہیں چھوڑ گئی۔" وہ موبائل اٹھا کر اس کے کمرے کی جانب بڑھی۔

وشمہ تیزی سے اپنے کمرے میں آئی۔ دیان فریش ہو کر واش روم سے نکل رہا تھا۔ بلیک ٹراؤزر پر آسمانی رنگ کی ٹی شرٹ پہنے اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"دیان! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" سپاٹ انداز میں کہا۔

"ہاں کہو۔"

"داجی سے بات کرو میرب بھابھی کی۔"

"وشمہ میں کیا بات کروں تمہیں داجی کا پتا ہے۔"

"دیان! تم انہیں صحیح غلط بتاؤ، بتاؤ انہیں کہ وہ غلط کر رہے ہیں۔"

ہلکا سا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرب باہر ہی رک گئی۔ پھر بعد میں دینے کا سوچ کر مڑی ہی تھی کہ وشمہ کی بات پر

قدم تھم گئے۔

''تمہاری نظر میں جو انہوں نے ارحم لالہ کے ساتھ کیا وہ ٹھیک ہے؟ کسی شوہر کو اتنا مجبور کر دینا کیا صحیح ہے؟ یہ بات داجی جانتے تھے کہ لالہ بھابھی کو کبھی طلاق نہیں دیں گے اس لیے انہوں نے جان کران سے سائن لیے۔''

''دیان! کیا ایک باپ کو بیٹی سے دور رکھنا ظلم نہیں ہے؟'' یہ بولتے اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔ آنکھیں بھیگ گئیں۔ دیان آگے بڑھا۔

''لالہ داجی کی دھمکی کی وجہ سے کبھی بھابھی کو لینے نہیں آسکیں گے لیکن تم کچھ کرو دیان۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ میں نہیں دیکھ سکتی یہ سب کچھ۔'' اس نے اپنے ہاتھ جوڑے جو دیان نے فوراً پکڑ لیے پھر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا تبھی اچانک دروازہ کھلا۔ دونوں دروازے کی طرف مڑے۔ میرب نم آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''تم دیان سے کچھ مت کہو وشمہ، اب جو بھی کرنا ہے مجھے ہی کرنا ہے۔ مجھے اپنے لیے خود لڑنا ہے۔'' اس نے موبائل بیڈ پر رکھا اور پلٹ گئی۔ اس کا رخ نیچے لاؤنج میں داجی کی طرف تھا۔ وشمہ اور دیان بھی اس کے پیچھے نیچے آئے۔ سب شام کی چائے کے لیے ایک ساتھ بیٹھے تھے۔

''داجی۔'' میرب کی آواز اور انداز پر سب چونکے۔

''میرب کیا بات ہے۔''

''آپ نے ارحم کو کیا کہا ہے؟'' وہ کھڑے ہوئے۔ باقی سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو گئے۔ عالیہ نے پہلے شاہ کی طرف پھر وشمہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''میرب۔''

''میں پوچھ رہی ہوں داجی، آپ نے ارحم کو کیا بول کر مجھ سے دور کیا ہے۔'' اب کی بار آواز اونچی ہوئی بختاور بھی پیچھے ہی امل اور نوال کے ساتھ کھڑی تھی۔

''یہی کہ جب اس نے تم سے یا آئرہ سے ملنے کی کوشش کی تمہاری قانونی طور پر علیحدگی کروا دوں گا۔''

''کس حق سے آپ نے ارحم سے یہ سب بولا آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ ہماری زندگیوں کا فیصلہ

کریں۔ میں اتنے دن چپ رہی صرف اس لیے کہ میں دل سے آپ کی عزت کرتی ہوں۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ آپ نے ارحم کو اتنا مجبور کیا ہے ان کو اتنی تکلیف میں رکھا ہے تو میں ایک دن بھی اس حویلی میں نہ رہتی۔ میرے لیے ارحم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔"

"میرب! یہ تم کیسے بات کر رہی ہو۔ نانا ہوں میں تمہارا۔" اب کی بار وہ غصے سے بولے۔

"نہیں ہیں آپ میرے نانا، کوئی رشتہ نہیں ہے آپ کا میرا۔ ایک دن بھی آپ نے میرا حال پوچھا میرے کمرے میں جھانک کر دیکھا کہ میں کیسی ہوں آپ نے تو پہلی بار دیکھ کر بھی مجھے اپنے سینے سے نہیں لگایا۔ آئے اور بس اپنا فیصلہ سنا دیا۔ آپ نے ایک بار بھی آئرہ کو اپنی گود میں لیا، دیکھا اسے کہ وہ کیسی ہے؟ آپ اتنے سنگ دل کیسے ہو سکتے ہیں۔ آپ بھی تو ایک بیٹی کے باپ تھے۔ کیا بیٹی کی جدائی بھی دل نہیں دکھاتی۔"

داجی کی آنکھوں کے آگے دھند آئی۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا دیا۔ سب کی آنکھیں نم تھیں۔

"کیسے دکھے گا آپ کا دل۔ آپ تو وہ ہیں جس نے مڑ کر بیٹی کو پوچھا بھی نہیں کہ سات سمندر پار۔ وہ کیسی ہے آپ نے وشمہ کو شاہ ماموں سے دور رکھا۔ آپ اب آئرہ کو ارحم سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ داجی یہ ظلم ہے۔ یہ غلط ہے خدا کے لیے رحم کریں۔ مجھ پر میرا ارحم کے سوا کوئی نہیں ہے میں بن ماں باپ کی بچی ہوں۔" اس نے سسکتے ہوئے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے پھر اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ اس کی آخری بات سنتے ہی داجی کی آنکھ سے آنسو بہا۔ وہ وہیں صوفے پر ڈھے گئے۔ کسی نے آئینہ سامنے رکھ دیا تھا۔

"دیکھو وقاص خان دیکھو، تمہارے اپنے اتنی تکلیف میں ہیں اور ان کی تکلیف کی وجہ صرف تم ہو۔" ان کے لب ہلکے سے ہلے۔ پلوشہ۔ آنکھوں کے سامنے پلوشہ کا مسکراتا چہرہ آیا۔ اس کے ہاتھوں میں کھنکتی چوڑیاں۔ وقاص خان تم تو وہ ہو جو بیٹی کے آخری سفر پر بھی اس کے پاس نہیں تھے۔ ایسا ہوتا ہے باپ جو اپنی اولاد کو تکلیف دیتا ہے۔ انہوں نے خالی خالی نظروں سے شاہ کی طرف دیکھا جو وشمہ کو گلے لگائے کھڑے تھے دل کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔

میرب کمرے میں آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ تکیے کے نیچے سے کاغذ نکالا اور اسے چومنے لگی۔

"آئی مس یو ماما، آپ کیوں مجھے چھوڑ گئیں۔ پلیز واپس آجائیں مجھے گلے سے لگا لیں آپ کی میرب بہت

اکیلی ہوگئی ہے ماما پلیز آجائیں پاپا پلیز آجائیں۔" وہ لگاتار روتے ہوئے بول رہی تھی۔اب اس کے ساتھ آئرہ کا رونا بھی شامل تھا۔

گہری ہوتی رات ہر سو چھا رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلا۔کوئی چلتا ہوا آیا اور بیڈ پر لیٹی روتی ہوئی۔آئرہ کو اٹھایا گود میں اٹھانے سے وہ چپ ہوگئی۔میرب نیچے بیڈ کے ساتھ منہ گھٹنوں میں چھپائے بیٹھی تھی۔

"یہ تو اپنے باپ پر گئی ہے۔"

آواز پر میرب نے جھٹکے سے سر اٹھایا اور کھڑی ہوئی۔داجی آئرہ کو اٹھائے بیڈ پر بیٹھے تھے۔آئرہ رونا بھول کر اب اپنے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی۔داجی نے سر اٹھا کر میرب کی طرف دیکھا۔وہ حیرت سے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

"ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔"

وہ آہستہ سے ان کے پاس آکر بیٹھی۔داجی نے آئرہ کو بیڈ پر لٹا کر میرب کے ہاتھ سے کاغذ پکڑا اور پڑھنے لگے۔وہ پلوشہ کی لکھائی تھی اتنے سالوں بعد بھی وہ پہچان گئے تھے۔

"آغا جان! میں آپ سے ناراض ہوں لیکن آپ کون سا مجھے منائیں گے۔میری شادی کو اتنے سال ہونے کو آئے میں نے ان سالوں میں صرف تین دفعہ آپ سے بات کی وہ بھی صرف چند منٹوں کے لیے آپ کو تب بھی پتا نہیں چلا کہ میں آپ سے ناراض ہوں۔آپ نے ایک بار بھی میرب کے بارے میں نہیں پوچھا۔وہ کیسی ہے،کس پر گئی ہے وہ مجھ پر گئی ہے داجی۔میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں۔آپ شاہ لالہ کے ساتھ بہت غلط کر رہے ہیں داجی۔قسمت تو اللہ لکھتے ہیں نہ آپ۔خود سوچیں اگر میری عمر سے شادی ہوجاتی تو کیا میں خوش رہ سکتی۔عمر کے دل میں تو کوئی اور تھی۔جبکہ اللہ نے تو مجھے اسے سونپنا تھا جس کے دل میں صرف میں ہوں داجی۔میں بہت خوش ہوں۔مجھے اتنی محبت کرنے والا شوہر ملا ہے۔میری زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے پھر کیوں شاہ لالہ اور عالیہ کے ساتھ یہ ظلم۔میں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی کیونکہ پہلے میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں مجھے پتا چلا ہے شاہ لالہ کی بیٹی بھی ہے میرب جتنی ہی ہے۔حویلی میں کسی کو اس بات کا علم نہیں ہے داجی ایسا مت کریں اس بچی کا سوچیں پوتی ہے وہ آپ کی۔میں تب تک آپ سے ناراض رہوں گی جب تک آپ دل

سے عالیہ کو اور اس کی بیٹی کو حویلی واپس نہیں لے آتے اور میں۔" الفاظ ادھورے رہ گئے۔ باتیں ادھوری رہ گئیں۔ سفر ختم ہو گیا۔ ایسا ہی تو ہوتا ہے پتا بھی نہیں چلتا اور زندگی کا سفر ختم ہو جاتا ہے۔ کاغذ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا جسے میرب نے اٹھایا۔ داجی کے گال آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے۔

"اتنی جلدی کیوں مجھے چھوڑ گئی پلوشہ۔" انہوں نے میرب کو اپنے ساتھ لگایا تو وہ رونے لگی۔

"میری بچی مجھے معاف کر دو مجھے معاف کر دو۔"

کچھ دیر بعد وہ ان سے الگ ہوئی تو داجی بولے۔

"اپنا سامان باندھ لو۔"

میرب نے سر اٹھایا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو ارحم کے پاس نہیں جانا۔"

میرب کی آنکھوں میں پہلے حیرت ابھری پھر وہ داجی کے گلے لگ گئی۔

"میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں داجی۔ مجھے معاف کر دیں میں نے آپ سے بہت بدتمیزی سے بات کی مجھے معاف کر دیں۔"

"اگر آج تم مجھے نہ جھنجوڑتی تو میرا ضمیر کبھی نہ جاگتا۔ مجھے کبھی معلوم ہی نہیں ہوتا کہ میں کتنا غلط کر رہا ہوں بیٹا! کبھی اپنے آپ کو اکیلا مت سمجھنا تمہارا نانا ابھی زندہ ہے یہ تمہارا گھر ہے تم بالکل اکیلی نہیں ہو۔"

کمرے کے باہر کھڑی وشمہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔ گال بھیگ رہے تھے۔ دیان نے ہلکے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔

"اب سب ٹھیک ہو گیا ہے۔" وشمہ نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

......

آغا جان حویلی میں اس وقت رات کا کھانا چل رہا تھا۔

"آغا جان! میں وشہ آپی سے ملنے چلی جاؤں کل۔"

"ہم وہاں نہیں جا سکتے رمشا۔"

''کیوں بابا میں نے تو کوئی لڑائی نہیں کی ہوئی۔ ان سے پھر میں کیوں نہیں جا سکتی مجھے وشہ آپی بہت یاد آ رہی ہیں۔'' آغا جان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''رمشا! نیا سمسٹر شروع ہونے والا ہے نہ اس پر توجہ دو۔'' عمر خان سنجیدگی سے بولے تو وہ چپ ہو گئی۔

''وشمہ کو ادھر بلا لیتے ہیں۔'' آمنہ بیگم نے کہا۔

''وقاص آنے دے گا؟'' بی جی نے افسوس سے کہا۔

''مجھے ویسے بھی اس سے بات کرنی ہے۔'' آغا جان کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

''آغا جان۔'' تبھی عقیل نے دروازے پر رک کر آواز دی۔

''ہاں بولو عقیل۔''

''وقاص خان آئے ہیں۔''

''کیا۔'' آغا جان اپنی کرسی سے اٹھے۔ باقی سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو گئے۔

''اندر لے آؤ۔'' آغا جان بول کر لاؤنج کی جانب بڑھ گئے۔ داجی، شاہ اور عالیہ کے ساتھ وشمہ اور میرب کو دیکھ کر سب کی آنکھیں چمکیں۔

''السلام علیکم آغا جی۔'' وشمہ بھاگ کر آغا جان کے گلے لگ گئی۔

''کیسی ہے میری جان۔'' آمنہ بیگم میرب کی جانب بڑھنے لگی لیکن داجی کو دیکھ کر رک گئی۔ میرب نے داجی کی طرف دیکھا تو انہوں نے اس کو آگے جانے کا اشارہ کیا۔ بس پھر کیا تھا وہ آمنہ بیگم کے گلے لگ گئی۔ آئرہ کسمسائی۔

''لاؤ میرب دکھاؤ تو کیسی ہے میری پوتی۔'' انہوں نے نم آنکھوں سے آئرہ کو اٹھایا اور اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ بھی پوری آنکھیں کھولے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''میری بچی میرے ارحم کی بیٹی۔'' انہوں نے آئرہ کو شفقت سے چوما۔ باری باری سب نے اس کو اٹھا کر پیار کیا۔ آغا جان نے شاہ اور داجی کو بیٹھنے کا کہا تو وہ ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔ آمنہ بیگم نازو کو چائے کا کہنے چلی گئیں جبکہ رمشا آئرہ کو اٹھا کر وشمہ کے ساتھ اوپر چلی گئی۔ دونوں طرف باتوں کو ترتیب ہی دیا جا رہا تھا لیکن لب جامد تھے۔ آخر شاہ نے گلا کھنکارا تو داجی نے نظر اٹھا کر پہلے شاہ کو دیکھا پھر آغا جان کو جو لب بھینچے پہل

کرنے کی سوچ رہے تھے۔

”میں یہ کہنا چاہتا۔“ یہ الفاظ دونوں کی زبان سے بیک وقت ادا ہوئے۔آغا جان مسکرائے تو داجی نے بھی مسکرا کر انکی طرف دیکھا۔برسوں بعد دونوں دوست ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے تھے۔

”وقاص!اتنے سالوں کی چلتی ناراضگی کو اب ختم کردینا چاہیے۔انا اور اکڑ میں نقصان صرف ہمارے بچوں کا ہورہا ہے جو ہو چکا ہے وہ اب بدلہ نہیں جاسکتا میں۔مانتا ہوں عمر نے غلط کیا میں نے معافی بھی مانگی لیکن پھر بھی عالیہ نے بیگناہ ہوتے ہوئے بھی سزا بھگتی۔اب بس کردینا چاہیے میری نواسی تمہاری گھر کی بہو ہے۔تمہاری نواسی میرے گھر کی بہو ہے۔ان رشتوں کو مضبوط بنانے کے لیے ہمیں ان ناراضگیوں کو ختم کردینا چاہیے۔“ آغا جان نہایت تحمل اور بردباری سے کہہ رہے تھے۔

”ٹھیک کہہ رہے ہو آغا،آج میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔آج مجھے یہ احساس ہورہا ہے کہ میں بہت غلط کرچکا ہوں۔اپنے بچوں کے ساتھ اپنی انا میں،میں بہت کچھ گنوا چکا ہوں۔میری بیٹی مجھ سے ناراض ہوکر اس دنیا سے چلی گئی۔اپنی پوتی کو باپ سے دور رکھا۔میں بہت سارے لوگوں کا گناہ گار ہوں۔سب سے بڑھ کر شاہ اور عالیہ کا۔“ داجی کی آواز بھیگ گئی۔شاہ نے ان کا ہاتھ دبایا۔عالیہ کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔

”آغا!تم ارحم کو بلاؤ۔“ داجی نے سامنے دیوار پر لگی ارحم اور آغاجی کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ دو مہینے سے گھر نہیں آیا۔“

میرب نے چونک کر سر اٹھایا۔

”اسفندا سے لینے گیا ہے کل تک آجائے گا۔“ عمر خان نے بتایا۔

”اچھا یہ ارحم کی امانت میں آپ لوگوں کے حوالے کرتا ہوں۔“ داجی اٹھ کر میرب کے پاس آئے۔”مجھے کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی میری نواسی کا بہت خیال رکھنا۔“ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”بےفکر رہو میرب بہو نہیں بیٹی ہے میری۔“ آغا جان نے آگے بڑھ کر داجی کو گلے لگایا۔عمر خان بھی معافی مانگ کر داجی اور شاہ سے گلے ملے۔پرانے یار جن کی یاری کی مثال دی جاتی تھی پھر سے ایک ہوگئے۔وشمہ جو رمشا کے ساتھ نیچے آرہی تھی،نم آنکھوں سے مسکرائی اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ سب ناراضگیاں سب

رنجشیں، تکلیفیں ختم ہو گئیں لیکن کون جانے آگے کیا ہونے والا ہے۔ تقدیر دور سے مسکرا کر ان کو دیکھ رہی تھی کہ یہ کیا جانے آگے کیا ہونے والا ہے خوشیوں کو دوبارہ کیسے نظر لگنی ہے اور کیا یہ نظر اتر جائے گی یا خوشیاں ہمیشہ کے لئے روٹھ جائینگی۔

''کل نوال کی شادی کی تقریبات شروع ہو رہی ہیں تو آپ سب ضرور آیئے گا۔''

''ضرور انشاءاللہ۔''

''میں رمشا کو ساتھ لے جاؤں؟'' وشمہ نے آغا جان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''کل نوال کا مایوں اور ڈھولکی ہے، ہم سب بہت مزا کریں گے پلیز ممانی جان رمشا کو میرے ساتھ بھیج دیں۔''

''نہیں وشہ آپی۔'' رمشا ہچکچائی۔

''آجاؤ بیٹا سب لڑکیاں ہوں گی تو حویلی میں رونق لگ جائے گی۔'' داجی نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ مان گئی۔ پھر سب سے الوداعی کلمات کہہ کر وہ میرب کے پاس آئے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی اور جھک کر آئرہ کو پیار کیا۔

''آغا جان آپ کل آئیں گے نا۔'' وشمہ آغا جان کے سینے پر سر رکھے پوچھ رہی تھی۔

''انشاءاللہ ضرور۔''

''اوکے میں آپ کا انتظار کروں گی۔''

رمشا اپنا سامان لے آئی تو وہ باہر کی جانب بڑھ گئے۔

آج نوال کی مایوں کا دن تھا۔ وقاص خان حویلی کا گوشہ گوشہ نور بنا ہوا تھا۔ خوبصورت روشنیوں سے در و دیوار سج چکے تھے۔ اس کے علاوہ لان میں لگے درختوں اور پودوں کی شاخوں پر بھی سجاوٹ کی گئی تھی۔ حویلی کے اندر چاروں سو گلاب، چنبیلی اور موتیے کے پھولوں کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ سمندر خان کیمرہ پکڑے پوری حویلی کی تصویریں اور ویڈیو بنا رہا تھا۔ ڈھولک اور تالیوں کی گونج میں قہقہے بکھر رہے تھے۔ امل کے ساتھ مل کر نوال کو تیار کر کے وشمہ کچھ دیر پہلے ہی رمشا کے کمرے میں آئی تھی۔ اس نے پستے رنگ کا سوٹ زیب تن کر رکھا

تھا جس پر نفاست سے تِلے کا کام کیا گیا تھا۔ یہ سوٹ زنیرہ بی بی نے پسند کیا تھا۔اس نے جلدی سے بال بنا کر دوپٹہ کندھے پر رکھا ہلکے سے میک نے اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔

''رمی! میں نے ڈریسنگ میں اپنا جیولری سیٹ رکھا ہے پلیز پکڑانا۔'' وہ چوڑیاں پہنتے ہوئے بولی۔

''ایک منٹ وشہ آپی میں دیکھتی ہوں۔'' وہ ڈریسنگ روم سے ہی بولی۔تبھی دروازہ کھلا تو وشمہ پلٹی سامنے۔ کف کہنیوں تک موڑے بال ہلکے سے بکھرے ہوئے پریشانی کی حالت میں دیان کھڑا تھا۔

''شکر ہے ملی تو۔'' وہ اس کے پاس آیا۔

''کب سے ڈھونڈتا پھر رہا ہوں ایسے بھی کوئی کرتا ہے بھلا اپنے شوہر کو ہی بھول گئی۔''

''کیا ہوا ہے۔میں اپنا سامان ادھر لے آئی تھی تا کہ رمشا کے ساتھ مل کر تیار ہو جاؤں اور ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئے مہمان آ گئے ہوئے ہیں۔'' وہ بال کان کے پیچھے کرتے ہوئے بولی۔ دیان نے مسکرا کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' وشمہ نے اسے گھور کر آنکھوں سے پیچھے اشارہ کیا تو وہ نا سمجھی سے پلٹا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سیدھا ہوا اور بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''میں تیار ہو کر آتا ہوں۔'' کہتے ہی وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔رمشا مسکراتے ہوئے وشمہ کے پاس آئی۔

''پرفیکٹ کپل ماشاءاللہ۔''

وشمہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''ایک بات تو بتائیں وشہ آپی۔''

دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے شور کمرے میں آ رہا تھا۔

''پوچھو۔''

''آپ کی اور دیان لالہ کی لو میرج ہے نا۔''

وشمہ چونکی پھر مسکرائی۔

''تمہیں ایسا کیوں لگا۔''

”ارینج تو نہیں لگتی تو کیا محبت نہیں ہے۔“

ڈھولک کی آواز اونچی ہو گئی تھی۔

”نہیں۔“

”مجھے سب بتائیں وشہ آپی کیسے ہوئی پھر آپ کی شادی میں تو بس انجوائے کرنے میں تھی۔ چلیں جلدی جلدی بتائیں۔“

”دیان اور میری ملاقات جنگل میں ہوئی تھی۔“

”جنگل میں۔“

”اُفف رمی، یہ بہت لمبی کہانی ہے۔“

”مجھے بتائیں پلیز اچھا شارٹ کر کے بتائیں۔“

”اچھا اچھا، تو سنو مجھے نہیں پتا تھا کہ دیان میرا کزن ہے۔ حویلی میں جو کچھ ہوا تم جانتی ہی ہو۔ میرب بھابھی ارحم لالہ کا الگ ہونا اور باقی سب انہی دنوں ماما نے دیان کے رشتے کی بات مجھ سے کی۔ میں نے ہاں کہہ دیا کیونکہ دیان بہت اچھا لڑکا تھا۔ دوسری طرف مجھے داجی پر شدید غصہ تھا کہ انہوں نے اپنی انا اور غرور میں اتنے لوگوں کی زندگیاں خراب کیں۔ انہوں نے مجھے بابا سے دور کیا پھر میں حویلی آ گئی اور مجھے پتا چلا کہ داجی کی جان دیان میں ہے اور دیان کی مجھ میں۔ داجی یہ شادی نہیں کرنا چاہتے تھے انہوں نے مجھے چیلنج کیا تب تک میں اس شادی کے لیے تیار تھی دل سے۔ بغیر کسی وجہ کے تائی جان، بی بی جان سب کی آنکھوں میں اتنی محبت دیکھی تھی میں نے تب پہلی بار میں نے داجی کو چیلنج کیا کہ دیکھتے ہیں آپ کی نفرت جیتے گی یا میری محبت، محبت کا اعتراف تب پہلی بار ہوا تھا یہ میں بھی نہیں جانتی تھی۔“ وہ بول رہی تھی اور رمشا اس کی باتوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

❖......❖......❖

رسم ادا ہو گئی تو کھانے کا دور چلا۔ وشمہ باقی لڑکیوں کے ساتھ نوال کو کمرے میں لے آئی۔

”میں گل کو کہہ کر تم تینوں کا کھانا کمرے میں بھجواتی ہوں۔“ وہ کہہ کر مڑنے ہی لگی تو رمشا نے روکا۔

”وشہ آپی پلیز، بھابھی سے کہنا آئرہ کا فیڈر بھی بھیج دیں۔“ وہ آئرہ کو گود میں اٹھائے سلانے کی کوشش

کررہی تھی۔نوال واش روم میں منہ دھونے چلی گئی جبکہ امل بالوں کو جوڑے میں قید کر کے ریلیکس ہو کر بیٹھی۔

''اچھا میں کہتی ہوں۔''

نیچے آ کر اس نے گل کو کھانے کا کہا اور خود چائے بنانے لگی۔

''وشہ!'' دیان اس کو آوازیں دیتا کچن میں آ گیا۔

''میں چائے بنا رہی ہوں، بنا رہی ہوں، بنا رہی ہوں۔''

مہرون کرتے کے ساتھ کالی شلوار پہنے کف ہمیشہ کی طرح کہنیوں تک موڑ رکھے تھے۔دائیں ہاتھ میں قیمتی گھڑی پہنے وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔گل کھانا لیے کچن سے نکل گئی۔

''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہی کہنے آ رہا تھا۔'' اس نے ہاتھ سینے پر باندھ کر شیلف کے ساتھ ٹیک لگائی۔

''بس مجھے پتا تھا۔'' اس نے دیان کا ایک گال کھینچا پھر کپ لینے دوسری جانب بڑھ گئی۔

''تم نے مجھے بتایا ہی نہیں کیسا لگ رہا ہوں۔''

''ہاں ویسے آج تعریف بنتی ہے پیارے لگ رہے ہو۔''

''ہاں ہاں مجھے پتا ہے۔'' وہ ایک ادا سے بولتا اپنا کالر جھاڑنے لگا۔وشہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

''یہ پکڑو اپنی چائے اور جاؤ یہاں سے۔'' وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

''کھانا کھا لیا ہے؟''

''نہیں بعد میں کھا لوں گی۔''

''پہلے کھانا کھاؤ صبح سے کاموں میں لگی ہوئی ہو۔''

''اچھا نا کھا لوں گی چلو باہر۔'' وہ جانے لگی تو دیان نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا۔

''میں بھول ہی گیا۔''

''کیا؟''

''ایک چیز لایا تھا تمہارے لیے کمرے میں چلو۔''

''تم چائے پی لو پھر آتی ہوں ابھی تھوڑا سا کام ہے۔''

"جلدی آنا۔"

"اچھا تم چلو میں آتی ہوں۔"

"مہندی لگوانا لازمی۔" دیان نے اس کے ہاتھ لبوں سے لگائے۔

"اچھاااا۔اب تم جاؤ۔" وشمہ کچن سے نکل کر عالیہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔باہر بیٹھی بختاور نے پہلے اسے دیکھا پھر نظر اٹھا کر اوپر جاتے دیان کو۔

"کام ہو گیا میرا۔" میسج سینڈ کیا۔

"ہاں۔" جواب آیا اور ساتھ میں ایک ویڈیو بھی وشمہ کمرے میں آئی تو عالیہ المار ی میں کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔

"وشمہ نوال کا بارات کا سیٹ کہاں رکھا تھا۔"

"وہ میں نے تائی جان کو دے دیا تھا۔"

"اچھا۔" وہ الماری بند کر کے پلٹی۔

"کیا ہوا کوئی بات ہے کھانا کھایا؟"

"نہیں بعد میں کھاؤ گی آپ سب نے کھالیا۔"

"ہاں تم بھی کھالو میں مہمانوں کو دیکھتی ہوں نوال اور باقی بچیوں کو بھی کہو؟"

"میں نے گل کے ہاتھوں کھانا بجھوا دیا تھا۔اچھا مورے میں دیان کی بات سن لوں پھر آتی ہوں۔"

✡......✡......✡

وہ موبائل استعمال کرتے چائے کے گھونٹ لے رہا تھا تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

"آجاؤ۔"

اجازت ملنے پر بختاور اندر آئی۔

"تم۔" بختاور کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہوا

"ہاں میں کیا نہیں آسکتی؟"

"نہیں آؤ۔"

”سیدھا سیدھا کہو وشمہ کا ڈر ہے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے تم بتاؤ کوئی کام تھا؟“

”میں نے پوچھنا تھا کہ تم نے وشمہ سے شادی کیوں کی؟“

”کیا۔“

”جیسا کہ سب کہتے ہیں اور نظر بھی آتا ہے کہ تم وشمہ سے کتنی محبت کرتے ہو۔“

”بختاور ان فضول سوالوں کا کیا مطلب ہے۔“

”کیا وشمہ تم سے محبت کرتی ہے۔“

”بختاور! یہ ہمارا پرسنل میٹر ہے میں اپنی اور وشمہ کی باتیں کھلے عام کرنا پسند نہیں کرتا۔“

”وشمہ کو تم سے محبت نہیں ہے دیان۔ وشمہ نے شادی صرف بدلے کے لیے کی ہے داجی سے بدلے کے لیے تاکہ تمہیں ان کے سامنے لا سکے تمہاری ذریعے وہ ان سے بدلہ لے سکے۔“

دیان نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں۔

”بکواس بند کرو بختاور اور جاؤ یہاں سے۔“

”یہی سچ ہے دیان، میری بات کا یقین نہیں ہے تو خود سن لو۔“ ریکارڈنگ دیان کو بھیج کر وہ کمرے سے مسکراتے ہوئے نکل گئی اور آہستہ سے دروازہ بند کیا۔

جب رمشا اور وشمہ آپس میں باتیں کر رہی تھی تب بختاور باہر ان کی باتیں سن رہی تھی اور اس کے خرافاتی دماغ نے فوراً منصوبہ بنایا۔

دیان نے پلے بٹن دبایا۔ وشمہ کی آواز کمرے میں گونجی۔

”نہیں مجھے دیان سے محبت نہیں تھی۔ ان سب میں تو میں ابھی پڑنا ہی نہیں چاہتی تھی۔“ دیان کا سانس رکا۔ ”مجھے لالہ اور بھابھی کو ملانا تھا خاندان کی فضول سی دشمنی کی وجہ سے لالہ کی زندگی خراب ہو رہی تھی میں کیسے ہونے دیتی۔“ ریکارڈنگ ہلکی اٹکی۔ ”اپنا دماغ چلایا میں نے۔“

”وہ کیسے؟“

''داجی نے مجھے ہاسپٹل میں تھپڑ مارا تھا۔ لالہ کو سائن کرنے پر مجبور کیا۔ میں داجی سے بدلہ لینا چاہتی تھی۔'' آواز اٹکی۔ ''داجی نے مجھے چیلنج کیا کہ ان کا پوتا کبھی انکے خلاف نہیں جائے گا لیکن دیان گیا۔ اس نے مجھ سے شادی کی۔ داجی اس شادی کے خلاف تھے لیکن پھر بھی میں دیان کی زندگی میں شامل ہوئی اس حویلی کی بہو بنی میں۔'' آگے سنے بغیر دیان نے ریکارڈنگ روک دی۔ دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔ آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ وشمہ کا روکھا انداز سامنے آنے لگا۔

''ہونہہ تم سے نہیں ہوگا دیان چھوڑ دو۔ تمہیں نظر کیوں نہیں آ رہا کہ داجی جو کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔ مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دور رہو مجھ سے۔ تم بھی تو اسی حویلی کے فرد ہو میں کیسے مان لوں دادا اتنے ظلم کریں اور پوتے کو علم بھی نہ ہو۔ بات کرو داجی سے۔ دیان مجھے ارحم لالہ بہت عزیز ہیں۔ اب تم دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔'' دیان سر تھام کر بیڈ پر ڈھے سا گیا

انسان کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس کو جس کے خلاف کیا جاتا ہے وہ با آسانی ہو جاتا ہے۔ وہ اس انسان کی ہر بات کو منفی جانب لے جاتا ہے پھر اسے اپنے اعتبار اور محبت کے وعدے یاد نہیں رہتے۔ یاد رہتا ہے تو بس اتنا کہ ''مجھے دھوکہ ملا ہے'' دیان نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ ریکارڈنگ رک رک کر چل رہی تھی۔ ایسا اس لیے تھا کیونکہ بختاور نے ریکارڈنگ ایڈیٹ کروائی تھی۔

اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔

''سوری مورے کے پاس چلی گئی تھی جلدی سے دو، کیا دینا ہے۔'' سائڈ ٹیبل پر پڑے گجرے وہ دیکھ چکی تھی مبہم سی مسکراہٹ نے ہونٹوں کو چھوا۔ دیان کی دروازے کی طرف پشت تھی وہ چلتی ہوئی اس کے سامنے آئی۔

''دیان! دو نا۔'' اس نے ہاتھ آگے کیا۔ دیان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وشمہ کو کچھ ٹھٹکا۔ کچھ غلط ہونے کا احساس دیان کی آنکھوں میں اس قدر سنجیدگی دیکھ کر اس کا دل کانپا۔

''کیا ہوا ہے؟''

وہ کھڑا ہوا پھر جھک کر ٹیبل پر پڑے گجرے اٹھا کر سامنے دیوار پر مارے۔ وشمہ ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوئی۔

آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ دیان نے کندھوں سے تھام کر اسے قریب کیا۔ آنکھیں غم اور غصے سے لال ہو رہی تھیں۔ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وشمہ نے درد سے کراہتے ہوئے اس کے ہاتھ ہٹانا چاہے۔

"دیان۔"

"کیوں کیا تم نے ایسا وشمہ۔"

"کیا ہوا ہے۔"

"محبت کی تھی تم سے میں نے وشمہ۔ کیا کمی دیکھی تھی میرے پیار میں جو اس طرح مجھے سب کے سامنے ذلیل کیا۔ میری محبت کا مذاق بنایا۔"

"کیا کہہ رہے ہو دیان مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" دیان کا ایسا روپ دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی۔ وہ تو اس پر محبت ہی نچھاور کرتا آیا تھا اور اب۔

"رکو ابھی سمجھ آ جائے گا۔" اس نے موبائل اٹھا کر ریکارڈنگ چلائی۔ جوں جوں ریکارڈنگ چلتی جا رہی تھی وشمہ کا رنگ اڑتا جا رہا تھا۔

"نہیں یہ۔ یہ سچ نہیں۔" حلق میں آنسوؤں کا پھندا سا لگ گیا۔ آنکھیں نمکین پانی سے بھر گئیں۔

"بہت بے وقوف بنا لیا مجھے، اب نہیں۔ اپنے انتقام میں تم اس حد تک گر جاؤ گی میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔" اس کی آواز میں دکھ تھا۔ تکلیف تھی۔

"دیان میری بات سنو۔" وشمہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے میں نے کوئی بدلے کے لیے شادی نہیں کی۔ تم میری بات سنو میں سب بتاتی ہوں۔"

"مجھے کچھ نہیں سننا۔" اس نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ کھینچے۔

"میری محبت کو اتنا بے مول نہ کرتی وشمہ مجھے استعمال نہ کرتی۔"

"دیان میری بات سنو۔" آنسو باڑ توڑ کر گال پر بہتے جا رہے تھے لیکن وہ کہاں سن رہا تھا۔

"ایک منٹ تم کہہ رہی ہو نا کہ تم نے بدلے کے لئے شادی نہیں کی تو تم میرے سوالوں کے جواب دے دو۔" دیان نے دل کی آخری آس اور اس لڑکی سے بے پناہ محبت کی خاطر ایک آخری امید کے تحت کہا۔

''پوچھو۔'' وشمہ نے سر ہلایا۔

''داجی نے تمہیں چیلنج کیا تھا؟'' دیان کا روم روم چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہہ دو وشمہ نہیں۔

''دیان۔'' وشمہ چلائی۔

''ہاں یا ناں۔'' اسے کندھوں سے پکڑ کر وہ دھاڑا۔

''ہاں۔''

دیان کی آنکھیں نم ہوئیں۔ کچھ بہت زور سے اندر ٹوٹا۔

'لیکن میں نے کہا تھا جیت محبت۔''

''کیا تم نے انہیں کہا تھا کہ تم مجھ سے شادی کر کے دکھاؤ گی۔'' دیان خود کی تسلی چاہتا تھا خود کو دلاسہ دینا چاہ رہا تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتی۔

''دیان میری بات تو سنو۔'' وشمہ گڑگڑائی۔

''ہاں یا ناں۔'' اس نے قدرے چیخ کر کہا اور دیوار پر ہاتھ مارا۔

''ہاں لیکن......'' وہ روتے ہوئے بولی لیکن سامنے کھڑا شخص جو اس کے آنسوؤں پر تڑپ جاتا تھا بے حس بنا کھڑا تھا۔

''تم اس حویلی میں کیوں آئی تھی۔ پہلے تو کوئی ارادہ نہیں تھا یہاں آنے کا پھر اچانک کیسے مان گئی۔''

وشمہ نے بے بسی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی۔ دیان بالکل اجنبی بنا اس سے پوچھ رہا تھا۔

''بی بی جان نے کہا تھا مجھ سے ان کا رونا نہیں دیکھا گیا۔'' وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

''جھوٹ تم صرف اپنا بدلہ اور ارحم کے لیے اس حویلی میں آئی تھی۔'' دیان نے اپنی لال آنکھیں اسکی آنکھوں میں ڈال کر کہا۔ وشمہ ان نظروں کی تاب نہ لا سکی۔

''نہیں نہیں دیان۔'' اس نے دیان کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن دیان نے پیچھے ہو کر انگلی اٹھائی۔

''تم نے بہت غلط کیا وشمہ۔ تم نے میری محبت کا تماشہ بنایا ہے تم نے مجھے استعمال کیا۔'' آواز لڑکھڑا گئی۔

دل کا درد جسم کے درد سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

”دیان۔“ وشمہ نے اس کا ہاتھ پکڑا جسے جھٹکے سے کھینچ کر وہ تیزی سے باہر چلا گیا اور سسکیاں لیتا وجود زمین پر ڈھے گیا۔

”دیاان۔“ وہ چیخی۔ پورے شہر میں جیسے ویرانی اتر آئی۔ ہوا رک سی گئی۔ درختوں پر بیٹھے پرندے دبک کر اپنے اپنے گھونسلوں میں گھس گئے۔ پتے افسردگی سے اپنی جگہ ہی تھم گئے۔ وہ جو اپنا تھا ایک لمحے میں بیگانہ ہو گیا۔ بہار کا موسم خزاں میں بدل گیا۔

منزلیں بھی کھو گئیں
راستے بھی کھو گئے
جو آشنا سا تھا وہ اجنبی سا ہو گیا
رات کی تاریکی میں مہرباں کھو گیا

ہر سو سناٹا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی مگر جو تاریکی اس کی دل کی دنیا میں چھا چکی تھی اس کے آگے اسے یہ تاریکی یہ سناٹے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ کئی گھنٹوں سے وہ بیڈ کے ساتھ نیچے گھٹنوں میں سر چھپائے بیٹھی تھی۔ آج وہ اتنا روئی تھی کہ درو دیوار بھی اس کے غم پر ماتم کرنے لگے۔ اب آنسو تھم چکے تھے۔ سسکیاں لیتا وجود اب سناٹے میں تھا۔ رات اسے ہر کوئی بلانے آیا لیکن سر درد کا بہانہ بنا کر وہ کمرے میں ہی بیٹھی رہی۔

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔“ مؤذن کی آواز چاروسو پھیلی۔ اس نے آہستہ سے سر اٹھایا اور اذان سننے لگی۔ جونہی مؤذن کی آواز آنا بند ہوئی۔ وہ اٹھی تبھی سر گھوما۔ وہ فوراً بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کھانا نہ کھانے اور مسلسل رونے کی وجہ سے کمزوری ہو رہی تھی۔ دو منٹ کے بعد وہ اٹھی اور الماری سے کپڑے نکال کر فریش ہونے چلی گئی۔

فجر طلوع ہو رہی تھی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ وہ بس ہاتھوں کو دیکھتی جا رہی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

”اللہ۔“ آواز میں تکلیف تھی۔

"یہ سب کیا ہوگیا۔" وہ رونے لگی۔ "اللہ! آپ جانتے ہیں ناں کہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ آپ کو تو پتہ ہے ناں میں دیان سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ اس کی آنکھوں میں کتنا درد تھا میں نہیں دیکھ سکتی اسے ایسے میں۔ میں کیا کروں کیسے بتاؤں اسے یہ سب جھوٹ ہے۔ پلیز میری مدد کریں۔ پلیز......" وہ سجدے میں چلی گئی اور زارو قطار رونے لگی۔

⁂......⁂......⁂

آغا حویلی میں فجر کی نماز کے بعد ہلچل مچ گئی۔ اسفند نے کچھ دیر پہلے ہی فون کر کے بتایا تھا کہ وہ گھنٹے تک پہنچ جائیں گے۔ میرب کی چہرے پر خوشی اور رونق دیکھ کر بی جان اور آمنہ بیگم بار بار اس کی نظر اتار رہی تھی۔ آئرہ کو آمنہ بیگم کے حوالے کر کے وہ کمرہ بند کیے پتہ نہیں کیا کر رہی تھی۔ آج اس نے اپنے اور ارحم کے کمرے میں قدم رکھا تھا ورنہ وہ گیسٹ روم میں ہی رہ رہی تھی۔ سب گھر والوں کو اس نے منع کر دیا کہ ارحم کو اس کی موجودگی کا کوئی نہیں بتائے گا۔

جیسے ہی باہر ہارن بجا، آمنہ بیگم نے آئرہ کو نازو کے ہاتھوں کمرے میں بجھوا دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں اسفند اور ارحم حویلی کے اندر داخل ہوئے۔ آغا جان اور عمر بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئے۔

"دل تو میرا کر رہا ہے ارحم تمہیں ایک لگاؤں۔ مجھے تم سے ایسی بچگانہ حرکتوں کی ہرگز امید نہیں تھی۔ حالت دیکھو اپنی، کسی مجنوں سے کم نہیں لگ رہے۔"

ارحم نے سر جھکا دیا۔ بلیک جینز وائٹ شرٹ پر بلیک جیکٹ داڑھی بڑھی ہوئی۔ آغا جان کی بات پر اس نے سر جھکا دیا۔

"ہمارا نہیں تو اپنی ماں کا ہی سوچ لیتے جس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔"

ارحم نے آمنہ بیگم کو دیکھا۔ وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ نظر ملتے ہی ارحم ان کے گلے لگ گیا۔

"ماں سے بالکل پیار نہیں ہے ناں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں مورے۔" سب سے مل کر وہ آغا جان کے پاس آیا۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"آغا جان! مجھے معاف کر دیں۔"

آغا جان نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔

''خوش رہو بچے، اللہ تمہیں اپنے امان میں رکھیں۔ کبھی بھی اللہ سے نا امید نہیں ہوتے۔ وہ بندے کو آزمائش دیتا ہے جس پر انسان کو صبر کرنا ہوتا ہے۔''

اس نے سر ہلایا۔

''وشمہ اور پھپھو کیسی ہیں؟''

''ٹھیک ہیں۔ وشمہ روز تمہارا پوچھتی ہے شادی پر بھی تم نہیں تھے تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔''

''مورے۔'' اس نے کچھ پوچھنا چاہا۔

''کیا ہوا کچھ پوچھنا ہے۔'' آمنہ بیگم نے پوچھا۔ اسفند نے مسکراہٹ دبائی۔

''میرب کیسی ہے۔'' دل میں درد کی ٹیس سی اٹھی۔

''ٹھیک ہے۔''

''اور......''

''اچھا جاؤ تم فریش ہو کر آؤ، میں ناشتہ لگواتی ہوں۔ سب آج اکٹھے بیٹھ کر ناشتہ کریں گے۔''

وہ سر ہلا کر اوپر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ سب کی نظریں اس کی پشت پر ہی تھیں۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ کمرا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ لائٹ جلانے کے لیے آگے بڑھا۔ اسے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ جونہی لائٹ جلا کر پلٹا اس کے قدم ٹھہر گئے۔ کمرا پنک اور وائٹ غباروں سے سجا ہوا تھا۔ کمرے کی سجاوٹ نے اس کے ہوش نہیں اڑائے تھے بلکہ بیڈ پر سٹف ٹوائز اور گڑیوں کے بیچ لیٹی ایک ننھی سی پری جو اپنے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی۔ اس نے اس کے قدم ٹھہرا دیے تھے۔ وہ بھاری قدم اٹھاتا بیڈ کے پاس آیا۔ آئرہ کے ساتھ ایک کارڈ رکھا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر وہ اٹھایا۔

''آئی لو یو ڈیڈی، آئی مس یو۔ یوئر پرنسس آئرہ بنت ارحم۔''

ارحم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے آئرہ کو دیکھا وہ بھی گردن موڑے دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ارحم آہستہ سے بیڈ پر بیٹھا اور اسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں میرب جیسی تھیں۔ باقی وہ پوری ارحم کی کاپی تھی۔ آنسو

گال پر بہنے لگے۔اس کی بیٹی اس کا خون اس کے سامنے تھی۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے اسے اٹھا کر سینے سے لگایا۔آنسوؤں میں تیزی آگئی۔کتنی دیر اس نے آئرہ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا پھر آہستہ سے اسے پیچھے کیا۔آئرہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو اس کے گال پر رکھنا چاہ رہی تھی۔ارحم نے اس کے ننھے ہاتھوں کو اپنے لبوں سے لگایا پھر کسی احساس کے تحت سر اٹھایا۔ڈریسنگ روم کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے میرب بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔اس نے ارحم کا دیا گیا سوٹ پہن رکھا تھا۔بال کھول رکھے تھے۔ہاتھوں میں ارحم کی دی گئی کانچ کی چوڑیاں۔وہ آج پھر سے وہی پرانی میرب لگ رہی تھی۔ارحم آئرہ کو بیڈ پر لٹا کر کھڑا ہوا۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ میرب اس کے سامنے ہے۔اس کی بیٹی اس کے پاس ہے۔میرب روتے ہوئے بھاگ کر اس کے سینے سے لگ گئی۔

”ارحم!ارحم!کہاں چلے گئے تھے۔کہاں چلے گئے تھے اپنی میرب کو چھوڑ کر؟کہاں چلے گئے تھے۔“وہ روتے ہوئے مضبوطی سے اس کے سینے میں منہ چھپائے بول رہی تھی۔ارحم نے اسے خود میں بھینچ کر اپنا سر اس کے بالوں میں چھپالیا۔دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔

پتے ہوا کے ساتھ جھومتے ہوئے ٹیرس پر آکر گرے۔کالے بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ لیا۔فراق کے لمحے ختم ہو چکے تھے۔غم کی شام گزر چکی تھی۔اب ملن کی روشن کرنیں چھانے لگی تھیں۔

❖......❖......❖

میں نے کانٹوں کو بھی چھو کر بتایا اسے
ایسے چبھتا ہے تیرا بدلہ ہوا لہجہ

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔سر بری طرح چکرا رہا تھا۔سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔حویلی میں ہلچل مچی ہوئی تھی کیونکہ شادی کے لیے دوسرے شہر میں رہنے والے رشتہ دار آج کل میں آرہے تھے اس لیے پوری حویلی کی صفائی، سجاوٹ ہو رہی تھی۔

وہ سب سے نظریں چراتی کچن کی جانب بڑھ گئی۔عالیہ کی نظر جونہی اس پر پڑی وہ فوراً اس کے پیچھے آئی۔وشمہ کچن میں رکھے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئی۔

”وشہ! اب کیسی طبیعت ہے کل سے اتنی پریشانی ہو رہی تھی۔ نہ کمرے سے باہر نکل رہی تھی نہ کچھ بتا رہی تھی صبح ناشتے کے لیے بھی نہیں آئی۔ دیان بھی رات سے نہیں دِکھ رہا۔ سب تم دونوں کا پوچھ رہے ہیں۔“

وشمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”بتاؤ نا وشہ کیا ہوا ہے۔“

وشمہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ عالیہ اس کا چہرہ دیکھ کر اپنی جگہ تھم گئیں۔ سوجی ہوئی لال آنکھیں پیلا ہوتا چہرہ اس کی آنکھیں نم تھیں۔

”وشہ! کیا ہوا ہے؟“ انہوں نے فوراً اس کا چہرہ تھاما۔ ان کا اتنا کہنا تھا وشمہ ان کے گلے سے لگ کر رونے لگی۔

”وشمہ بچے، کیا ہو گیا ہے ایسے نہیں کرو بچے بتاؤ کیا ہوا ہے۔“ وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ باہر گاڑیوں کے ہارن کی آواز آئی تو عالیہ نے اسے کھڑا کیا۔

”چلو کمرے میں آؤ میرے ساتھ۔“ وہ اسے کندھوں سے تھام کر اپنے کمرے میں لے آئی اور بیڈ پر بٹھایا۔

”اب بتاؤ کیا ہوا ہے؟“

”ماما دیان۔“ وہ پھر رونے لگی۔

”کیا ہوا دیان کو کہاں ہے وہ۔“

”ماما مجھے نہیں پتا وہ کہاں ہے۔“

”وشمہ! مجھے بات بتاؤ بالکل سچ سچ، کیا ہوا ہے؟“

وشمہ روتے ہوئے انہیں سب بتاتی چلی گئی۔ اپنی اور داجی کی باتیں، بلیک میلنگ، شرٹ پر خون سب کچھ۔

”ماما! میں دیان سے بہت محبت کرتی ہوں بہت۔“ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ عالیہ کی آنکھیں نم تھیں۔ انہوں نے اس کو اپنے ساتھ لگایا کمزوری کے باعث اب اس کی ہمت جواب دے گئی۔

”وشہ، وشہ! آنکھیں کھولو۔“ انہوں نے اس کا گال تھپکا۔

”ماما! دیان کو بلائیں اسے کہیں وشمہ اس سے بہت محبت کرتی ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں میں اب اظہار

کروں گی پلیز اسے بلائیں۔'' وہ نیم بیہوشی میں بڑبڑا رہی تھی۔

''میں تمہارے لیے کھانا لے کر آتی ہوں۔ یہاں لیٹو۔''

''مجھے کچھ نہیں کھانا، پلیز دیان کو بلائیں ماما میرا دل بند ہو رہا ہے۔ وہ مجھے ایسے نہیں چھوڑ سکتا۔ ماما اسے بلائیں۔''

اس کی بگڑتی حالت دیکھ کر عالیہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''چندا! دیان آجائے گا میں دودھ لے کر آتی ہوں۔ تھوڑا سا پی لو۔'' وہ جلدی سے کچن سے گرم دودھ لے کر آئیں۔ وشمہ سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی۔

''یہ لو تھوڑا سا پی لو۔''

''نہیں ماما میرا دل نہیں ہے۔''

''تھوڑا سا پی لو چندا، پھر ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔'' وشمہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ عالیہ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وشمہ نے دودھ کا گلاس پکڑا لیکن اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ عالیہ نے آہستہ سے گلاس تھام کر اس کے لبوں سے لگایا۔

ابھی اس نے آدھا گلاس ہی پیا تھا اس کے گلے میں پھندا سا لگا۔ وہ فوراً واش روم کی طرف بھاگی۔

''یا اللہ! یہ کیا ہو گیا ہے۔'' کچھ دیر بعد وشمہ منہ صاف کرتی بیڈ پر آ کر بیٹھی۔

''اٹھو، ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔''

''نہیں ماما میں ابھی نہیں جا سکتی۔'' وہ عالیہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

''ماما! میں کیا کروں کیسے دیان کو یقین دلاؤں۔'' عالیہ اس کے بالوں میں آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

''بیٹا جو بھی ہوا سب سے پہلے تمہیں اس سے نہیں چھپانا چاہیے تھا۔ دیان تم سے محبت کرتا ہے۔ ابھی ناراض ہے لیکن تم اسے آرام سے مناؤ گی تو وہ مان جائے گا۔''

''ماما! وہ تو کہتا تھا وہ میری آنکھوں کو پڑھ سکتا ہے پھر کیوں نہیں میری آنکھوں میں اپنی محبت دیکھ سکا۔ ہاں میں مانتی ہوں میں نے کبھی اظہار نہیں کیا لیکن وہ کیوں نہیں سمجھ رہا۔''

''بیٹا! محبت کا احساس بھی لفظوں کا محتاج ہے کیونکہ فاصلوں میں یہ لفظ ہی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کا احساس دلائے رکھتے ہیں۔ یہ لفظ ہی ہیں جو پھر ہمارا مقدمہ لڑتے ہیں محبت لفظوں کی محتاج ہے چندا۔ سو جاؤ کچھ دیر، میں بات کروں گی دیان سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں جس سے جلد ہی وشمہ نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔

۞......۞......۞

''اسفند۔''

وہ اپنے کمرے میں لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا جب آمنہ بیگم آئیں۔ وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا اور ٹی وی کی آواز کم کی

''جی مورے۔''

''مجھے تم سے بات کرنی تھی۔'' وہ اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھیں۔

''جی بولیں۔''

''بیٹا شکر اللہ کا ارحم اور میرب کی پریشانی بھی ختم ہو گئی ہے تو ہم چاہتے ہیں حویلی کی چھوٹی بہو لے آئیں۔ تم کہو تو لڑکی دیکھنا شروع کریں۔''

''مورے۔''

''اگر تمہاری نظر میں کوئی ہے تو بتاؤ۔''

اسفند گہری سوچ میں چلا گیا۔

''بتاؤ بیٹا۔''

''مورے ہے تو۔'' اس نے سر جھکایا آمنہ بیگم نے مسکرا کر اس کا چہرا تھاما۔

''کون ہے وہ شہزادی۔''

''امل۔''

''امل۔ دیان کی بہن؟''

اسفند نے سر ہلایا۔

''بچی تو بہت پیاری ہے چلو میں آغا جان سے بات کروں گی۔''

وشمہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔عالیہ اس کے سرہانے ہی بیٹھی تھیں۔

''ماما۔''

''اٹھ گئی میری چندا۔''

''پانی۔''

عالیہ نے فوراً سائڈ سے گلاس اٹھا کر اسے سہارا دے کر اٹھایا اور گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔

''اب کیسی طبیعت ہے؟''

''ٹھیک ہوں۔''بولتے ہی اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔چار بج رہے تھے۔

''میں اتنی دیر کیسے سوتی رہی،ماما،دیان آیا؟''

''شاہ نے فون کیا ہے اسے کچھ دیر میں آجائے گا۔''

''بابا کدھر ہیں۔''

''وہ کام سے باہر گئے ہیں۔''

''آپ نے ان کو تو کچھ نہیں بتایا ناں۔''

''ابھی نہیں بتایا لیکن میں بتادوں گی۔''

''نہیں ماما،آپ کسی کو کچھ نہیں بتائیں گی۔میں خود سب ٹھیک کرلوں گی۔دیان مجھ سے پیار کرتا ہے وہ میرا یقین ضرور کرے گا۔''

''لیکن وہ لوگ جو تمہیں تنگ کر رہے ہیں۔''

''ماما!اب تو نہیں کر رہے انہیں بس پیسے چاہئیں تھے وہ میں نے دے دیے۔''

''اچھا تم بیٹھو میں نے اپنی چندا کے لیے سوپ بنوایا تھا وہ لے کر آتی ہوں۔''وہ اس کے سر پر پیار کر کے اٹھ گئیں۔

وشمہ کو عالیہ کے کمرے سے نکلتا دیکھ کر بختاور دروازے پر ہی رک گئی۔ وشمہ نے لاؤنج کی طرف رخ کیا جہاں صرف بی بی جان بیٹھی تھیں۔ وہ آہستہ سے ان کی طرف جانے لگی تبھی دیان حویلی کے اندر داخل ہوا۔ کل والا لباس، لال آنکھیں جو اس بات کا پتہ دے رہی تھیں کہ وہ پوری رات نہیں سویا۔ وشمہ کو دیکھتے ہی وہ رکا۔ وشمہ بھی اپنی جگہ ٹھہر گئی۔ بی بی جان نے آہٹ پر گردن موڑ کر دیکھا پھر وشمہ فوراً اس کے پاس بھاگی۔

"دیان۔"

لیکن وہ بنا اس کی طرف دیکھے اپنے کمرے میں چلا گیا اور وشمہ کا ہاتھ ایسے ہی ہوا میں رہ گیا۔ آنکھیں بھیگ گئیں۔

"وشمہ۔"

بی بی جان کی آواز پر اس نے انہیں دیکھا اور بھاگ کر ان کے گلے لگ گئی۔ بختاور سر جھٹک کر واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"کیا ہوا ہے؟ دیان اور تمہاری لڑائی ہوئی ہے؟"

وہ روتے ہوئے انہیں کل والی بات بتانے لگی۔

"میں نے سمجھایا تھا نا وشمہ اسی دن سے میں ڈرتی تھی۔"

"بی بی جان میں کیا کروں کیسے اسے یقین دلاؤں۔"

"میرا بچہ اس وقت بہت ٹوٹا ہوا ہے وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے اور تم نے کیا کر دیا۔"

وشمہ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"بی بی جان! آپ بھی یہی سمجھ رہی ہیں کہ میں نے شادی..... نہیں بی بی جان میں نے بدلے کے لیے شادی نہیں کی۔"

"وشمہ بچے! پتا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا فرمایا تھا؟"

اس نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا۔

"انہوں نے فرمایا تھا اس شخص کو کبھی مت گنوانا جس کے دل میں تمہارے لیے محبت، فکر، عزت اور چاہت

ہو۔“ ان کی بات سنتے ہی اس کے ٹھہرے آنسو بہہ نکلے۔ وہ جھٹکے سے بی بی جان کے گلے لگ گئی۔

”بی بی جان! میرے پاس تھا ایسا شخص جس نے مجھ سے بے پناہ محبت کی جس کے دل میں میرے لیے عزت اور چاہت تھی لیکن میں نے اسے گنوا دیا۔“

بی بی جان کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔

”اچھا رونا بند کرو۔ جاؤ کمرے میں جا کر اس سے بات کرو سب ٹھیک ہو جائے گا اٹھو شاباش۔“

وہ آنسو صاف کرتی اٹھ گئی۔ کمرے میں آ کر دروازہ بند کیا۔ واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔ وہ مرجھایا ہوا پھول لگ رہی تھی۔ فوراً اپنے آنسو صاف کر کے بال ٹھیک کیے اور الماری سے دیان کے لیے کپڑے نکال کر کچن میں اس کے لیے کافی بنانے چلی گئی۔ دس منٹ بعد وہ کمرے میں آئی۔ بیڈ پر اس کے نکالے کپڑے ایسے ہی پڑے تھے۔ اس نے ٹیرس کی طرف دیکھا بلیک ٹراوزر شرٹ پہنے دیان گرِل تھامے کھڑا تھا۔ وشمہ نے آگے بڑھ کر کپ میز پر رکھا۔ آواز پر بھی وہ نہیں پلٹا پھر الماری سے جیکٹ نکال کر وہ باہر آئی۔

”دیان! یہ پہن لو ایسے ٹھنڈ لگ جائے گی۔“

”دیان۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وشمہ نے خود ہی آگے بڑھ کر اس کو جیکٹ پہنانی چاہی لیکن دیان نے جھٹکے سے جیکٹ اس کے ہاتھ سے لے کر کرسی پر پھینکی۔

”مجھ سے دور رہو۔ میں پہلے ہی بہت مشکلوں سے تمہیں اپنے سامنے برداشت کر رہا ہوں۔ گھر میں مہمان ہیں اس لیے میں کوئی تماشہ نہیں چاہتا۔“ بول کر وہ اندر چلا گیا۔ وشمہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ جس کو اس نے بے دردی سے رگڑا اور کافی کا کپ اٹھا کر اس کے پیچھے اندر آئی۔ دیان صوفے پر بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا۔ وشمہ نے اس کے سامنے کپ رکھا۔ دیان نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ رو رہی تھی دیان نے زور سے آنکھیں بند کیں۔ وہ کہاں اسے ایسے دیکھ سکتا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے الماری سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔

کمرے میں پردوں سے چھن کر ہلکی ہلکی سورج کی روشنی آ رہی تھی۔ آئزہ کے رونے کی آواز سے ارحم اٹھ گیا۔اس نے میرب کو دیکھا وہ گہری نیند میں تھی۔اس نے آہستہ سے اس کا سر تکیے پر رکھا اور اٹھ کر بے بی کوٹ کے پاس آیا۔آئزہ زور و شور سے رو رہی تھی۔

''شش۔ پرنسز کیوں رو رہی ہو۔'' اس نے آہستہ سے اسے اٹھایا تو وہ ارحم کو دیکھنے لگی پھر بس اس کا سپیکر اور اونچا ہو گیا۔ارحم نے میرب کو دیکھا۔

''شش پرنسز، چپ ہو جاؤ ماما سو رہی ہیں نا۔شش۔شش۔'' وہ اسے اٹھائے کمرے میں چکر لگانے لگا۔

آئزہ اپنے ہاتھ منہ میں ڈالتی پھر رونے لگ جاتی۔

''آپ کو بھوک لگی ہے بس ایک منٹ۔'' سائیڈ ٹیبل پر تھرماس پڑا تھا۔اس نے فیڈر میں دودھ بنایا اور آئزہ کو صوفے پر لے کر بیٹھ گیا۔وہ اب خاموشی سے دودھ پی رہی تھی اور ارحم مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔میرب نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ارحم نے سر اٹھایا تو اسے جاگتا دیکھ کر مسکرایا۔

''تنگ کر رہی تھی؟''

''نہیں بھوک لگی تھی بس۔''

وہ اٹھ کر اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی اور اپنا سر ارحم کے کندھے پر رکھ دیا۔دونوں آئزہ کو دیکھ رہے تھے۔

''تھینک یو میرب اتنی پیاری بیٹی کے لیے۔'' ارحم نے ایک بازو میرب کے گرد پھیلا کر اس کے سر پر محبت مہر لگائی۔

⯎......⯎......⯎

وہ اپنے بال ٹاول سے خشک کر رہی تھی تبھی دیان کمرے میں آیا۔وشمہ نے شیشے میں اس کا عکس دیکھا۔وہ اسے نظر انداز کرتا الماری سے اپنی فائل نکالنے لگا۔وہ اپنے بال برش کر کے کندھے کے ایک طرف ڈال کر اس کے پاس آئی اور الماری میں کچھ ڈھونڈنے لگی۔وہ جان جان کر اس کی طرف ہو رہی تھی۔دیان نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اپنے کام میں لگ گیا۔وشمہ کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی پھر اچانک اس کی الماری کے سامنے

آ گئی اور ہاتھ اٹھا کر اوپر کچھ دیکھنے لگی۔ دیان اس کے بالکل پیچھے تھا۔ شیمپو اور پرفیوم کی خوشبو اس کے حواسوں پر چھانے لگی۔ وشمہ جان کر اس کے سامنے ہو رہی تھی۔ دیان نے فائل بند کر کے اس کے سر کے اوپر سے الماری میں رکھی۔ وشمہ کا سر اس کے سینے سے لگ رہا تھا۔ دیان نے آہستہ سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ وشمہ نے آنکھیں بند کیں۔ وہ اس کے بہت قریب تھا۔ وشمہ اس کی سانسوں کی آواز سن رہی تھی پھر اچانک دیان نے اس کا بازو موڑ کر کمر کے پیچھے لگایا اور اس کا منہ اپنی طرف کیا۔ وشمہ نے اپنی چیخ دبائی اور حیرت سے اسے دیکھا۔

''تم مجھے اور بے وقوف نہیں بنا سکتی وشمہ، مجھے اب تمہاری موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے دل میں تمہاری قربت کی اب کوئی چاہ نہیں ہے۔'' وشمہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا وہ ایسا تو نہیں تھا اتنا بے رحم، اتنا سخت دل۔ ایک جھٹکے سے دیان نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔ وشمہ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر دیکھا وہ لال ہو رہا تھا۔ دیان نے ایک نظر ہاتھ کو دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جو آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

''وشمہ آپی! میرب بھابی اور ارحم لالہ آئے ہیں۔'' رمشا کی آواز آئی۔

''ارحم لالہ۔'' وشمہ نے زیرِ لب کہا۔ دیان نے زخمی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پلٹ کر بالکنی سے نیچے جاتی سیڑھیوں سے اتر کر چلا گیا۔ وشمہ نے اپنے آنسو صاف کیے اور دوپٹہ لے کر نیچے چلی آئی۔

''لالہ۔'' وہ ارحم کے گلے لگ گئی۔ ''کہاں چلے گئے تھے آپ ایسا کوئی کرتا ہے بھلا میری شادی پر بھی نہیں آئے۔''

''سوری چندا کیسی ہو؟''

''میں بالکل ٹھیک آپ بتائیں۔''

''میں بھی بالکل ٹھیک۔''

''بھابھی! آپ کیسی ہیں اور میری گڑیا کیسی ہے۔'' میرب سے مل کر اس نے آئرہ کو گود میں لیا۔ داجی بھی وہیں بیٹھے تھے۔ وہ بہت خوش دلی سے ارحم سے ملے تھے اور اپنی غلطیوں کی معافی بھی مانگی۔ انہوں نے وشمہ کو دیکھا بس ایک وہی رہ گئی تھی جس سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ شرمندہ تھے سب سے زیادہ غلط اس کے ساتھ ہوا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ باقی سب باتوں میں مگن تھے۔

رات قطرہ قطرہ گزر رہی تھی وہ لاؤنج میں دونوں پاؤں اوپر کیے بیٹھی تھی۔ سارے گھر والے اپنے کمروں میں جا چکے تھے لاؤنج میں مدھم سی روشنی تھی۔

"وشمہ!" داجی جو کسی کام سے اپنے کمرے سے باہر آئے تھے اسے لاؤنج میں بیٹھا دیکھ کر ٹھٹکے۔ وہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟ اپنے کمرے میں کیوں نہیں جا رہی؟" وہ اس کے پاس آئے۔

"وہ۔ وہ دیان اپنا کام کر رہا ہے تو میں نے سوچا وہ ڈسٹرب نہ ہو۔"

"ڈسٹرب کیوں ہوگا پہلے بھی تو وہ اپنا کام کرتا تھا جاؤ آرام کرو جا کر۔"

"جی اچھا۔"

وہ مڑنے لگے لیکن وشمہ کو ویسے ہی بیٹھا دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی۔

"وشمہ۔"

"جی داجی۔"

"کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے؟"

"نہیں نہیں داجی کوئی پریشانی نہیں ہے۔" وہ کھڑی ہوئی۔ داجی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ہمیشہ خوش رہو اور ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔" انہوں نے اپنے ہاتھ اس کے آگے جوڑے تو وشمہ نے فوراً ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں داجی۔"

"میں نے بہت غلط کیا ہے تمہارے ساتھ۔"

"بس داجی پرانی باتوں کو بھول جائیں۔" وہ ان کے سینے سے لگ گئی۔

"آپ مجھ سے نفرت تو نہیں کرتے ناں۔"

"نہیں، ہرگز نہیں، میں نے بس غصے میں کہہ دیا تھا مجھے معاف کر دو اتنی پیاری پوتی سے بھلا کوئی نفرت کر سکتا ہے۔" داجی کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

”تم نے صحیح کہا تھا محبت اور نفرت میں ہمیشہ محبت کی ہی جیت ہوتی ہے۔تمہاری محبت جیت گئی اسی طرح ہمیشہ میرے دیان سے محبت کرنا۔“

داجی کی بات پر اس کی ہچکی بندھ گئی۔وہ کیسے بتاتی انہیں کہ وہ تو ہار گئی ہے اپنی محبت سے۔

”بس رونا بند کرو جا کر آرام کرو بہت رات ہو گئی ہے۔“

وہ سر ہلا کر آنسو صاف کرتی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔دیان لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا اس کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔سفید رنگت آنکھوں میں بلا کی سنجیدگی تھی۔وشمہ کے دل نے گواہی دی بلاشبہ یہ مرد دنیا کے خوبصورت مردوں میں سے ایک ہے۔دیان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو اس نے فوراً اپنی نظریں چرائیں اور اپنی جگہ پر جا کر کمبل میں منہ چھپا کر لیٹ گئی۔پرانی یاد نے اس کے ذہن میں دستک دی۔

”اٹھو۔“اس نے وشمہ کا کندھا ہلایا۔

”کیا مسئلہ ہے دیان سونے دو مجھے۔“وہ جھنجھلائی۔

”ایسے کیسے سو سکتی ہو۔“

”مجھے نیند آ رہی ہے تم بھی جلدی سے اپنا کام مکمل کرو اور سو جاؤ۔“

”تم سامنے ہو اس لیے مجھ سے کام نہیں ہو رہا۔“وشمہ کا منہ کھل گیا۔

”کیا میں کمرے سے باہر جاؤں تم یہ چاہ رہے ہو۔“

”نہیں میں یہ نہیں چاہ رہا بس اٹھ کر بیٹھو اور مجھ سے باتیں کرو۔“

”میری شکل پر پاگل لکھا ہے جو رات کے ایک بجے میں تم سے باتیں کروں۔چپ کر کے کام کرو اپنا۔“وہ منہ بنا کر لیٹ گئی تو دیان نے اس کے چہرے پر کمبل ڈالا۔

”اپنا منہ اندر رکھو تاکہ میرا دھیان نہ بھٹکے۔“

”بدتمیز انسان۔“وشمہ اٹھ کر اس کو تکیہ مارنے لگی۔موبائل کی آواز سے اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔اس نے آہستہ سے آنکھیں صاف کیں۔دیان کال پر بات کرتا ٹیرس پر جا چکا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے لیپ ٹاپ سے سر اٹھا کر دیکھا۔

"آؤ سمندر خان۔"

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم اسلام بیٹھو۔"

"یہ لیں لالہ فائل اگلے مہینے میٹنگ ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے مہینے تک ہمیں اندازہ ہو جائے گا۔"

"چھوٹے خان۔"

"ہم۔"

"کیا بات ہے دو دن سے دیکھ رہا ہوں بہت سنجیدہ ہو گئے ہو۔"

"کچھ نہیں تمہارا وہم ہے۔" دیان فائل پر جھک گیا۔

"میرے پاس ایک چیز ہے جس کو دیکھتے ہی سارا موڈ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا۔" دیان سے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"گھر ہے وہ چیز بعد میں دکھاؤں گا۔"

"اچھا یہ پکڑو جا کر ساجد سے بولو یہ فائل اسلم انڈسٹری کے اونر کو بھیجے۔"

✡......✡......✡

وہی رنگ دے میری آنکھ کو

وہی بات کر میرے کان میں

مجھے دیکھ مجھ پہ نگاہ کر

کہ میں جی اٹھو

تیرے دھیان میں

وہ نوال اور امل کے پاس بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔ امل، نوال کا سامان پیک کر رہی تھی جو اس کے

سسرال جانا تھا۔

"وشمہ!" نوال نے اسے بلایا لیکن وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔

"وشمہ!" اب کے اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ چونکی۔

"ہاں۔"

"تمہیں بخار ہے۔" نوال نے اس کی گال پر ہاتھ رکھا۔

"میڈم کی حالت دیکھو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔" امل سامان پیک کرتے ہوئے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

نوال وشمہ کا چہرا دیکھ رہی تھی۔

"امل۔"

"جی۔"

"میرا چائے پینے کا بہت دل کر رہا ہے پلیز بنا دو گی؟"

"اتنی چائے کیوں پی رہی ہیں آج کل، کالی ہو جائیں گی۔"

وشمہ مسکرائی۔ دو دن میں یہ پہلی مسکراہٹ تھی۔

"امل! چائے پینے سے کوئی کالا نہیں ہوتا۔ جاؤ بنا کر لاؤ پلیز۔"

"اچھا اچھا جا رہی ہوں۔" وہ چلی گئی تو نوال وشمہ کی طرف مڑی اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ڈاکٹر صاحبہ! کیا کر رہی ہیں۔" وشمہ پیچھے ہوئی لیکن نوال اس کی بات اگنور کرتی اس کی کلائی تھامنے لگی۔

وشمہ بے چینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہو گیا ہے۔"

"وشمہ۔" نوال نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"کیا؟" نوال اس کے گلے لگ گئی۔

"میں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں۔"

وشمہ کے دماغ میں کلک ہوا۔ اس کی آنکھیں پھیلیں۔

''میں پھپھو بننے والی ہوں وشمہ، بہت بہت مبارک ہو میں ابھی سب کو بتاتی ہوں۔'' وہ اٹھ کر جانے لگی لیکن وشمہ نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنا سر اٹھایا۔

''نوال کسی کو نہیں بتانا۔''

''کیا بول رہی ہو وشمہ، اس گھر کے اکلوتے بیٹے کی اولاد کی خبر تو سب کو دینی ہے اس دن کا انتظار سب نے کیا ہے۔''

وشمہ نے نم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''کیا ہوا ہے۔''

''پلیز ابھی نہیں مجھ سے وعدہ کرو جب تک میں نہیں کہوں گی یہ بات کسی کو نہیں پتہ چلنی چاہیے۔''

''دیان لالہ اور تمہارے بیچ ناراضگی چل رہی ہے۔''

وشمہ نے سر ہلایا۔

''تو وشمہ ناراضگی، لڑائی ہر کپل کے بیچ میں ہوتی ہے۔ دیکھنا جب لالہ کو یہ خبر ملے گی ناں وہ تمہیں اٹھا کر جھومنے لگیں گے۔''

''نہیں نوال، ابھی نہیں پلیز تمہیں میری قسم۔'' اس نے نوال کا ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔ نوال حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''وشمہ!''

''پلیز۔''

''اچھا رو نہیں، اٹھو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں ٹیسٹ اور پراپر چیک اپ بہت ضروری ہے۔''

''میں کیسے جا سکتی ہوں۔''

''میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔''

''نہیں نہیں تم مایوں بیٹھی ہو۔''

''میں چادر اوڑھ لوں گی۔ اٹھو جاؤ اپنی چادر لے آؤ میں بی بی جان کو بتا کر آتی ہوں۔''

”اُنہیں کیا بولو گی۔“

”میں اپنا کہہ دوں گی کہ میری طبیعت نہیں ٹھیک، ہاسپٹل جانا ضروری ہے تم اٹھو۔“

وہ سر ہلا کر اٹھ گئی۔

ٹیسٹ اور چیک اپ کے بعد وہ باہر بینچ پر بیٹھی تھی۔ تبھی نوال فائل تھامے اس کے پاس آئی۔

”وشمہ ڈاکٹر بلا رہی ہیں۔“

وہ دونوں ڈاکٹر کے سامنے جا کر بیٹھیں۔ ڈاکٹر غور سے رپورٹ دیکھ رہی تھی وہ شکل سی بہت غصے والی لگ رہی تھی۔ وشمہ انگلیاں مروڑتی اپنی گود میں دیکھنے لگی۔

”مسز دیان۔“

وشمہ نے سر اٹھایا۔

”آپ کی کنڈیشن بہت سیریس ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ اور بی بی دونوں صحیح رہیں تو اپنا خیال رکھیں۔ آپ کا بی پی اتنا لو ہے آپ کی ہارٹ بیٹ بھی صحیح نہیں ہے۔ ویکنس الگ اتنی کمپلیکیشنز ہیں؟ ابھی آپ کو ڈرپ لگے گی۔ یہ دو دن لگوانی ہے اس کے علاوہ یہ کچھ دوایاں لکھ رہی ہوں اور یہ آپ کا ڈائٹ چارٹ ہے۔ ہر ہفتے آپ کو چیک اپ کے لیے آنا ہوگا۔“ وہ اتنی کرختگی سے بول رہی تھی۔ وشمہ نے فوراً سر ہلایا۔

”اور ڈاکٹر نوال آپ اپنی بھابھی کا خیال رکھیں اور انکے ہسبنڈ کو بھی کہیں۔“

”جی میم۔“

وہ دونوں اٹھ گئیں۔ باہر آ کر وشمہ، نوال کی طرف مڑی۔

”یہ کس کے پاس لے آئی ہو مجھے۔ اللہ اتنی سخت ڈاکٹر۔“

”ہاں سخت تو بہت ہیں یہ میری میم بھی رہ چکی ہیں ان کے پاس اس لیے لائی یہ سینئر اور بہت اچھی ڈاکٹر ہیں۔ چلو آؤ اس طرف تمہیں ڈرپ لگنی ہے۔“

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ حویلی کے پچھلے حصے سے اوپر آئیں۔ کینولا وشمہ کے ہاتھ پر لگا ہوا تھا کیونکہ ابھی کل بھی اس کو ڈرپ لگنی تھی۔ نوال نے آرام سے اسے بیڈ پر بٹھایا اور دوائیاں سائڈ ٹیبل پر رکھیں۔

''میں گل سے کہہ کر رات کے لیے سوپ بنواتی ہوں۔''

وشمہ کا سر گھوم رہا تھا۔

''اتنے چکر کیوں آ رہے ہیں۔''اس نے اپنا سر تھاما۔

''کچھ دیر سو جاؤ پھر اٹھ کر یاد سے کچھ کھا کر دوائی کھانی ہے۔صبح سے کچھ نہیں کھایا ہوا۔''اس نے آہستہ سے اس کی چادر اتار کر سائڈ پر رکھی اور لٹا کر کمفرٹ اس پر ڈالا۔

''نوال یہ فائل اپنے پاس سنبھال لو۔''

''وشمہ دیان لالہ کو تو پتہ ہونا چاہیے۔''

''پلیز میں بعد میں لے لوں گی۔''

''اچھا ٹھیک ہے تم آرام کرو۔''وہ لائٹ بند کر کے چلی گئی۔

✡......✡......✡

دھند نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔رات گہری ہو رہی تھی۔آج کل وہ دیر سے ہی گھر آ رہا تھا۔داجی اور زنیرہ بی بی سے ملنے کے بعد وہ کمرے میں آیا۔کمرے میں نائٹ بلب کی ہلکی روشنی تھی۔اس نے بیڈ پر دیکھا۔وشمہ سو رہی تھی۔ایک ہاتھ بیڈ سے نیچے ڈھلک رہا تھا۔اس نے گاڑی کی چابی اور گھڑی اتار کر میز پر رکھی اور اس کے پاس آ کر آہستہ سے اس کا ہاتھ بیڈ پر رکھا۔وشمہ نے درد سے ہلکی سی آنکھیں میچ لیں۔دیان نے اس کا ہاتھ دیکھا جس پر کینولا لگا تھا اور ہلکی ہلکی سویلنگ بھی تھی۔اس نے فوراً وشمہ کو دیکھا وہ گہری نیند میں تھی۔پھر نظر سائڈ میز پر رکھی دوائیوں پر گئی تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔سوئی نہیں ابھی تک آپ۔''

''نہیں کچھ کام کر رہی تھی یہ لو۔''نوال نے ٹرے اس کی طرف بڑھائی جس میں ایک طرف سوپ تھا اور دوسری طرف دودھ کا گلاس۔

''وشمہ کو اٹھا کر یہ دے دو پھر اسے کہنا دودھ کے ساتھ دوائی کھا لے۔''

دیان نے ٹرے نوال کے ہاتھوں سے پکڑ لی۔

''کیا ہوا ہے وشمہ کو۔'' نوال نے دیان کو دیکھا پھر پیچھے سوتی ہوئی وشمہ کو۔ ''تمہیں میری قسم ہے نوال۔''

''کمزوری ہوگئی ہے اتنے دنوں سے کچھ کھا ہی نہیں رہی اور بخار بھی نہیں اتر رہا تھا آج ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔''

دیان نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''میں چلتی ہوں۔'' وہ دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ دیان نے ٹرے سائڈ میز پر رکھی اور وشمہ کو دیکھنے لگا۔ تبھی وشمہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ دیان کو سامنے کھڑا دیکھ کر وہ فوراً اٹھی۔ بال چہرے سے ہٹا کر کیچر میں قید کیے اور آہستہ سے کھڑی ہوئی۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ دیان نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اپنے کپڑے لے کر ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

وہ فریش ہو کر آیا تو وشمہ دودھ کا گلاس پکڑے دوائی کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دیان نے سوپ کے پیالے کی طرف دیکھا جس میں سے مشکل سے تین چمچ ہی لیے گئے ہوں گے۔ وشمہ کے چہرے پر درد کے آثار تھے۔ ڈرپ ہیوی تھی جس کی وجہ سے ہاتھ میں سوجن ہوگئی تھی۔ دیان اسے دیکھنے لگا کہ شاید وہ اس سے مدد لے گی لیکن اس نے دوائی خود ہی نکال کر کھالی۔ دیان سر جھٹک کر اپنی سائڈ کا لیمپ بند کر کے لیٹ گیا۔ وشمہ نے بھی اپنی سائڈ کا لیمپ بند کر دیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

''تمہارا یہ رویہ برداشت نہیں ہو رہا مجھ سے دیان۔ ایسا مت کرو مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔'' ایک نظر سامنے الماری کی طرف دیکھا جہاں ناولز پڑے تھے پھر وہ آہستہ سے لیٹ گئی۔ ہاتھ اٹھا کر دیان پر رکھنا چاہا لیکن پھر وہ ہوا میں ہی ٹھہر گیا۔

✡......✡......✡

میری روح تک نچوڑ گئی

ضرب ایسی اس کے لہجے میں تھی

پھولوں پر شبنم کے قطرے واضح ہو رہے تھے۔ فجر کی نماز اور قرآن پڑھ کر وہ اب حویلی کے پچھلے لان میں بیٹھی گھاس کو گھور رہی تھی۔ سورج کی کرنیں آہستہ آہستہ آسمان پر روشنی پھیلا رہی تھیں۔ اس نے کالی شال اپنے

گرد لپیٹ رکھی تھی۔

''ارے ماڑا اتنی ٹھنڈ میں یہاں کیوں بیٹھا ہے۔''

''بس ایسی ہی خان بابا۔تازہ ہوا لینے آئی تھی۔''

''اچھا اچھا۔''

''اور آپ سنائیں کیسے ہیں۔''

''اللہ کا کرم ہے بالکل ٹھیک لیکن ہم کو اپنی گڑیا ٹھیک نہیں لگ رہی۔''

وشمہ مسکرائی۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''نہیں نہیں جیسے پہلے تھی نہ شرارتیں کرتی ہوئی بھاگتی دوڑتی حویلی میں رونق لگتی تھی۔''

''بہت جلد حویلی میں دوبارہ رونق لگ جائے گی۔'' وہ مسکرا کر بولی بے اختیار ہاتھ گود میں رکھا۔

دیان نماز پڑھ کر جاگنگ کر کے کمرے میں آیا تو کمرہ خالی تھا۔جوس ہر روز کی طرح ٹیبل پر پڑا تھا اس نے ایک گھونٹ لیا۔وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔وشمہ صوفے پر بیٹھی قرآن پڑھ رہی تھی۔

''جوس کہاں ہے۔'' وشمہ نے انگلی سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر قرآن الماری میں رکھا تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔گل سے جوس لے کر اس نے گلاس اور پھر دیان پر پھونک ماری۔

''یہ لو۔''

''یہ کیا کر رہی تھی۔''

''یہ میں روز کرتی ہوں پکڑو۔''

''اب سمجھ آیا تم مجھے قابو کرنے کے لیے مجھ پر دم کرتی ہو تبھی میں کہوں روز روز یہ کمبخت دل تم پر اس قدر فدا کیوں ہوتا جا رہا ہے۔'' وہ اس کی گردن پر جھکا۔وشمہ فوراً پیچھے ہوئی۔

''تمہاری حفاظت کے لیے ایسا کرتی ہوں قابو شابو کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔باتوں کی آواز پر وہ سوچوں سے نکلا اور ہاتھ میں تھامے گلاس کو دیکھا پھر ایک ہی گھونٹ میں سارا

جوس پی کر ٹیرس پر آیا۔ وشمہ مسکرا کر خان بابا سے باتیں کر رہی تھی۔

''میں کیوں نہیں سمجھ سکا وشمہ کہ تم تو شروع سے ہی مجھے قابو نہیں کرنا چاہتی تھی میں کیوں نہیں سمجھا۔ تم نے مجھے کیوں نہیں روکا پھر کیوں مجھے اپنی محبت میں قید کیا۔ کیوں مجھے اپنا اسیر بنایا۔ کیوں اس رشتے کو اتنا بڑھایا۔ لیکن تمہاری آنکھوں میں محبت دیکھی تھی میں نے۔ آہ۔'' اس نے غصے سے گرِل پر ہاتھ مار کر سر جھکایا۔

کبھی زلف پر، کبھی چشم پر
کبھی تیرے حسیں وجود پر
جو پسند تھے میری کتاب میں
وہ شعر سارے بکھر گئے
مجھے یاد ہے کبھی ایک تھے
مگر آج ہم ہیں جدا جدا

۞......۞......۞

شام ہوتے ہی پوری حویلی روشنی میں نہا گئی۔ چاروں طرف سجاوٹ کی گئی تھی۔ ایک طرف مزے دار کھانے بن رہے تھے تو دوسری طرف لان میں ٹینٹ لگا کر سجاوٹ کی گئی تھی۔ آج نوال کی مہندی کا فنکشن تھا۔ لڑکا، لڑکی دونوں کی مہندی اکٹھی تھی۔ نکاح ہو چکا تھا اس لیے کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اکٹھے فنکشن میں تقریب میں بس گھر کے اور کچھ قریبی رشتہ دار شامل تھے۔ حویلی کے اندر بھی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ دیواریں اور سیڑھیوں کی گرِل گیندے کے پھولوں سے سجا رکھی تھی۔

مہندی اور گولڈن رنگ کا لہنگا پہنے امل، نوال کا دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی۔ نوال نے مہندی اور مہرون رنگ کا غرارہ پہن رکھا تھا جس پر گولڈن تِلے کا کام تھا۔ بالوں کی چٹیا بنا کر کندھے کے ایک طرف ڈال رکھی تھی جس میں موتیے کے پھولوں کی لڑی بھی تھی۔

''آپی ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔''

''تھینک یو تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو۔ آج تو کوئی نہ کوئی پسند کر ہی لے گا۔'' نوال کی بات پر امل نے

شرمانے کی ایکٹنگ کی

''سچ کہہ رہی ہیں۔''

''ہاں لیکن تم اپنی شرطیں منوانے مت لگ جانا۔''اس نے منہ بنایا۔

''اچھا منہ نہ بناؤ۔ دیکھو وشمہ تیار ہو گئی اور اس کی دوائی بھی دیکھ لینا فائل میں نے سائڈ والی الماری میں رکھی ہے اور دھیان رکھنا یہ بات ابھی کسی اور کو پتہ نہ چلے۔''

''ٹھیک ہے لیکن آپی وشمہ اور دیان لالہ کے بیچ ناراضگی کی وجہ کیا ہے۔''

''یہ تو مجھے نہیں پتا اور نہ ہی میں نے پوچھا ہے انشاءاللہ جلد ہی دونوں ٹھیک ہو جائیں گے۔''

وشمہ کے کمرے میں نظر ڈالیں تو شیشے کے سامنے بیٹھی وہ سست ہاتھوں سے چوڑیاں پہن رہی تھی۔ کینولا کی جگہ اب بینڈ تیج تھی۔ صبح وہ امل کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس سے ہو آئی تھی۔ مہرون اور گولڈن رنگ کا لہنگا اس پر بہت بچ رہا تھا۔ بالوں کا آگے سے سٹائل بنا کر پیچھے چٹیا بنا رکھی تھی۔ دیان ڈریسنگ روم سے کف کہنیوں تک موڑتا نکلا۔ اس نے وشمہ کے لہنگے سے ملتا جلتا ہی مہرون کرتا پہن رکھا تھا۔ اس نے جھک کر ڈریسنگ سے برش اٹھایا۔ وشمہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

''آہ۔''

''کیا ہوا۔'' دیان نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا۔ چوری ٹوٹنے کی وجہ سے ہاتھ میں کٹ لگ گیا تھا۔ وشمہ نے نظر اٹھا کر دیان کو دیکھا جو آنکھوں میں فکر لیے اس کا ہاتھ دیکھ رہا۔ تھا ٹشو سے وہ جونہی خون صاف کرنے لگا وشمہ نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

''ٹھیک ہوں میں۔'' وہ کھڑی ہو گئی تبھی دستک دے کر امل کمرے میں آئی۔

''وشمہ تیار ہو گئی؟''

''ہاں۔''

''گجرے کیوں نہیں پہن رہی۔ گل کو واپس کیوں بھیج دیا۔''

دیان کا گھڑی بند کرتا ہاتھ رکا۔ اس نے نظر اٹھا کر وشمہ کو دیکھا وشمہ نے بھی دیان کو دیکھا۔ دونوں کے

سامنے ایک ہی منظر آیا۔وشمہ نے فوراً امل کی طرف رخ کیا۔

”ویسے ہی میرا دل نہیں کر رہا تھا۔نوال تیار ہوگئی؟“

”ہاں وہ تیار ہیں جلدی سے آپ دونوں نیچے آجائیں مہمان آنا شروع ہوگئے ہیں۔“

امل چلی گئی تو وشمہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور سر بیڈ کراؤن سے ٹکا دیا۔سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

”کوشش کرنا کہ باہر کسی کو کچھ نہ پتا چلے۔میں نہیں چاہتا ہماری وجہ سے کسی کو کوئی پریشانی ہو۔شادی کے بعد میں تمہیں اس زبردستی کے رشتے سے......“ وہ رکا،آگے بولنا بہت مشکل تھا۔وشمہ فوراً سے اٹھی۔اس نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھا آنکھیں نمکین پانی سے بھر گئیں۔

”تم ایک ہی دفعہ مجھے مار دو دیان لیکن پلیز پل پل مرنے کے لیے مت چھوڑو۔مت ایسے الفاظ بولو جس سے خود کو بھی تکلیف ہو رہی ہے۔“

”تم میری فکر مت کرو میں تمہیں اس زبردستی کے رشتے میں قید نہیں رکھ سکتا اور ویسے بھی اگلے ہفتے میں بزنس کے سلسلے میں واپس امریکہ چلا جاؤں گا۔نہ تم میرے سامنے آؤ گی اور نہ میں تمہارے۔یہ باب یہیں ختم ہو جائے گا۔“

”پاگل ہوگئے ہو ایسے ختم نہیں ہوتے رشتے۔“

دیان نے اس کے ہاتھ اپنے کندھوں سے جھٹکے۔

”دیان! مجھ سے لڑ لو، مجھے مار لو، مجھے سب کے سامنے باتیں سنا دو سب کچھ کر لو لیکن پلیز، مجھے چھوڑ و مت پلیز......“ روتے ہوئے اس نے دیان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔وہ بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گیا اور وہ روتے ہوئے نیچے بیٹھ گئی۔

”بیٹا! دیان کی کوئی غلطی نہیں ہے اس کو سزا مت دینا اس کے ساتھ ناانصافی مت کرنا۔“ بی بی جان کی باتیں کانوں میں گونجیں۔

”تمہیں اپنے آپ پر بہت ناز تھا نا وشمہ،اب کیوں اس شخص کے لیے رو رہی ہو جس کو ہر بات پر ذلیل کرتی رہی ہو۔“ ضمیر نے ملامت کی۔اس نے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے۔

''چپ کر جاؤ سب پلیز چپ کر جاؤ۔'' وہ چیخ کر کہتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ عالیہ جو اسے بلانے اوپر آئی تھی کمرے سے اس کی آواز سن کر فوراً اندر آئی۔

''وشمہ۔'' اس کو نیچے بیٹھا دیکھ کر وہ تڑپ اٹھیں۔

''وشمہ اٹھو میری جان یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔''

''مورے۔'' وہ ان کے گلے لگ گئی۔

''وشمہ میری جان کیا ہوا ہے۔'' امل جو گجرے لیے کمرے میں آ رہی تھی اس کے قدم دروازے میں ہی تھم گئے۔

''وشمہ۔''

''امل دیکھو بیٹا اسے کیا ہوا ہے۔'' عالیہ نم آنکھیں لیے بولیں۔ امل فوراً دروازہ بند کر کے اس کے پاس آئی۔

''وشمہ کیا ہوا ہے۔ کھڑی ہو جاؤ۔'' اس نے وشمہ کو کھڑا کر کے بیڈ پر بٹھایا۔

''کیوں رو رہی ہو۔''

''سب ختم ہو گیا ہے۔'' وشمہ نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

''وشمہ چپ کر جاؤ۔ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی ڈاکٹر نے منع کیا ہے نا سٹریس لینے سے چپ کر جاؤ'' امل نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

''وہ مجھے چھوڑ دے گا ماما! دیان مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ کیوں سب مجھے چھوڑ دیتے ہیں۔'' وہ مسلسل رو رہی تھی۔

''کوئی نہیں چھوڑے گا۔''

''وشمہ ایسی حالت میں سٹریس صحیح نہیں ہے پلیز۔'' عالیہ نے امل کو دیکھا جس پر اس نے سر ہلایا۔ عالیہ نے حیرت سے وشمہ کو دیکھا۔

''میں نے دیان کو کھو دیا ماما! میرے لیے جو قیمتی تھا میں نے اسی کو بے مول رکھا۔ میں نے اپنی زندگی کو کھو دیا۔'' اس نے بے دردی سے اپنے گال رگڑے۔ امل نے فوراً اسے دوائی دی جس کو کھا کو وہ کھڑی ہو گئی۔

''وشمہ چندا! ٹھیک ہو۔''

اس نے سر ہلایا۔

''امل! تم نیچے جاؤ سب آ گئے ہوں گے۔ ماما آپ بھی جائیں میں کچھ دیر تک آتی ہوں۔''

''پکا ٹھیک ہو۔'' عالیہ نے اس کے سر پر پیار کیا۔

''جی میں ٹھیک ہوں فریش ہو کر آتی ہوں۔''

وہ دونوں چلی گئیں تو اس کی نظر بک شیلف پر گئی۔ وہ آہستہ سے چلتی ہوئی اس کے سامنے آئی اور دیان کا دیا کپ اٹھایا۔

''تہ زمہ پہ زڑہ کہ دہ درازاری پہ زے دراز یگے۔'' اس نے موبائل اٹھا کر ٹرانسلیٹر کھولا اور جملہ لکھ کر سرچ بٹن دبا دیا فوراً سکرین پر لفظ نظر آئے۔

''تم میرے دل میں دھڑکن بن کر دھڑک رہی ہو۔'' پڑھتے ہی وشمہ کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا۔ اس نے کپ اپنی جگہ پر رکھا اور شیشے کے سامنے آ کر اپنی حالت درست کی پھر الماری سے ایک لال ڈبہ نکال کر کھولا ۔اس میں بہت ہی خوبصورت لاکٹ تھا۔

''جب تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے تم یہ پہن لینا میں سمجھ جاؤں گا۔'' اس نے آہستہ سے چین پہنی پھر آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ لاکٹ اسکے گلے میں بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ دوپٹہ ٹھیک کر کے باہر چلی آئی۔

✡......✡......✡

فضا میں رنگ برنگی خوشبو یکجا ہو کر ماحول کو معطر کر رہی تھی۔ برقی قمقموں سے وقاص خان حویلی جگمگا رہی تھی۔ آسمان پر پورا چاند آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ہوا ماحول کو اور دلکش بنا رہی تھی۔ نوال کا چہرہ گھونگھٹ میں چھپا ہوا تھا۔ رسم ہوتے ہی نوید اٹھ کر باہر چلا گیا۔ وشمہ ایک طرف بیٹھی تھی وہ کسی چیز میں حصہ نہیں لے رہی تھی۔ اس کی نظریں دیان پر تھیں جو اپنی آفس کولیگ کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ وشمہ کا روم روم جیسے آگ میں جھلس رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا سامنے کھڑی لڑکی کا جا کر گلا دبا دے۔ مہندی لگانے کا انتظام اندر ہال میں کیا گیا تھا۔ مہمان آہستہ آہستہ واپس اپنے گھروں کے لیے روانہ ہونے لگے۔

بختاور جو اندر لاؤنج میں جا رہی تھی۔فون کی آواز پر سائڈ پر ہو کر رک گئی اور سکرین دیکھی۔اس نے جھنجھلا کر فون کاٹا۔

''صبح سے دماغ خراب کیا ہوا ہے۔''

فون دوبارہ بجنے لگا تو آخر اس نے کال ریسیو کر ہی لی۔

''کیا مصیبت ہے میں دس دفعہ کہہ چکی ہو مجھے اب اس سب معاملات سے دور رکھو۔سمجھ میں نہیں آتا اور خبردار مجھے اب فون کیا ورنہ میں داجی اور دیان کو سب بتا دوں گی۔'' وہ غصے سے فون بند کر کے پلٹی اور بری طرح پیچھے سے آتے ولید سے ٹکرائی۔

''اف اللہ۔'' اس نے اپنا سر پکڑا ولید جو کال پر بات کرتا باہر آرہا تھا سامنے بختاور کو دیکھ کر ٹھہر گیا اور کال بند کی۔

''محترمہ ایک بات بتائیں ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر کیوں سوار رہتی ہیں۔''

''میری کوئی غلطی نہیں ہے۔آپ کا ہی دھیان فون پر تھا میرا سر پھوڑ دیا۔'' وہ اپنا سر سہلاتے ہوئے بولی۔

''یہ تو سراسر الزام ہے غلطی ہرگز میری نہیں ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' وہ اندر جانے لگی تبھی ولید فوراً بولا۔

''رکیں بختاور۔''

بختاور رکی۔

''آپ انگیجڈ ہیں۔''

''جی ی ی ی۔'' اس نے حیرت سے ولید کو دیکھا۔

''کیا ہیں۔''

''نہ۔نہیں تو۔''

''گڈ۔''

''اس میں گڈ والی کیا بات ہے۔''

''اب میں اپنی مورے کو بھیج سکتا ہوں۔''

”کہاں؟“

”آپ کے گھر۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

”میرے گھر لیکن کیوں؟“ وہ الجھی

”مس بختاور! ایک لڑکا ایک لڑکی کے گھر اپنی امی کو کیوں بھیجتا ہے۔“ بول کر وہ باہر چلا گیا اور پیچھے بختاور حیرت سے آنکھیں کھولے اس کی پشت کو دیکھنے لگی۔

سارے مہمان جا چکے تھے۔ بس اب آغا حویلی کے افراد تھے جن کو داجی نے روک لیا تھا کہ سب لڑکیاں مہندی لگا لیں۔ سب لاؤنج میں ایک طرف بیٹھے تھے اور دوسری طرف مہندی لگانے والی لڑکیاں مہندی لگا رہی تھیں۔ وشمہ شاہ کے کندھے پر سر ٹکائے گم صم سی بیٹھی تھی۔ تبھی زنیرہ بی بی نے اسے آواز دی۔ وہ اٹھ کر ان کے پاس آئی تو انہوں نے اسے ڈائننگ پر بٹھایا۔ وہ کھانا لگوا چکی تھیں پھر اوپر جاتے دیان کو اپنے پاس بلایا۔

”جی مورے۔“

”بیٹھو ادھر تم دونوں کے علاوہ سب نے کھانا کھا لیا ہے خبردار یہاں سے اٹھے۔“ دیان کو اٹھتا دیکھ کر وہ فوراً بولیں۔

”میں کھا چکا ہوں۔“

”جھوٹ مت بولو چپ کر کے بیٹھو اور کھاؤ بلکہ وشمہ کو اپنے ہاتھوں سے کھلاؤ۔“ وشمہ جو سر جھکائے بیٹھی تھی ان کی بات پر فوراً سر اٹھایا۔

”مورے میں۔“

”دیان! جلدی کرو بیٹا مہندی بھی لگنی ہے ابھی وشمہ کو۔“ زنیرہ بی بی نے دونوں کا کھنچا کھنچا رویہ دیکھ کر جان کر دونوں کو ایک ساتھ بٹھایا۔ دیان نے مزید مزاحمت چھوڑ کر نوالہ بنا کر وشمہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وشمہ اسے دیکھے گئی۔

”کھاؤ بیٹا۔“ زنیرہ بی بی نے وشمہ کو کہا تو اس نے آہستہ سے دیان کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے نوالہ کھا لیا۔

”چلو تم دونوں آرام سے کھا لو میں باقی سب کو دیکھ لوں۔“

دیان نے دوسرا نوالہ وشمہ کی طرف بڑھایا تو اس نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ دیان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وشمہ کی آنکھیں نمکین پانی سے بھری ہوئی تھیں

"مجھے بھوک نہیں ہے تم کھالو۔" وہ کرسی گھسیٹ کر اٹھ گئی۔

"صاف کہو میرے ہاتھ سے نہیں کھانا چاہتی میں صرف مورے کے کہنے پر آیا تھا۔"

"میرا کچھ بھی کہنا بیکار ہے کیونکہ تم نے میرے لیے اپنے دل کے سارے دروازے بند کر لیے ہیں۔"

دیان غصے سے ٹیبل پر ہاتھ مار کر اٹھ گیا۔ وشمہ نے آنکھیں بند کر کے آنسو اندر اتارے اور پلٹ کر میرب کے پاس آئی جو آئرہ کو سلا رہی تھی۔

"بھابھی اسے مجھے دے دیں آپ مہندی لگوائیں جا کر۔"

"ارے نہیں تم تھک جاؤ گی مجھے نہیں لگوانی مہندی۔"

"ایسے کیسے نہیں لگوانی ارحم لالہ کو پسند ہے ناں، چلیں جائیں اسے مجھے دیں۔"

"تم نے بھی تو لگوانی ہے میں اسے ارحم کے حوالے کرتی ہوں تم بھی آؤ۔"

"ارحم لالہ باتوں میں مصروف ہیں۔ میں بعد میں لگوالوں گی۔ آپ جائیں ویسے بھی ابھی داجی واپسی کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ فوراً سے جائیں میں اسے اپنے کمرے میں لے جاتی ہوں۔" میرب مسکرا کر چلی گئی تو وہ آئرہ کو لے کر کمرے میں آ گئی اور اس کا فیڈر میز پر رکھا۔

"کیسی ہے میری پرنسز، آج تو بہت پیاری لگ رہی تھی۔" وہ اس کے ساتھ کھیلنے لگی۔ واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔

"آپ کے ماموں واش روم میں ہیں، مِس کیا ماموں جان کو۔ آپ کے ماموں جان آج کل سڑوں سڑوں ہو گئے ہیں۔ کچھ سمجھ آیا نہیں۔" آئرہ نے اچانک رونا شروع کر دیا۔

"آئے ہائے ماموں کی چچی برائی برداشت نہیں ہوئی۔ اچھا اچھا بہت اچھے ہیں آپ کے ماموں۔ دنیا کے حسین شہزادوں میں سے ایک ہیں۔ ہونہہ اکڑو۔ ڈائن۔" آخری لفظ پر وہ ہنسنے لگی۔ شاید آخری نام سے کچھ پرانی یادیں تازہ ہوئی تھیں۔ گھنے درختوں میں بتائی راتیں، سرد اور ٹھنڈی راتیں۔ آئرہ کے رونے سے وہ واپس حال

میں آئی اور کھڑے ہو کر آئرہ کو ہلانے لگی۔

"کیا ہو گیا میری گڑیا کو اللہ۔ اللہ۔ چلو سو جاؤ۔" وہ اسے آہستہ آہستہ تھپکنے لگی لیکن آئرہ کے سر جاری تھے۔ دیان ٹاول سے بال رگڑتا باہر آیا۔ وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔ ایک نظر وشمہ کو دیکھا جو آہستہ آہستہ آئرہ کو ہلا کر چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بال بنانے کے لیے ڈریسنگ کی طرف بڑھ گیا۔

"اللہ اللہ سو جاؤ پرنسز، کیا ہو گیا کیوں رو رہی ہو بھوک لگی ہے رکو۔" اس نے جھک کر اس کا فیڈر اٹھایا اور اس کے منہ میں ڈالا۔ اس کی اپنی کمر میں شدید درد ہو رہا تھا آئرہ نے جھٹکے سے فیڈر ہٹا دیا۔

"دودھ بھی نہیں پینا پھر کیوں رو رہی ہو۔ چپ کر جاؤ جانی۔"

آئرہ چپ ہونے کے بجائے اور زور و شور سے رونے لگی۔ دیان آگے بڑھا اور اسے اپنی گود میں لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وشمہ نے نظریں اٹھائیں پھر آہستہ سے آئرہ دیان کو پکڑا دی اور اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسے سینے سے لگا کر آہستہ آہستہ تھپک رہا تھا۔ اب آئرہ رونا بھول کر آنکھیں بند کیے ہلکے ہلکے سر لگا رہی تھی۔ دو منٹ بعد ہی مکمل خاموشی چھا گئی۔ وہ سو چکی تھی۔ وشمہ مسکرا کر الماری کی جانب پلٹی پھر آہستہ سے اپنے ہاتھ سے نئی زندگی کو محسوس کرنا چاہا۔

لبوں پر مسکان، آنکھوں میں پانی، اس نے آنکھیں بند کر کے اس خوبصورت احساس کو محسوس کیا۔ اسکی آنکھ سے دو موتی گرے۔ خدا نے عورت کو ماں بنا کر جو اعلیٰ مقام دیا ہے وہ بھی اسکی حقدار بن گئی تھی۔ سچ کہتے ہیں ماں بننا دنیا کا سب سے خوبصورت احساس ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے فریش ہونے چلی گئی۔ جیسے ہی وہ کپڑے بدل کر باہر نکلی تو اسکی نظروں نے دیان کو ڈھونڈا۔ وہ کمرے میں موجود نہیں تھا۔ اس نے پھیکی سی مسکان کے ساتھ لاکٹ کو دیکھا اور پھر نظریں اٹھا کر سامنے لگی دیان کی تصویر کو دیکھا۔

"اتنی نفرت ہو گئی دیان کہ ایک نظر مجھ پر ڈالنا گوارا نہ کیا۔ اگر دیکھ لیتے تو جان جاتے تمہارے عشق میں یہ وشمہ جوگن بن گئی ہے۔ تمہاری ایک نظر اس پیاسے دل کو سیراب کر دیتی لیکن شاید میرا قصور بہت بڑا ہے۔" اس نے آنسو پونچھے اور آئرہ کے پاس آ کر لیٹ گئی۔

تو بھی کچھ اور، اور ہے، ہم بھی کچھ اور اور ہیں
جانے وہ تو کدھر گیا، جانے وہ ہم کدھر گئے؟

رات کی تاریکی۔ٹھنڈی ہوا۔اداس اداس سا چاند ماحول کو اور بھی سوگوار کر رہا تھا۔وہ شخص بھی چاند کی اداسی کا ہی حصہ معلوم ہو رہا تھا۔سگریٹ پر سگریٹ سلگانے پر بھی وہ اپنے اندر برپا سیلاب کو روک نہیں پا رہا تھا۔ایک آگ تھی جس نے اسکے وجود کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو چکا تھا کہ کیوں کیا وشمہ نے ایسا۔اسکی آنکھوں کی وہ جوت جو اسے دیکھ کر جلا کرتی تھی جھوٹی نہیں ہو سکتی اس کا وہ تڑپ کر رونا جھوٹ تھا کیا؟

''ہاں جھوٹ تھا۔'' دیان کی نظر سامنے اٹھی تو وہ چونک اٹھا۔کیونکہ سامنے اس کا عکس موجود تھا۔

''کیا ہوا؟ چونک گئے میں تمہارا عکس ہوں۔'' دیان نے اس پر سے نظریں ہٹائیں۔

''کیا ہوا دیان خان۔تم ایک عورت سے ہار گئے اب اعتراف کرنے سے ڈر رہے ہو کہ تمہیں شرم آ رہی ہے کہ ایک عورت تم سے کھیل گئی۔وہ بھی تمہارے دل سے جہاں تک کوئی رسائی حاصل نہیں کر سکا۔تم نے خود اپنے ساتھ دھوکا ہونے دیا ہے اتنا آسان نہیں ہے کسی مرد کے دل سے کھیلنا لیکن وہ کھیل گئی کیونکہ تم نے اسے موقع دیا۔تم ایک عورت کے جال میں پھنسے اور خود کو بے وقوف بنایا۔''

''جسٹ شٹ اپ۔'' وہ چیخا۔سرد ہوا بھی اس کے اندر کی جلن کو ختم نہیں کر پا رہی تھی۔

''ہاہاہا۔کیا ہوا دیان برا لگ رہا ہے۔مجھے تم خاموش کرواؤ گے میں تمہارا عکس ہوں خاموش بھی ہو جاؤں گا لیکن کیسے جی سکو گے جب تک تم اپنی ہار کا بدلہ اس سے نہ لے لو۔''

''نہیں دیان۔'' دیان نے دوسری طرف نظر اٹھائی۔وہاں بھی اسے اپنا عکس نظر آیا۔

''میں تمہارے اندر کی اچھائی ہوں دیان، تم خود سوچو وہ اگر تم سے محبت نہ کرتی تو کبھی بھی تمہارے لئے نہ روتی۔تم نے اسے جیلس ہوتے دیکھا ہے۔تم پر اپنا حق جتاتے دیکھا ہے۔''

''وہ سب ڈرامہ تھا دیان۔''

''نہیں دیان، اسکا گڑگڑانا ڈرامہ نہیں تھا جب اسکی حقیقت کھلی تب بھی وہ تڑپ اٹھی۔تم سے رو رو کر کچھ کہنے کی کوشش کرتی رہی دیان۔''

"وہ سب ڈھکوسلے بازی تھی۔"

"نہیں دیان، عورت اس وقت تڑپتی ہے جب وہ اپنے محبوب سے محبت کرتی ہے اور وشمہ کا رونا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے تم سے محبت ہے۔"

دیان نے فوراً کھڑے ہو کر ہاتھ میں تھامے گجرے دور پھینکے۔ دونوں عکس غائب ہو چکے تھے وہ اپنا سر پکڑ کر دوبارہ بیٹھ گیا۔

"آہ، وشمہ تم نے مجھے کہاں لا کھڑا کیا ہے۔"

بختاور نے جھک کر گجرے اٹھائے اور اس کے پاس آئی۔ پوری حویلی اندھیرے اور خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ لان میں سر تھامے بیٹھا تھا۔

"دیان۔" بختاور نے آہستہ سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ دیان کی نم آنکھیں اور اجڑی حالت دیکھ کر اسے جھٹکا لگا۔ دیان خان اور ایسی حالت۔

"دیان! تم ٹھیک ہو؟" بختاور کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"ہمم۔" شدت ضبط سے اس کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔

"دیان! ہم کزنز ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے دوست بھی ہیں۔ تم اپنی تکلیف مجھ سے شیئر کر سکتے ہو۔" بختاور نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ہر وقت نک سک سے تیار رہنے والا دیان اس دیان سے قدرے مختلف تھا۔ بکھرے بال لال ہوتی آنکھیں۔ بکھرا بکھرا سا حلیہ۔ بختاور کے دل کو ٹھیس لگی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے بس آفس کے کام سے تھوڑا پریشان ہوں۔"

"کام اتنا کیوں بڑھا لیا ہے دیان۔"

"سب کام نبٹا کر جانا چاہتا ہوں۔"

"کہاں جا رہے ہو؟" بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کینیڈا۔"

"کیا لیکن کیوں؟"

دیان کی آنکھ سے آنسو چھلکا جسے دیان نے بے دردی سے صاف کیا۔شاید وہ بھی کسی سامع کی تلاش میں تھا آج بختاور کے روپ میں اسے وہ سامع مل گیا تھا۔

''کیونکہ میں نہیں رہ سکتا یہاں۔میرا دل مجھ سے بغاوت کرنے لگتا ہے اسے دیکھ دیکھ کر مرنے لگتا ہوں۔وہ سامنے ہوتو اس پر سے نظریں نہیں ہٹا پاتا۔وہ قریب ہوتو اسکی قربت کے لئے دل بے چین ہو جاتا ہے۔نا چاہتے ہوئے بھی اسی کو دیکھتا ہوں، اسی کو سوچتا ہوں۔وہ ہنسے تو دل میں سکون بھرنے لگتا ہے اس کے آنسو میری زندگی میں زلزلہ لے آتے ہیں۔'' دیان نے بے بسی سے کہا۔بختاور بس اسے سنے گئی۔

❁......❁......❁

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔کمرے میں اندھیرا تھا۔ہلکی سی چاند کی روشنی کھڑکی سے اندر آرہی تھی۔ دیان کی جگہ خالی تھی وہ بے چینی سے اٹھ کر بیٹھی۔

''دیان کہاں گیا۔'' دوپٹہ گلے میں ڈال کر ننگے پاؤں ڈریسنگ روم تک آئی۔پھر واش روم میں دیکھا۔وہ کہیں بھی نہیں تھا۔وشمہ کچھ سوچتے ہوئے باہر نکلی۔بھورے بال کمر پر گر رہے تھے۔اس نے ہاتھ اٹھا کر چہرے پر آتے بال کان کے پیچھے کیے۔وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگی۔لاؤنج میں مدھم روشنی تھی۔باتوں کی آواز پر اس نے گردن موڑی۔لان سے آواز آرہی تھی۔وہ باہر کی جانب بڑھی لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر وہ دروازے پر ہی تھم گئی۔بختاور دیان کے کندھے پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔ان دونوں کی پشت دروازے کی طرف تھی۔وشمہ کے قدم لڑکھڑائے۔وہ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف قدم اٹھانے لگی۔آنکھیں نمکین پانی سے بھر گئیں۔وہ لڑکھڑاتے قدموں سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کمرے میں پہنچی، بیڈ پر بیٹھتے ہی آنسو ٹپ ٹپ اسکی آنکھوں سے بہتے گئے۔بستر کی چادر کو اس نے اپنے دائیں بائیں رکھے ہاتھوں سے نوچ لیا۔

کچھ دیر بعد اس نے آنسوؤں کو اندر دھکیلنے کی کوشش کی مگر پھر وہ سسکیاں لینے لگی۔اس نے الٹے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرنا چاہے اور اس کوشش میں اسکے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی تھی۔

''بس اتنی سی تھی تمہاری محبت دیان۔جھوٹے ہو تم۔نہیں ہے تمہیں مجھ سے محبت۔'' وہ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے روتے ہوئے چیخ کر بولی۔''تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔نہیں کر سکتے ایسا نہیں کر سکتے۔''

وہ پاؤں اوپر کر کے لیٹ گئی اور سسکنے لگی۔

✿......✿......✿

"یہاں سے جا کر کیا اسے یاد نہیں کرو گے؟"

"کم سے کم وہ سامنے تو نہیں ہو گی۔ اسکی یاد، اسکی سوچ تو کبھی دل سے نہیں نکلے گی لیکن وہ تکلیف وہ بے بسی جو اسے سامنے دیکھ کر ہوتی ہے وہ تو کم ہو جائے گی۔"

"اتنی محبت کرتے ہو وشمہ سے۔"

"بہت بہت محبت کرتا ہوں اور اب یہ بات مجھے پل پل مار رہی ہے کہ جس سے بے انتہا محبت کی وہ تو مجھے استعمال کرتی رہی۔ وشمہ نے میری محبت کا تماشہ بنا دیا۔"

بختاور کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں دبا دیا ہو۔

"بزدل مت بنو دیان۔"

دیان نے دکھ سے بختاور کو دیکھا۔

"بزدل۔" وہ اپنے حال پر ہنسا۔ "محبت ہوتی ہی ایسی ہے اچھے خاصے پہلوانوں کو ایسے پچھاڑ دیتی ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔"

"تو کیا وشمہ کو چھوڑ دو گے۔"

"ہاں۔" اس نے درد سے کہا

"دیان خان یہ ظلم ہے۔" وہ بھیگے لہجے میں بولی۔

"ظلم تو میرے ساتھ ہوا ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا وشمہ صرف تمہاری ہے۔"

"وہ میرے علاوہ سب کی ہے۔"

"اتنے سنگ دل نہ بنو۔"

"رحمدل بن کر کیا مل گیا۔" دیان بول کر اس کی طرف دیکھے بغیر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

آ گہی کا ایک لمحہ انسان کی دنیا پلٹ کر رکھ دیتا ہے اور یہ وہی لمحہ تھا جب بختاور کو بھی آ گہی ملی تھی۔ اپنے کیے گئے گناہ کی۔ کیونکہ جو اس نے کیا وہ شیطان کا سب سے پسندیدہ فعل تھا۔ دو محبت کرنے والے میاں بیوی میں لڑائی کروادی تھی اس نے۔ وہ لب بھینچے رونے میں مصروف تھی۔ اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ اٹھ کر کمرے میں جا سکے۔

۞......۞......۞

کمرے میں آتے ہی نظر سامنے سوتی ہوئی وشمہ پر گئی۔ کتنے لمحے ایسے ہی بیت گئے دیان کی نگاہ اس کے ہاتھوں پر ٹھہر گئی۔

”مہندی بھی نہیں لگائی۔“ دیان نے اس کا ہاتھ دیکھتے ہوئے سوچا پھر قریب آ کر دیکھا تو چہرے پر آنسوؤں کے نشان تھے۔ وہ لب بھینچا اسکو دیکھتا گیا پھر سر جھٹک کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا

۞......۞......۞

بختاور ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ جانے کتنی ساعتیں بیت گئیں۔ ایسا ہی ہوتا ہے جب آ گہی حاصل ہوتی ہے تو دل و دماغ میں موجود سارے گناہ سارے کفر یاد آنے لگتے ہیں۔ وہی بختاور کے ساتھ ہو رہا تھا۔ اسے اپنے سارے غلط کام یاد آ رہے تھے۔ کیسے اس نے ان لوگوں سے مل کر وشمہ کو ٹارچر کیا اور پھر دیان کو حاصل کرنے کے لئے اس نے اسکی ریکارڈنگ کو الگ طریقے سے دیان کو سنایا۔

”یا اللہ کوئی تو راہ دکھائیں کیسے میں سب ٹھیک کروں کیسے ان دونوں کو ملاؤں؟ کیسے۔ پلیز میری مدد کریں۔ مجھے صحیح راستہ دکھائیں۔“ اتنے میں فجر کی اذان پورے شہر میں گونجنے لگی۔

”اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔“

اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ آواز بختاور کے دل سے آئی۔ اس نے آنسو صاف کیے اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اذان کا ایک ایک لفظ دہراتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ آج اس کا دل، اس کے جسم کا ایک ایک عضو خدا کے حضور جھک کر معافی مانگنا چاہ رہا تھا۔ اس نے پوری خشوع و خضوع سے وضو کیا، نماز پڑھی اور اپنے رب کے حضور سجدے میں سر جھکا دیا۔ کتنے ہی پل وہ سجدے میں جھکی رہی۔ سجدے سے سر اٹھا کر اپنے رب سے

روروکر اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔

"یا اللہ! میں بہت بڑی گنہگار بندی ہوں میں نے وہ کام کیا جو آپ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ میں نے دیان اور وشمہ کو الگ کرنا چاہا۔ میں بھٹک گئی تھی۔ میں نے یہ سوچا بھی کیسے کہ دیان کو حاصل کرلوں گی۔ وہ تو وشمہ کا تھا، ہے اور رہے گا۔ میں زبردستی اسکی زندگی میں بھی شامل ہو جاتی لیکن اسکے دل تک صرف وشمہ کی رسائی تھی۔ میں نے دو دلوں کو توڑا ہے۔ میری خطا نا قابل معافی ہے لیکن اللہ! آپ غفور ورحیم ہیں۔ مجھے معاف کردیں۔ میں نے جو بھی کیا غلط کیا۔ میں چاہ کے بھی سب مٹا نہیں سکتی لیکن میرے مالک آپ تو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والے ہیں۔ مجھے معاف کردیں۔ میرا عیب دنیا سے چھپالیں۔ میں دیان کو سب کچھ سچ سچ بتا دوں گی۔ مجھے دنیا کے سامنے رسوا ہونے سے بچالیں۔ ان دو دلوں کو ملا دیں۔ اللہ، وہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ یہ بات مجھے دیر سے سمجھ آئی۔ میرے مالک! مجھ خطا کار کو جو سزا دینا چاہیں میں حاضر ہوں۔ بس ان دونوں کو الگ ہونے سے بچالیں۔" ایک بار پھر سجدے میں گر کر بختاور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

⁂......⁂......⁂

صبح کا سورج پورے شہر کو روشن کرنے لگا۔ آج نوال کی بارات تھی۔ اس لیے پوری حویلی میں اداسی چھائی ہوئی تھی۔ نوال صبح سے ذوالفقار صاحب کے کندھے پر سر رکھے بیٹھی تھی اور وقفے وقفے سے اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔

"بیٹا! بس نہ جاؤ شاباش کچھ دیر آرام کرلو جا کر۔" ذوالفقار صاحب نے پیار سے کہا تبھی امل کمرے میں آئی۔

"ہاں نوال بچے، اٹھو جاؤ جا کر کچھ دیر سو جاؤ امل جاؤ کمرے میں لے جاؤ اسے۔"

امل بھی صبح سے اداس اور خاموش تھی۔ اس کی پیاری اور لاڈلی بہن اسے چھوڑ کر جا رہی تھی۔ کیسے نہ اداس ہوتی وہ۔ کمرے میں آ کر نوال بیڈ پر بیٹھی۔ امل الماری سے اس کا لہنگا نکالنے لگی تبھی وشمہ اس کی جیولری لے کر کمرے میں آئی۔

"امل! یہ لو یہ سب بھی لہنگے کے ساتھ رکھ دو۔"

"کیسی طبیعت ہے وشمہ۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"دیان کدھر ہے۔"

"میری بہن نے مجھے یاد کیا اور میں حاضر۔" ابھی وہ بولنے ہی لگی تھی تبھی دیان کی آواز آئی۔سب نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"دیان۔" وہ اٹھ کر اس کے سینے سے لگ گئی۔

"یہ میں آپ کے لیے لایا تھا۔" دیان نے گفٹ پیک نوال کو پکڑایا۔وشمہ اور امل مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں تا کہ بھائی بہن آرام سے باتیں کر لیں۔

✿......✿......✿

خاموش فضا تھی کہیں سایہ بھی نہیں تھا
اس شہر میں ہم سا کوئی تنہا بھی نہیں تھا

رات نے اپنے پنکھ پھیلائے،حویلی کا کونہ کونہ روشن تھا۔سب کے چہرے خوشی سے جگمگا رہے تھے سوائے ان دو روٹھے ہوئے دلوں کے،جن کی خوشی ایک دوسرے کے ساتھ تھی۔بی بی جان نے وشمہ کو آج اس کی شادی کا جوڑا پہننے کو کہا تھا لیکن اس نے سہولت سے انکار کر دیا کہ کل پہن لوں گی آج طبیعت بہت بوجھل ہے۔اس نے آج رسٹ کلر کی میکسی پہن رکھی تھی جس پر پیرٹ گرین دبکے کا کام تھا۔

یہ سوٹ بھی دیان کی پسند کا تھا۔بالوں کی فرینچ چٹیا بنا رکھی تھی اور نازک سے گولڈ سیٹ کے ساتھ ایک ہاتھ میں گولڈ کی چوڑیاں جو زنیرہ بی بی نے دی تھیں اور ایک ہاتھ میں کانچ کی چوڑیاں۔کوپر رنگ کے ہیلز پہنے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔دیان کمرے میں آیا تب وہ ہاتھوں میں رنگز پہن رہی تھی۔دیان کی پہنائی گئی انگوٹھی وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں اتارتی تھی۔دیان اسے دیکھ کر کھو سا گیا۔وشمہ نے شیشے میں اسکے عکس کو سرسری سا دیکھا اور باہر چلی گئی۔اس کا دل عجیب ہو رہا تھا۔طبیعت بوجھل،اوپر سے دیان کی بے رخی۔وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی تبھی سامنے سے آتی بختاور سے ٹکرائی۔

"اوہ سوری وشمہ۔" بختاور نے اسکی نم آنکھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اٹس او کے بختاور، غلطی میری ہے میں تمہارے راستے میں آ گئی تھی۔" وشمہ اسکی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھ گئی۔ اگر دیکھ لیتی تو جان جاتی اس وقت بختاور کی آنکھیں نادم اور شرمندہ تھیں۔ نیچے آتے ہی وہ بی بی جان کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔ بی بی جان بھی ادھر ہی بیٹھی تھیں۔ سب باتوں میں مصروف تھے۔ وہ اپنے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو دیکھنے لگی تبھی میرب عالیہ کے ساتھ لاؤنج میں آئی۔

"ماشاءاللہ وشہ، بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

"تھینک یو بھابھی، آپ بھی کسی سے کم نہیں لگ رہیں۔ آئرہ کہاں ہے؟"

"وہ ارحم کے پاس باہر ہے۔"

"امل اور نوال کب آئیں گی۔" اس نے عالیہ سے پوچھا۔ امل نے نوال کے ساتھ پارلر میں تیار ہونا تھا۔ زنیرہ بی بی نے وشمہ کو بھی بہت کہا کہ چلی جاؤ لیکن اس نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ خود گھر میں تیار ہو جائے گی۔

"بس آنے والے ہوں گے۔"

"وشمہ بیٹا ادھر آؤ۔"

بی بی جان کے بلانے پر وہ ان کے پاس چلی گئی۔ دیان بھی اسی وقت سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا۔ بلیک شلوار قمیض پر سلیقے سے بنائے گئے بال۔ ہاتھ میں گھڑی۔ تھوڑی تھوڑی بڑھی داڑھی۔ وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔

"دیان بیٹا ادھر آؤ۔"

وہ بھی بی بی جان کے پاس آ گیا۔ اب وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے تھے۔

"یہ ہے میرے شاہ کی بیٹی اور اس حویلی کی بہو میرے دیان کی بیوی۔" بی بی جان اپنی کسی جاننے والے سے ان کا تعارف کروا رہی تھیں۔ وشمہ کی نگاہ دیان کو دیکھتے ہی ٹھہر گئی۔ دیان بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا لیکن کل رات کا منظر آنکھوں کے سامنے آتے ہی وشمہ سر جھٹک کر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد ہی نوال اور امل خان بابا کے ساتھ حویلی آئے۔ نوال کو وشمہ اور میرب کمرے میں لے گئیں جبکہ امل گاڑی سے سامان نکال کر اندر جا رہی تھی تبھی اسفند نے اسے روکا۔

"سنیں۔"

وہ رک کر پلٹی۔ سلور رنگ کا سوٹ جس پر نگوں کا کام تھا ساتھ سلور ہی ہیل۔ اس نے چادر سے اپنے آپ کو ڈھکا ہوا تھا۔

"السلام علیکم جی۔"

"وعلیکم السلام۔"

اسفند کو لگا وہ اب کچھ نہیں بول پائے گا۔

"کیا ہوا؟" اسے چپ دیکھ کر وہ بولی۔

"آپ سے داجی نے کوئی بات کی۔"

"کس حوالے سے۔ مجھ سے تو داجی نے کوئی بات نہیں کی۔"

"اچھا بس یہی پوچھنا تھا۔" وہ بول کر واپس پلٹ گیا۔ امل بھی کندھے اچکا کر اندر چلی گئی۔ آغا جان نے وقاص خان سے اسفند اور امل کے رشتے کی بات کی تھی جس پر وقاص خان بہت خوش ہوئے لیکن انہوں نے امل سے پوچھ کر جواب دینے کا وقت مانگا تھا۔

وہ سب نوال کے پاس بیٹھے تھے۔ تبھی بارات آگئی کا شور اٹھا۔ آتش بازی نے سماں باندھ دیا۔ ڈھول کی تھاپ پہ لڑکوں کا رقص دیکھنے لائق تھا۔ نوید کو سٹیج پر لا کر بٹھایا گیا۔ سب لڑکے والوں کے خاطر میں لگ گئے۔ موسیقی سے ماحول اور خوشگوار ہو گیا۔ فضا میں راحت کی آواز گونج رہی تھی۔

سریلی اکھیوں والے۔

سنا ہے تیری اکھیوں سے بہتی ہیں نیندیں اور نیندوں میں سپنے۔

دیان شاہ اور عالیہ کے پاس آیا جو سائڈ پر کھڑے مسکرا کر بات کر رہے تھے۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ چچی جان، آج تو آپ نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔" اس نے عالیہ کا ہاتھ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔ عالیہ نے مسکرا کر اس کی گال پر ہاتھ رکھا۔

"شکریہ۔"

"شہزادے! ان کی تعریف کرنا میرا کام ہے آپ اپنی پرنسز کے پاس جائیں۔"

وہ دونوں مسکرا کر دائیں جانب بڑھ گئے تو اس کی نظر پیچھے کھڑی وشمہ پر گئی۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ دیان کے دیکھنے پر فوراً رخ موڑ لیا۔

اوٹ میں چھپ کے

دیکھ رہے تھے

چاند کے پیچھے پیچھے تھے

سارا جہاں دیکھا، دیکھا نہ آنکھوں میں

پلکوں کے نیچے تھے

راحت کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ دیان نے زور سے آنکھیں بند کر کے کھولیں اور پلٹ گیا۔

آ چل کہیں سب سے پرے۔ سب سے پرے

چل دے کہیں

تو بھی اکھیوں سے کبھی میری اکھیوں کی سن۔

✡......✡......✡

سب سے ملنے کے بعد وہ اس پری وش کو ڈھونڈ رہا تھا جو پہلی نظر میں اسکے دل کو بھا گئی تھی۔ اسے ڈھونڈتے ہوئے وہ لان کے دوسری طرف آ گیا تو اس کی نظر سامنے بیٹھی بختاور پر پڑی جو افسردہ لگ رہی تھی۔

''شاید نوال بھابھی کے جانے سے اداس ہے۔ فکر نہ کرو تم بہت جلد نوال بھابھی کے ساتھ ہوگی۔'' ولید سوچتا ہوا اسکی طرف قدم بڑھانے لگا۔

حسین رت میں گلاب چہرہ

مجھے بتاؤ اداس کیوں ہو؟

دلوں پہ بیتی ہوئی کہانی

مجھے سناؤ اداس کیوں ہو؟

آواز پر وہ چونکی پھر اٹھ کر جانے لگی لیکن ولید نے فوراً روک لیا۔

”کیا بات ہے بختاور؟“

”کچھ نہیں۔“

”میں جانتا ہوں اداس ہو۔“

”تم کیسے جانتے ہو؟“ وہ چونکی۔

”پولیس والا ہوں میڈم، اتنا تو جانتا ہوں فوراً سے چہرے پڑھ لیتا ہوں۔“ وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا۔

”اچھا پھر تو میری اداسی کی وجہ جان گئے ہو گے۔“ بختاور نے استہزائیہ کہا۔

”بالکل۔“

”تو بتائیں آفیسر ولید۔“

”آپ اس لیے اداس ہو کہ نوال بھابھی آج رخصت ہو کر چلی جائیں گی۔“

وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے اسے دیکھے گئی۔

”لیکن فکر نہیں کریں آپ کی اداسی کچھ ہی پل کی ہے۔“

”اچھا وہ کیسے؟“

”وہ ایسے کہ کچھ ہی وقت میں آپ نوال بھابھی کے ساتھ ان کے گھر میں ان کے ساتھ رہیں گی۔“

”کیا مطلب؟“ وہ الجھی۔

”مطلب یہ میڈم کہ داجی سے میری مورے آج بات کریں گی۔ بس پھر آپ کی رائے لے کر اس بندے کے متھے آپ کو منڈھ دیا جائے گا۔“

بختاور کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

”نہیں ولید میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔“

”وہ کیوں بختاور۔“

”میں بہت بری ہوں ولید۔“

ولید اس کی نم آنکھیں دیکھ کر سیدھا ہوا اور سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے رو کیوں رہی ہو؟"

"اگر تمہیں پتہ چل جائے ناں تو یہ محبت ایک جھٹکے میں ختم ہو جائے گی۔" وہ روتے ہوئے اٹھ کر جانے لگی۔ ولید نے فوراً اس کی کلائی پکڑی۔

"بختاور! مجھے بات بتاؤ"

بختاور نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ اسے اپنا عکس صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے اپنی نظریں جھکائیں اور سب کچھ بتاتی چلی گئی۔

"میں جانتی ہوں میں نے سب بگاڑ دیا ہے۔ میں کچھ بھی صحیح نہیں کر سکتی لیکن میں نادم ہوں۔ میں شرمندہ ہوں ولید۔ مجھ سے یہ گناہ ہو چکا ہے۔ میں گنہگار ہوں سب کی خاص کر دیان اور وشمہ کی۔ مجھ میں سکت نہیں ہے ان کا سامنا کرنے کی۔ میں اتنی بزدل ہوں ولید کہ خود کو مار بھی نہیں پا رہی۔"

"بس چپ اب اور کچھ نہیں کہو گی تم اور خبردار جو اپنے آپ کے ساتھ کچھ غلط کرنے کی کوشش کی۔ مجھے دیکھو بختاور۔"

وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی جیسے گنہگار سزا سننے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

"مجھے دیکھو بختاور۔"

اس نے نظریں اٹھائیں۔

"تم جانتی ہو اپنے گناہ پر نادم ہونا بھی گناہ کو مٹا دیتا ہے اور تم تو نادم ہو اپنی غلطی پر۔ غلطیاں ہر انسان سے ہوتی ہیں۔ وہ انسان ہی نہیں ہے جس سے خطا نہ ہو لیکن اپنی غلطی پر ڈٹ جانا غلط ہے۔ تم اپنے کیے پر شرمندہ ہو۔ تمہیں احساس ہو گیا یہ کافی ہے۔ باقی آگے بھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"لیکن ولید۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں، کل صبح ہی میں ان لوگوں کا پتہ لگاتا ہوں جنہوں نے یہ گھناؤنا کھیل کھیلا ہے۔ انہیں انجام تک پہنچانا اب میرا کام ہے۔"

"اور مجھے؟"

''ہمم، یس آف کورس آپ کو بھی۔'' ولید نے اسے دیکھتے ہوئے کہا جو کاسنی رنگ کے سوٹ میں نظر لگ جانے کی حد تک اچھی لگ رہی تھی۔ بختاور کی آنکھوں میں ڈر نظر آنے لگا۔ وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''آپ کو عمر قید کی سزا ہو گی۔''

ولید کی بات سن کر اس نے دکھ سے آنکھیں بند کیں۔ دو موتی گالوں تک آئے جنہیں ولید نے اپنی پوروں پر چن لیا۔ بختاور نے آنکھیں کھولیں۔

''تو آپکو منظور ہے بختاور میڈم اس بندے کے ساتھ عمر قید۔''

بختاور کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں پھر وہ آہستہ سے بولی۔

''منظور ہے۔''

''اچھا اب موڈ سیٹ کرو اور فریش ہو کر آ جاؤ۔ مورے اپنی بہو کو دیکھنا چاہتی ہیں۔'' ولید کہہ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ آنکھیں بھیگ گئیں

''سچ کہتے ہیں خدا کی ایک صفت رحمان بھی ہے آپ نے مجھے معاف کر دیا اور بدلے میں اتنا پرخلوص شخص بھی دیا جس کے لیے میں جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ میں دیان سے بھی معافی مانگ کر اس کو سچ بتا دوں گی۔'' وہ پرسکون ہو کر اندر چلی گئی۔

اسی طرح ہنستے مسکراتے تقریب اپنے اختتام پر پہنچی اور وہ لمحہ آ گیا جس پر ہر دل اداس ہو گیا۔ رخصتی کا وقت۔ نوال سب کے گلے لگ کر بہت روئی۔ شاہ کے گلے لگتے ہی وہ سسک پڑی۔ وہ شاہ کی شہزادی تھی۔ شاہ کی لاڈلی شاہ کے بعد دیان نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

''دیان! میری بات سنو۔'' وہ آہستہ سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ''اپنا اور وشمہ کا بہت خیال رکھنا۔ وشمہ تم سے بہت محبت کرتی ہے وہ بہت تکلیف میں ہے اس کا خیال رکھنا۔''

''چلو بیٹا۔''

نوال گاڑی میں بیٹھ گئی لیکن دیان اس کی بات میں الجھ گیا۔ ''آپی نے مجھے یہ کیوں کہا۔''

سب تھکے ہوئے تھے اس لیے فوراً اپنے کمروں میں چلے گئے۔ کل ولیمے کی بھی تیاری کرنی تھی۔ وہ کمرے

میں آ کر بھی بے چین تھا۔ جب دروازے کی آواز پر چونکا۔ وشمہ دروازہ بند کر کے ڈریسنگ کے پاس آئی۔ ہیل سے اپنے پاؤں آزاد کر کے جیولری اتارنے لگی پھر دوپٹہ اتار کر صوفے پر رکھا۔ دیان بظاہر تو موبائل استعمال کر رہا تھا لیکن نظریں اس دشمن جان پر ہی تھیں۔ وہ ابھی سیدھی ہوئی ہی تھی کہ ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ کر واش روم کی طرف بھاگی۔

دیان فوراً کھڑا ہوا۔ پانچ منٹ بعد وہ منہ صاف کرتی دیوار کا سہارا لے کر کمرے میں آئی۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ دیان نے آگے بڑھ کر اسے کندھوں سے تھاما۔ وشمہ نے اسے پیچھے کرنا چاہا لیکن اس میں اتنی سکت نہیں تھی۔ دیان نے اسے آہستہ سے بیڈ پر بٹھایا اور اسے دیکھنے لگا۔ وشمہ اب سنبھل چکی تھی۔ وہ بغیر چینج کیے کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔

"وشمہ کی حالت اس کی محبت کی گواہی دے رہی ہے دیان، تمہاری بے رخی اس نازک لڑکی کو مار دے گی۔"

دیان نے اس کے چہرے سے بال ہٹانے چاہے لیکن۔

"میری اور دیان کی کوئی محبت کی شادی نہیں ہے۔" یہ بات یاد آتے ہی وہ لب بھینچتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

❖......❖......❖

وہ نیچے شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔ شاہ سے کوئی آفس کی فائل لینی تھی۔ وہ دروازے پر دستک دینے ہی لگا تھا کہ شاہ کی پریشان آواز سن کر رک گیا۔ اسے لگا وشمہ نے انہیں سب بتا دیا ہے۔

"یہ بات تم سے کس نے کہی ہے عالی۔"

"کون بتائے گا وشمہ نے ہی بتایا ہے۔" عالیہ کی فکر میں ڈوبی آواز آئی۔

"اب میں کیسے سامنا کروں گا چچی جان اور چاچو کا۔ میں بات کرتا ہوں۔" لیکن اگلی بات سن کر وہ رک گیا۔

"تو اس نے بتایا کیوں نہیں پہلے۔ ہمیں نہ بتاتی دیان سے کہہ سکتی تھی۔ آخر کو اسی کی وجہ سے وہ لوگ اسے پریشان کر رہے تھے۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ اس کے شوہر کو کوئی مارنے کی بات کر رہا ہے۔ اسے رانگ کالز آ رہی ہیں۔

لان کے پچھلے حصے میں دیان کی شرٹ پر خون کے چھینٹے دیکھ کر اس کی حالت خراب ہوگئی۔ کیا بتاتی وہ، وہ بھی اسے جس سے اپنے آپ سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ اسکی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اسے یہی صحیح لگا کہ جتنے پیسے وہ لوگ مانگ رہے ہیں انہیں وہ دے کر دیان کی جان بچالے گی اور اس نے یہی کیا۔"

"عالیہ! وشمہ کو دماغ کا استعمال کرنا چاہیے تھا۔ اب ان کو گرفتار کروانا ہوا تو کیسے کروائیں گے۔" شاہ نے پریشانی اور غصے سے سر پکڑا۔

"میں وشمہ سے بات کرتا ہوں۔" وہ اٹھے۔

"ابھی وہ سوگئی ہوگی صبح بات کر لیجیے گا۔"

"اور یہ پاسپورٹ یاد سے صبح دیان کو دے دینا۔ دونوں کو کچھ وقت کے لیے یہاں سے جانا چاہیے شادی کے بعد سے کہیں گھومنے نہیں گئے۔"

"جی۔"

دیان الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ واپس کمرے میں آ گیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ شاہ اور عالیہ کیا بات کر رہے تھے۔ اس نے سوتی ہوئی وشمہ کو دیکھا وہ گہری نیند میں تھی پھر خود بھی لائٹ بند کر کے لیٹ گیا۔

✡......✡......✡

آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا سیاہ اور خوفناک۔ ایسا لگتا تھا آج بادل خوب گرجیں گے۔ طوفان سا آئے گا۔

زنیرہ بی بی تیار سی دیان کے کمرے کی طرف بڑھی۔ ولیمے کی تقریب شام کی تھی کیونکہ رات کو نوید کے والد نے بیرون ملک جانا تھا۔

"وشمہ۔" وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ وشمہ الماری سے دیان کے کپڑے نکال رہی تھی۔

"جی تائی جان۔"

"بچے تیار ہو۔"

"جی۔" اس نے آج کاسنی فراک پہن رکھا تھا جس پر بہت ہی خوبصورت سکن ایمبرائیڈری کا کام تھا۔

"دیان کہاں ہے صبح سے نہیں دکھ رہا۔ پتہ نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے اس لڑکے کو۔ آج آئے تو کان کھینچتی ہوں

اس کے۔تم فٹافٹ سے آجاؤ نیچے سب تیار ہیں۔"

وشمہ مسکرا کر زنیرہ بی بی کے گلے لگ گئی۔

"آئی لو یو سو مچ تائی جان میں دو منٹ میں آتی ہوں۔"

"شاباش میرا بچہ جلدی آجاؤ۔"

ان کے جاتے ہی وشمہ نے دیان کے کپڑے بیڈ پر رکھے اور خود باہر چلی گئی۔

⚝......⚝......⚝

سب لان میں بیٹھے موسم انجوائے کر رہے تھے اور آغا جان کا انتظار بھی کر رہے تھے کیونکہ سب نے مل کر نوال کی طرف جانا تھا۔وشمہ سر جھکائے موبائل میں گیم کھیلنے میں مصروف تھی۔

آج پھر سمندر خان کو ویڈیو بنانے کا جنون تھا۔وہ آج کپلز کی تصویریں بنا رہا تھا۔اس نے میرب اور ارحم کی آئرہ کے ساتھ بہت سی تصویریں بنائیں۔شاہ اور عالیہ کی بہت ساری تصویریں نکالنے کے بعد وہ لان میں نظر گھما رہا تھا تبھی اسکی نظر دیان پر گئی جو موبائل جیب میں ڈالے ان ہی کی طرف آ رہا تھا۔وہ دیان کا ہاتھ پکڑ کر اسے وشمہ کے پاس لایا۔

"چھوٹی بی بی چلیں اب آپ کی اور چھوٹے خان کی باری ہے کپل فوٹو بنانے کی۔"سمندر خان ان دونوں کی حالت سے بے خبر کہہ رہا تھا۔

"نہیں آپ ان کی بنالیں میرا موڈ نہیں ہے۔"وشمہ نے نظر اٹھا کر اس ستم گر کو نہیں دیکھا کیونکہ نظر اٹھا لیتی تو پھر اس کا سحر اثر کر جاتا۔وہ اب اسکے سامنے خود کو اور رسوا نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس نے سب اللہ پر رکھ چھوڑا تھا۔دیان اس کی گھنی پلکوں کا لرزنا دیکھ رہا تھا۔وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔وہ اس کی خطا کو معاف کرنے کو تیار تھا۔اس کا دل اس کی طرف کھچ رہا تھا لیکن اب وشمہ نے اسے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا جو اسکی تڑپ کو اور بڑھا گیا۔وشمہ بول کر وہاں سے چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد دیان نے سمندر خان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے باتوں میں لگایا اور پھر باہر چلا گیا۔

⚝......⚝......⚝

سب چلے گئے تھے۔ بادل کبھی بھی برسنے کے لیے تیار تھے۔ سمندر خان الجھا ہوا حویلی کی باہر والی سیڑھیوں میں بیٹھا تھا۔ گل وہاں سے گزری تو اسے الجھے پایا۔

''کیا ہوا؟''

''چھوٹے خان اور بی بی جی کے بیچ کچھ مسئلہ لگتا ہے۔''

''ہاں مجھے بھی دو تین دن سے لگ رہا ہے۔ وشمہ بھابھی بہت خاموش رہنے لگی ہیں۔''

''ہمم۔ آج بی بی جی نے پتہ نہیں کیوں ایسا کیا وہ تو چھوٹے خان کو پسند کرتی ہیں نا۔''

''اچھا اب زیادہ سوچو نہیں، بابا بلا رہے تھے جاؤ ان کے پاس۔'' وہ بول کر چلی گئی تو سمندر خان نے موبائل نکالا اور ایک ویڈیو سلیکٹ کی۔

''چھوٹے خان بہت اداس تھے نا۔ یہ ویڈیو دیکھتے ہی موڈ ایک دم اچھا ہو جائے گا۔'' بولتے ہی اس نے ویڈیو دیان کو سینڈ کر دی اور اٹھ کر خان بابا کے پاس چلا گیا۔

***

خان ہاؤس نے بہت شاندار انداز میں سب کا استقبال کیا۔ ولیمے کی تقریب ہال میں منعقد کی گئی تھی۔ نوید کے ساتھ بیٹھی مسکراتی نوال نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ نوید اٹھ کر سب سے خوش دلی سے ملا۔

''اہم اہم۔''

بختاور پلٹی۔

''کیسی ہیں؟''

''ٹھیک۔''

''گڈ۔ ایسی ہی ٹھیک رہیں کل سے مجھے اتنی ٹینشن ہو رہی تھی۔ نمبر بھی نہیں تھا کہ فون کر کے حال چال پوچھ لیتا۔''

بختاور نے ہاتھ آگے کیا۔ ولید نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اپنا فون دکھاؤ۔''

''ہیں۔''

''دکھاؤ نا۔''

''میرا فون دیکھ کر کیا کرو گی۔ میں کسی لڑکی سے باتیں نہیں کرتا۔ پکا۔'' ولید کی شکل دیکھ کر بختاور کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''ولید دکھاؤ۔''

''یہ لیں۔'' اپنا نمبر سیو کر کے اس نے فون ولید کو پکڑا دیا۔ ولید نے سکرین دیکھ کر سر اٹھایا۔

''شکر، میں تو ڈر گیا تھا کہ کہیں میسجز ہی نہ پڑھنے ہوں۔'' بختاور کی گھوری پر اس نے بریک لگائی۔

''شرافت سے باقی ساری بہنوں کے نمبر بلاک کرو۔''

''استغفار، میری کوئی بہن نہیں ہے۔''

''میرے علاوہ باقی ساری لڑکیاں تمہاری بہنیں ہیں۔''

''ہاہاہاہاہا۔'' ولید کو اس کا حق جتانا بہت اچھا لگا۔

''اب بھاگو یہاں سے میں نوال سے ملنے جا رہی ہوں۔''

......

ان جھیل سی گہری آنکھوں میں اِک شام کہیں آباد تو ہو!

اس جھیل کنارے پل دو پل

اک خواب کا نیلا پھول کھلے

وہ پھول بہا دیں لہروں میں

ایک روز کبھی شام ڈھلے

اس پھول کے بہتے رنگوں میں

جس وقت لرزتا چاند چلے!

اس وقت کہیں ان آنکھوں میں اس بسرے پل کی یاد تو ہو!

ان جھیل سی گہری آنکھوں میں اک شام کہیں آباد تو ہو!

پھر چاہے سمندر کی

ہر موج پریشان ہو جائے!

پھر چاہے آنکھ دریچے سے

ہر خواب گریزاں ہو جائے!

پھر چاہے پھول کے چہرے کا

ہر درد نمایاں ہو جائے!

اس جھیل کنارے پل دو پل وہ روپ نگر ایجاد تو ہو!

دن رات کے اس آئینے سے وہ عکس کبھی آزاد تو ہو!

ان جھیل سی گہری آنکھوں میں اک شام کہیں آباد تو ہو!

۞......۞......۞

''وشمہ۔'' وہ زنیرہ بی بی کے پاس سے گزری تو انہوں نے اسے آواز دی۔

''یہاں آؤ بیٹا۔''

''جی۔''

''مسز فہیم، یہ ہے میرے دیان کی بیوی وشمہ۔'' سامنے بیٹھی ڈیسنٹ خاتون نے مسکرا کر اس سے مصافحہ کیا۔

''ماشاءاللہ جتنا سنا تھا آپ کی بہو تو اس سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ دیان کہاں ہے؟'' مسز فہیم نے پوچھا۔

زنیرہ بی بی نے نظر دوڑائی تو سامنے ہی دیان کھڑا نظر آیا۔ انہوں نے اسے آواز دے کر اپنے پاس بلایا۔

دیان نے آ کر سلام کیا۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری جوڑی ہے۔ برا نہ مانیں تو ایک تصویر لے لوں دونوں کی۔''

''جی جی بالکل۔'' زنیرہ بی بی نے کہا۔ اس سے پہلے دیان آگے بڑھتا اس کا موبائل بجا۔ وہ ایکسکیوز کر کے وہاں سے ہٹ گیا۔ وشمہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''اب تمہیں میرے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے بھی برا لگنے لگا ہے دیان۔ اگر ایسا ہے تو میں تمہیں اور

تکلیف نہیں دوں گی۔میں چلی جاؤں گی تمہاری زندگی سے تا کہ تم اپنی نئی زندگی کی شروعات کر سکو۔" آنسو بہنے کے لیے بے تاب ہونے لگے تو اس نے باہر کا رخ کیا۔

"کیا ہوا اسمندر خان خیریت؟"

"چھوٹے خان آپ نے ابھی تک میری بھیجی ہوئی ویڈیو کیوں نہیں دیکھی؟"

"گھر آ کر دیکھوں گا یار۔"

"نہیں ابھی دیکھو، کچھ بھی کرو ابھی کے ابھی دیکھو تمہیں ہماری دوستی کا قسم۔"

"اچھا بابا! میں ابھی کے ابھی دیکھتا ہوں اور تمہیں بتاتا ہوں۔"

"اس کو دیکھنے کے بعد تم کو ہم یاد رہے گا تو کمنٹ کرے گا نا۔"

"کیا مطلب۔"

" مطلب کہ تمہاری شادی میں ہم نہیں تھا یہ ایک چھوٹا سا تحفہ ہے تمہارے لیے۔"

"اچھا چلو دیکھتا ہوں۔" اب دیان کو بھی تجسس نے آن گھیرا۔اس نے خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی۔

"امل تم کیوں منہ پھلائے بیٹھی ہو؟" بختاور امل کے ساتھ آ کر بیٹھی جب امل نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے میرب کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟

"اس کی شادی کی بات چل رہی ہے۔"

"واہ کس سے؟"

"میڈم آپ کی بھی چل رہی ہے۔" امل جل کر بولی

"ہاں مجھے میرا پتہ ہے تم بتاؤ تمہارا کون ہے۔"

"اسفند میرا دیور۔" امل کے بجائے میرب نے بتایا۔

”اوہ اسفند واہ یار تمہیں کیا مصیبت ہے۔“

”بہت مسئلے ہیں۔“ امل نے ٹیبل پر سر جھکا دیا۔

”اسے یہ مصیبت ہے کہ اسفند بہت سنجیدہ مزاج لڑکا ہے۔ اسے میٹھا نہیں پسند۔ وہ رات کو اس کے لیے آئس کریم لینے نہیں جائے گا بغیر اس کے کہے اسے گفٹس نہیں دے گا۔“

بختاور نے حیرت سے امل کو دیکھا تو اس نے منہ بنا کر سر جھٹکا۔

”میں بول بھی رہی ہوں کہ اسفند ایسا نہیں ہے۔ وہ بس اتنی جلدی گھلتا ملتا نہیں ہے لیکن وہ بہت کیئرنگ اور لونگ ہے۔ ہاں میٹھا نہیں کھاتا لیکن تمہیں کھلا دے گا لیکن نہیں موٹی کو ٹھونسنے کی پڑی ہوئی۔“ میرب نے اس کے کندھے پر ہلکا سا تھپڑ لگایا۔ تبھی بختاور کے موبائل کی ٹون بجی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میسج دیکھا۔ جیسے جیسے میسج پڑھتی گئی، اس کی مسکراہٹ غائب ہوتی گئی۔ وہ جھٹ سے کھڑی ہوئی۔

”کیا ہوا؟“ میرب نے اس کا گھبرایا چہرا دیکھ کر پوچھا۔

”کچھ۔ کچھ نہیں میں آتی ہوں۔“ وہ فوراً باہر آئی اور ولید کو ڈھونڈنے لگی۔ وہ اسے سامنے ہی کچھ لوگوں کے درمیان نظر آ گیا۔ وہ اس کے پاس گئی اور تھوڑا پیچھے رک کر اسے آواز دی۔ ولید آواز پر پلٹا۔

”زہے نصیب کیا ہوا میرے بغیر گزارا نہیں ہو رہا ہے۔“

”ولید۔“ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو آ گئے۔

”کیا ہوا ہے۔ ادھر آؤ۔“ وہ اسے سائڈ پر لے آیا۔ بختاور نے کچھ بولے بنا اپنا موبائل اس کے سامنے کر دیا۔

”لڑکی! تم نے ہمیں منع کر کے بہت برا کیا۔ اب انجام کی ذمہ دار تم ہوگی۔ بس دیکھتی جاؤ وقاص خان کو آج ہماری طاقت کا پتا چل جائے گا۔“

ولید نے سر اٹھایا۔

”تم فکر مت کرو کچھ نہیں ہوگا۔“

”ولید مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

”ریلیکس بختاور، کچھ نہیں ہوگا میں دیکھتا ہوں یہ نمبر تم مجھے سینڈ کرو۔ میں لوکیشن ٹریس کرتا ہوں۔“

وشمہ، عالیہ اور میرب کے ساتھ بیٹھی تھی جب اس کو لگا اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔ اس نے سر اٹھا کر ارد گرد دیکھا لیکن کوئی نہیں تھا پھر نظروں نے دشمن جاں کو ڈھونڈنا چاہا لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اداس ہو کر سر جھکا دیا۔ تبھی محبت اپنے انداز سے سامنے آنے لگی تھی اور وہ دو آنکھیں سامنے آئیں جن میں چاہت تھی۔ محبت تھی محبت پا لینے کا سکھ تھا۔ محبت میں چور چور ہونے کا زعم تھا۔

”بھابھی یہ کیوں رو رہی ہے؟“

”بھوک کی وجہ سے۔“

”تو اس کا فیڈر کہاں ہے۔“

”گاڑی میں۔ ارحم کو کال کی ہے لیکن وہ کسی کام سے ذوالفقار ماموں کے ساتھ گئے ہیں۔“

”میں گاڑی سے لے آتی ہوں آپ مجھے بتا دیں۔“

”تم کہاں جاؤ گی ابھی سو جائے گی۔“ میرب آئرہ کو تھپکنے لگی۔

”ایسے کیسے سو جائے گی میں لے آتی ہوں بھوک لگی ہے میری چندا کو۔“ وہ دوپٹہ سر پر رکھ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ یہی وہ وقت تھا جب بختاور کی دعا پر خدا نے کن کہا تھا اور ان محبت پاش نگاہوں نے اس کے گلے میں موجود لاکٹ دیکھا۔ ایسا لگا پوری کائنات تھم سی گئی ہے

”جب تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے تو کچھ بھی کہنا مت بس یہ لاکٹ پہن کر میرے سامنے آ جانا مجھے میرا جواب مل جائے گا۔“ بہت پہلے کہی گئی بات دیان کے لبوں پر مسکراہٹ لے آئی۔

میں تم سے اظہارِ عشق کرتی ہوں

مجھے تم سے محبت ہے

محبت ہے۔

ہال سے نکلتے ہی خوبصورت لان تھا جس کے بیچ محبت کھڑی ان دو روٹھے دلوں کو دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی

تھی کہ آج وہ مکمل ہو جائیں گے کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نامکمل تھے۔ لان کے کناروں پر مختلف رنگوں کے پھول لگے ہوئے تھے اور برقی قمقمے لگائے گئے تھے جس سے لان کی خوبصورتی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ گھرے بادل چند ہی سیکنڈوں میں برسنے کے لیے تیار تھے۔ ہوا میں تیزی آ گئی۔ وشمہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی لان سے ہو کر گاڑی کے پاس آئی اور فیڈر لے کر واپس پلٹی۔ اس کی نظر لان کی دائیں جانب گئی۔ وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ وہ ٹھٹکی اچانک برقی قمقموں کی ایک لائن روشن ہوئی جو اندھیرے میں جگنو کی طرح لگ رہی تھی۔ وہ سحر زدہ سی آگے بڑھی۔ اس کے تھوڑا اور قریب آنے پر دوسری دو لائنیں روشن ہوئیں۔ وہ تھوڑا اور قریب گئی تو لان کی ساری لائٹیں روشن ہو گئیں۔ بہت خوبصورت سا ماحول لگ رہا تھا۔ جیسے آسمان سے تارے اتر آئے ہوں۔ بادلوں نے جھومتے ہوئے ہلکی ہلکی پھوار کی شکل میں برسنا شروع کر دیا تھا۔ وشمہ نے مسکرا کر اس خوبصورت ماحول کو دیکھا۔

اچانک اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے رخ موڑا تو اسکی نظر سامنے کھڑے دیان پر گئی۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وشمہ اور اسکے بیچ کافی فاصلہ تھا۔ وہ اسے دیکھتا آگے بڑھنے لگا۔

”اس وقت میں یہ سمجھ نہیں پائی کیونکہ داجی کا غصہ اس وقت مجھ پر حاوی تھا لیکن رمی میں نے شادی صرف اور صرف اپنے دل کی آواز سن کر کی جو صرف دیان کا نام لے رہا تھا۔ دیان کی آنکھوں میں اپنے لیے عزت اور محبت دیکھ کر میرا دل اس کی محبت پر ایمان لے آیا۔“

وہ قدم قدم چلتا اس کے پاس آ رہا تھا۔ دیان کے لب مسکرا رہے تھے جبکہ آنکھیں نم تھیں۔

”میں دیان کو بہت چاہتی ہوں۔ مجھے اس سے محبت نہیں عشق ہے۔ ہاں رمی، یہ وشمہ آج اعتراف کرتی ہے کہ یہ دیان کی دیوانی ہے۔ دیان کی محبت میری نس نس میں خون بن کر دوڑتی ہے۔ اسکے بغیر رہنے کا سوچوں بھی تو سانس نہیں آتی مجھے۔ پتا ہے جنگل میں، میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ میں ایک بہت ہی خوبصورت باغ میں کھڑی ہوں اور آبشار کے پاس دیان کھڑا ہے۔ وہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت خواب تھا۔“

دیان نے لب بھینچے اور آنکھیں بند کر کے کھولیں اور اپنی دیوانی کو دیکھا۔ ایک ایک لفظ نے دیان کو جیسے دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔

”جب دیان کی محبت آبشار کی بوندوں کی طرح مجھ پر پڑتی ہے تو میں اس جنگل کے مور کی طرح ہو جاتی

ہوں جو ساون میں جھوم جھوم کرنا چاہتا ہے۔ میرا دل اس کی محبت میں جوگن بن کر جھومنے کو کرتا ہے۔“

وہ اس کے سامنے آ کر رک گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

”جب وہ مجھے محبت پاش نظروں سے دیکھتا ہے تو مجھے اپنے ہونے کا احساس ہوتا ہے۔“

دیان کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ تھی۔ دفعتاً دیان نے اپنا سیدھا ہاتھ آگے کیا۔ وشمہ نے پہلے اس کے ہاتھ کو پھر اسے دیکھا۔ دیان نے سر سے ہاتھ تھامنے کا اشارہ کیا۔ محبت مسکراتی ہوئی آسمان کی طرف بڑھی اور بادلوں پر اپنا طلسم چلایا۔ بادل بھی ان کی خوشی میں شامل ہو گئے اور جھومتے ہوئے ان پر محبت برسانے لگے۔ وشمہ نے کانپتے ہاتھوں سے دیان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ پھول بھی خوشی سے مسکرانے لگے۔

کوئی بھاگتا ہوا ان کے پیچھے آیا۔ وشمہ کا ہاتھ دیان کے ہاتھ کو چھونے ہی لگا تھا کہ اچانک فائر کی آواز گونجی۔ ایک دم سماں رک سا گیا۔ پھول حیرانی سے دیکھنے لگے، بادل زور سے گرجے۔ وشمہ نے ڈر کر آنکھیں بند کیں۔ دھڑکن رک سی گئی۔ محبت پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ دیان گھٹنوں کے بل گرا۔ وشمہ کا ہاتھ ہوا میں ہی ٹھہر گیا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

شام سسکنے لگی۔

زرد پتوں کو آندھیوں نے دردناک قصہ سنا دیا

کہ جس کو سن کر تمام پتے

ہر ایک راستہ

ہر ایک وادی

ہر ایک پربت

ہر ایک گھوٹی بلک پڑی۔

اس نے سامنے دیکھا، بختاور شاک کی حالت میں اپنی جگہ تھم گئی تھی جبکہ ولید فوراً باہر بھاگا تھا جہاں سے گولی چلی تھی۔ فائر کی آواز سن کر سب باہر آ گئے۔

”دیان!“

آواز ٹوٹ گئی۔ چال لڑکھڑا گئی۔ وہ ٹوٹی ہوئی کلی کی طرح زمین پر ڈھے گئی۔ ماحول پر سکتہ سا چھا گیا تھا۔

انہیں ہاسپٹل آئے دو گھنٹے گزر گئے تھے۔ آئی سی یو کے باہر کھڑے سب کا رو رو کر برا حال تھا۔ ایک طرف دیان زندگی موت کی جنگ لڑ رہا تھا تو دوسری طرف وشمہ کی حالت بھی خراب ہوتی جا رہی تھی۔ بادل زور و شور سے گرج رہے تھے۔ پوری وادی میں طوفان کا سماں تھا۔ عالیہ شاہ کے کندھے سے لگی آنسو بہا رہی تھی تبھی ڈاکٹر ان کے پاس آئی۔ سب ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوئے۔

''ڈاکٹر! وشمہ کیسی ہے۔'' عالیہ نے بے چینی سے پوچھا۔

''شی از ایکسپیکٹنگ۔''

عالیہ اور امل کے علاوہ سب کے لیے یہ خبر نئی تھی۔ دا جی نے آنکھیں ضبط سے بند کیں۔ بہت سے آنسو ان کی گال بھگو گئے۔ آغا جان نے انہیں گلے لگا کر تسلی دی جبکہ ان کی خود کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ دا جی بینچ پر ڈھے گئے۔ آج وہ ٹوٹ گئے تھے۔

''اور جیسی ان کی کنڈیشن ہے ہمارے لیے بہت مشکل ہے بچے کو بچانا۔ ان کا بی پی نارمل نہیں ہو رہا۔ آپ سب دعا کریں۔'' یہ بول کر ڈاکٹر چلی گئی۔ عالیہ کرسی پر ڈھے گئی شاہ نے فوراً عالیہ کو کندھوں سے تھاما۔

''ہمت سے کام لو عالیہ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کیسے ہمت کروں شاہ ہمارے دونوں بچے کتنی تکلیف میں ہیں۔''

''اٹھو گھر چلو۔''

''نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گی۔''

''عالی گھر میں بی بی جان اور بھابھی کو بھی تو ہماری ضرورت ہے نا۔ اٹھو۔''

دیان کے کندھے پر گولی لگی تھی اور خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس کی حالت سیریس تھی۔ ولید مجرموں کو پکڑ چکا تھا اور دا جی نے پہچان لیا تھا کہ وہ ان کے ہی فیکٹری کے ملازم تھے جنہیں دا جی نے مار کر نکالا تھا۔ ان کا انجام کا ذمہ ولید نے اپنے ہاتھوں میں لیا اور یقین دلایا کہ وہ پوری زندگی جیل سے نہیں نکل سکیں گے۔ بختاور

دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے گم صم سی کھڑی تھی جب ولید اس کے پاس آیا۔

"بختاور۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا جب دو تین دفعہ بلانے پر بھی بختاور نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے بختاور کا ہاتھ پکڑا۔ وہ چونکی۔

"کیا ہوا؟ دیان ٹھیک ہے وشمہ کو ہوش آیا؟"

"ریلیکس بختاور۔"

بختاور نے بے بسی سے سر دیوار سے لگا کر آنکھیں بند کیں۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ میری وجہ سے دیان کی یہ حالت ہے۔" وہ رونے لگی۔ ولید کو سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیسے اسے حوصلہ دے۔

"بختاور! سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

داجی اور آغا جان کے علاوہ شاہ سب کو حویلی لے گیا تھا بختاور کو سب نے چلنے کے لیے بولا لیکن اس نے صاف منع کر دیا۔

حویلی میں جھانکیں تو سب خاموشی سے آنسو بہا رہے تھے۔ سب کی آنکھیں نم تھیں اور لب دعا گو تھے۔

"ممانی جان! آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ پلیز چپ کر جائیں۔" میرب زنیرہ بی بی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولی۔

"میرا دیان میرا بچہ اتنی تکلیف میں ہے میں کیسے سکون سے بیٹھ جاؤں۔ مجھے ہاسپٹل لے جاؤ۔ خدا کے لیے مجھے میرے بچے کے پاس لے جاؤ۔" آمنہ بیگم اٹھ کر ان کے پاس آئیں اور آئرہ میرب کے حوالے کر کے زنیرہ بی بی کے پاس بیٹھی۔

"جاؤ میرب بچے تم اس کو سلا دو۔"

"جی۔" میرب آنسو صاف کر کے اٹھ گئی۔

"ارحم کہاں جا رہے ہیں آپ؟"

"ہاسپٹل جا رہا ہوں۔"

"باہراتنا طوفان ہے خیال سے جائیے گا۔" وہ سر ہلا کر چلا گیا۔

✪......✪......✪

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ چند منٹ وہ چھت کو گھورتی رہی کمرے میں echo مشین کی آواز گونج رہی تھی۔ اس نے دماغ میں زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کی کہ وہ یہاں کیسے آئی۔

دیان کے مسکراتے لب۔ اس کا ہاتھ۔ فائر کی آواز۔ دیان کا گرنا۔ وہ جھٹکے سے اٹھی سر میں درد کی ٹیس سی اٹھی۔ ماتھے پر پٹی تھی گرنے کی وجہ سے اس کے سر پر چوٹ آئی تھی۔

"دیان!" اس نے جھٹکے سے ہاتھ پر لگی ڈرپ کھینچی۔ نرس فوراً اس کے پاس آئی۔

"میم! یہ آپ کیا کر رہی ہیں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"دیان دیان کہاں ہے وہ ٹھیک ہے۔"

"آپ کے ساتھ جو پیشنٹ آئے تھے ان کی سرجری ابھی چل رہی ہے۔"

"وہ۔ وہ ٹھیک تو ہے نا۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ان کا بہت خون بہہ چکا ہے۔"

وشمہ نے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"میم! آپ پلیز لیٹ جائیں۔ میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔" نرس بول کر فوراً باہر بھاگی۔ اس کے جاتے ہی وشمہ بھی کمرے سے باہر نکلی۔ اس کی نظر سیڑھیاں چڑھتے شاہ پر پڑی۔ اس نے شاہ کو آواز دینی چاہی لیکن گلے میں پھندا سا لگ گیا۔ وہ بغیر کہیں دیکھے ہاسپٹل سے باہر بھاگی۔ ٹھنڈی بارش جونہی اس کے وجود پر پڑی وہ کانپ اٹھی لیکن اسے ہوش کہاں تھا۔ وہ بس چلتی جا رہی تھی۔ پہاڑوں سے پانی اتر کر کھائی میں جا رہا تھا۔ سیاہ ہوتی رات، ہوا کی تیزی، تیز ہوتی بارش اسے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ وہ بس ننگے پاؤں سڑک پر چلتی جا رہی تھی۔

"میں تمہیں بتا نہیں سکتا وشمہ، میں کتنا خوش ہوں تم مل گئی ہو تو گویا ایسا لگ رہا ہے زندگی مل گئی ہو۔" سفید گاڑی اس کے قریب سے گزر کر آگے گئی ہی تھی فوراً گاڑی والے نے بریک لگائی۔

"جب تم مسکراتی ہو نا تو جان لیتی ہو۔" اس کا پاؤں لڑکھڑایا۔ وہ منہ کے بل گرتی اگر ارحم اسے نہ پکڑتا۔

”وشمہ! تم یہاں کیا کر رہی ہو۔“

وشمہ نے کھوئی کھوئی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے اب اسے گاڑی میں بٹھا رہا تھا پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر دروازہ بند کیا اور اس کی طرف پلٹا۔

”وشمہ! تم پاگل ہو اتنا تیز طوفان ہے اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔ کچھ خیال کرو اپنا۔“

”لالہ! جو طوفان میرے اندر چل رہا اس کا کیا کروں۔“

”سب ٹھیک ہو جائے گا ہمت سے کام لو۔“ اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھا۔

”آپ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں؟“

”ہاسپٹل۔“

”نہیں لالہ میں وہاں نہیں جانا چاہتی۔ پلیز مجھے گھر لے جائیں۔ آغا جان کے گھر لے جائیں میں کسی کے سامنے نہیں جانا چاہتی۔ پلیز لالہ خدا کے لیے مجھے سب سے دور لے جائیں۔ پلیز لالہ۔“

”اچھا اچھا رو نہیں میں گھر لے جاتا ہوں۔ پہلے فون کر کے بتا تو دوں کہ تم میرے ساتھ ہو۔“ پھر وہ اسے آغا حویلی میں لے آیا اور نازو کو اس کا خیال رکھنے کا کہہ کر میرب کو لینے چلا گیا۔

⁂......⁂......⁂

آئی سی یو کا دروازہ کھلا تو شاہ ڈاکٹر کی طرف بھاگا۔

”دیان ٹھیک ہے۔“

”جی اللہ کا شکر ہے۔ بروقت خون کا انتظام ہو جانے سے اب ان کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ گولی نکال دی گئی ہے۔ ایک گھنٹے تک انہیں ہوش آ جائے گا۔“

سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بختاور نے سکون کی سانس لے کر چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

”داجی، آغا جان آپ ولید کے ساتھ حویلی چلے جائیں۔ میں اور لالہ ہیں یہاں پر اب دیان پہلے سے بہتر ہے۔“

”میں کہیں نہیں جاؤں گا۔“ داجی بھیگے لہجے میں بولے۔ شاہ نے انہیں دیکھا وہ پہلے والے وقاص خان لگ ہی نہیں رہے تھے جن کے انداز میں رعب تھا۔ چال میں غرور تھا۔ وہ ایک ٹوٹے ہوئے، ہارے ہوئے وقاص

خان تھے۔ دیان ان کی زندگی تھا اور آج اپنی زندگی کو ایسے حالت میں دیکھ کر وہ ٹوٹ گئے تھے۔

''آغا! تم جاؤ، حویلی میں بھی کسی کی ضرورت ہے میں جب تک دیان سے نہیں مل لوں گا میں نہیں جاؤں گا۔'' آغا جان ان کا کندھا تھپک کر چلے گئے۔ ولید نے بختاور کو بھی چلنے کا کہا۔

''میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔'' وہ داجی کے سامنے آئی اور گھٹنوں کے بل بیٹھی۔

''مجھے معاف کر دیں داجی، مجھے معاف کر دیں۔'' اس نے ہاتھ جوڑے۔ وہ داجی کو سب بتا چکی تھی کیسے اس نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر وشمہ کو ڈرایا، کیسے دیان اور وشمہ کے بیچ غلط فہمی ڈالی۔

''مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے بختاور، یہ تو مجھے میرے گناہوں کی سزا ملی ہے۔ تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔ جاؤ بچے گھر جا کر آرام کرو اور دعا کرو میرے دونوں بچے ٹھیک ہو کر خوشیاں دیکھیں۔''

''آمین۔''

انہیں گئے دو منٹ ہی گزرے تھے کہ نرس بھاگ کر شاہ کے پاس آئی۔

''آپ کی پیشنٹ کہیں چلی گئی ہیں۔''

''کیا؟''

''انہیں ہوش آ گیا تھا۔ میں ڈاکٹر کو بلانے گئی تھی جب واپس آئی تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔''

''کہاں چلی گئی ہے میری بیٹی۔'' شاہ فوراً سے نیچے بھاگا۔

''کیسا ہاسپٹل ہے آپ کا۔ ایک پیشنٹ اپنے کمرے سے غائب ہے اور آپ کو پتا ہی نہیں ہے۔'' وہ غصے سے ریسیپشن پر آ کر دھاڑا۔

''سر! آپ ہماری بات سنیں۔''

''مجھے کچھ نہیں سننا۔'' وہ فون پر نمبر ملاتا ہاسپٹل سے باہر نکلا تبھی ارحم کا نمبر سکرین پر جگمگایا۔

''ہاں بولو ارحم۔ کیا وشمہ تمہارے ساتھ ہے۔'' اس نے لمبا سانس لیا۔ ''اچھا ٹھیک ہے تم اسے گھر لے جاؤ۔'' وہ فون بند کر کے دیان کے پاس آ گیا۔

وہ بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی جب امل اور میرب کمرے میں آئیں۔ امل نے کمبل کھول کر اس کے اوپر ڈالا اور اس کی بینڈیج کرنے لگی۔ وہ کپڑے تبدیل کر چکی تھی۔ میرب نے سوپ کا پیالہ اس کے پاس رکھا۔

"وشمہ! طبیعت ٹھیک ہے۔"

اس نے سر ہلایا۔

"یہ لو سوپ پی لو۔" میرب نے چمچ اس کے منہ کی طرف بڑھائی۔

"نہیں بھابھی میرا دل نہیں ہے۔"

"اپنا خیال نہیں ہے تو اپنے سے جڑی ننھی جان کا ہی خیال کر لو۔" میرب کی بات پر اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر جھٹکے سے اس کے گلے لگ گئی۔

"بھابھی۔" وہ زور سے اس کے گلے لگے رونے لگی۔

"وشمہ چندا! بس طبیعت خراب ہو جائے گی دیان ٹھیک ہو جائے گا۔" امل روتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"میں دیان کے بغیر نہیں رہ سکتی بھابھی، میں مر جاؤں گی۔ اسے کہیں میرے پاس آجائے پلیز اسے کہیں اٹھ جائے میرے لیے اٹھ جائے پلیز بھابھی۔"

"ششش۔ بس چپ، کچھ کھا لو پھر دوائی بھی کھانی ہے طبیعت خراب ہو جائے گی ایسے۔" میرب نے پیار سے اس کے آنسو صاف کیے اور اسے سوپ پلا کر دوائی کھلائی۔

"اب سو جاؤ میں باہر ہی ہوں۔ کچھ بھی چاہیے ہو مجھے آواز دے دینا۔"

اس نے آہستہ سے سر ہلایا اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

"خبردار! جو اب روئی، چڑیل میں تمہاری ان بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔" اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ کمرے میں اندھیرا تھا باہر سے بادل گرجنے اور پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ آنسو گال کو بھگوتے ہوئے تکیے میں جذب ہونے لگے۔ وہ آہستہ سے اٹھی اور وضو کرنے چلی گئی۔

"یہ اتنی شدت سے دعائیں کس کے لیے مانگتی ہو۔"

"تمہارے لیے تو بالکل نہیں مانگتی۔ہٹو آگے سے۔"

"ایک دن مانگو گی۔دیکھ لینا اور ہاں اس سے کئی گنا شدت سے مانگو گی۔"

"ویری فنی خان صاحب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

"چلو دیکھ لیں گے۔"

وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے۔کتنے لمحے ایسے ہی بیت گئے۔وشمہ کے ہونٹ تھر تھرا رہے تھے اور آنسو آنکھوں سے متواتر بہہ رہے تھے۔اس کے دل میں شور سا برپا تھا لیکن خدا کے حضور وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔کافی دیر تک ایسے بیٹھے رہنے سے اسکی اداسی میں کمرے کے در و دیوار بھی شامل ہو گئے۔پورا کمرہ اداسی میں ڈھل گیا۔آخر اسکے ہونٹ ہلے۔

"یا اللہ!" آنسو میں اور تیزی آ گئی۔اسکے ہاتھ کپکپا رہے تھے اس نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

"یا اللہ! میں آپکی نافرمان بندی ہوں۔میں نے شاید کبھی ویسی عبادت نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔بچپن سے آج تک ماں باپ کے ٹوٹے رشتے کی بے رنگ تصویر بنی گھومتی رہی لیکن آغا جی نے اتنا پیار دیا کہ میں بابا کی کمی کو اتنا محسوس ہی نہ کر سکی۔جب میری زندگی میں پیار کا رنگ آیا تو میں اسے چاہنے لگی۔اسکی چاہت میں دنیا بھلا دی سب کچھ بھلا دیا۔آپ نے مجھے آزمایا دیان سے دور رکھ کر میں تب بھی نہ سمجھ پائی کہ وہ میری آزمائش تھی۔لیکن اللہ میرے پیارے اللہ اب مجھ پر رحم کر دیں۔آپ چاہیں تو کیا نہیں کر سکتے۔میں اپنے لئے کچھ نہیں مانگتی لیکن میری اولاد باپ کے پیار کے بغیر پروان نہ چڑھے۔باپ کی کمی کبھی کوئی پوری نہیں کر سکتا کیونکہ باپ آپ کو کبھی زمانے کی گرم ہوا نہیں لگنے دیتا۔خود جل کر بھی اولاد کا سایہ بنا رہتا ہے۔میں نے اپنا بچپن بنا باپ کے گزارا ہے۔مانتی ہوں گزر گیا لیکن باپ کے پیار کے بغیر بہت برا گزرا۔اس لئے میری اولاد کے نصیب میں یہ دکھ نہ لکھنا میرے مالک۔میری کوئی خطا ہے تو مجھے سزا دے لیکن میری اولاد کو باپ سے محروم نہ کریں۔مجھے میرے دیان سے دور نہ کریں۔مجھے میرا دیان میرا پیار دے دیں۔مجھ پر نظر کرم کر دیں۔میں آپ کے آگے ہاتھ پھیلاتی ہوں۔میں آپ سے مدد مانگتی ہوں۔میں آپ سے مدد مانگتی ہوں اللہ۔"

وہ روتے ہوئے سجدے میں چلی گئی۔وہ رحمان ہے رحیم ہے ہم ایک بار کہتے ہیں، ''اللہ'' اور وہ اپنا کرم کر دیتا ہے جس ذات نے ہمیں پیدا کیا وہ کیسے ہمیں تکلیف میں دیکھ سکتا ہے وہ کیسے ہمیں روتا ہوا دیکھ سکتا ہے۔

وشمہ کی دعا پر بھی کن کہہ دیا گیا تھا۔

دیان نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں درد کی ایک تیز لہر اس کے کندھے سے اٹھی۔ڈاکٹر فوراً اس کے پاس آئے۔

''وشمہ۔'' آہستہ سے لب ہلے۔ڈاکٹر نے اسے چیک کیا پھر باہر آ کر شاہ اور باقی سب کو دیان کے ہوش میں آنے کا بتایا۔

''ہم مل سکتے ہیں۔''

''جی لیکن ایک ایک کر کے۔''

شاہ نے داجی کی حالت کو دیکھتے ہوئے پہلے انہیں بھیجا۔وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر دیان کے پاس آئے۔

''دیان۔'' آواز پر دیان نے آنکھیں کھولیں۔داجی اس کے پاس کرسی پر بیٹھ گئے اور اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کر رونے لگے۔

''میرے بچے میری جان۔''

''میں ٹھیک ہوں داجی۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''مجھے معاف کر دو میرے بچے تمہیں کتنی تکلیف دی ہے میں نے۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہیں داجی مجھ سے معافی مت مانگیں۔''

''بیٹا! وشمہ سے بدگمان نہ ہو وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے اس کے لیے جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔نڈھال ہو گئی ہے وہ۔''

''داجی وہ کہاں ہے۔''

''تمہیں گولی لگتے ہی وہ بیہوش ہو گئی تھی۔''

''مجھے اس سے ملنا ہے۔''

''اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ارحم اسے گھر لے گیا ہے تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ پھر اس سے خود ملنے جانا۔''

”میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں داجی۔ان سانسوں کے رکنے سے پہلے میں اسے اپنی آنکھوں میں بسانا چاہتا ہوں۔“

”اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو۔“ داجی کا دل کانپا۔”ابھی تم نے اپنے بچوں کی خوشیاں دیکھنی ہیں۔انکا ہاتھ پکڑ کرانہیں چلنا سکھانا ہے۔“

دیان مسکرایا۔

”یہ باتیں اگر آپ میری چڑیل کے سامنے کرتے نا تو اس نے مجھے گھوریاں دکھانی تھیں۔“

”لو بھلا گھوریاں کیوں دکھاتی بلکہ وہ بھی میری ہاں میں ہاں ملاتی بس کچھ مہینوں میں حویلی پھر سے ننھی قلقاریوں سے گونج اٹھے گی۔“

دیان نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا تو انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر پیار کیا۔دیان کی آنکھیں پہلے حیرت سے پھیلیں پھر ان میں نمی نظر آنے لگی۔لبوں کو خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا۔

”آپ سچ کہہ رہے ہیں داجی۔“

”بالکل سچ اب بس جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔“

”آپ باہر چلیں جائیں پیشنٹ کو آرام کرنا ہے۔“نرس نے کہا۔

”تم آرام کرو میں چلتا ہوں اور ہاں اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔“

”جی۔“

(یہ وشمہ آج اعتراف کرتی ہے کہ یہ دیان کی دیوانی ہے دیان کی محبت میری نس نس میں خون بن کر دوڑتی ہے اسکے بغیر رہنے کا سوچوں بھی تو سانس نہیں آتی مجھے)۔دیان کو لگا اس کی ہر تکلیف دور ہو گئی ہے بس اسے کسی بھی طرح جلد از جلد وشمہ سے ملنا تھا۔اسے اٹھا کر گھومنا تھا اس کا ساتھ محسوس کرنا تھا۔

زوال کا خاتمہ ہو چکا تھا۔غموں کے بادل ہٹ چکے تھے۔اب ان کی جگہ خوشیوں نے لے لی تھی۔

......

آسمان صاف تھا۔سورج پورے آب وتاب سے چمک رہا تھا۔پوری رات بارش لگی رہی تھی۔اب صبح بہت

ہی دلکش اور تروتازہ تھی۔ درخت، پودے ہر ایک چیز نکھری نکھری سی تھی۔ عالیہ آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر آئیں۔ وشمہ گہری نیند میں تھی وہ اسے دیکھتے ہی ہلکا سا مسکرائی جیسے ہی دیان کے ہوش میں آنے کی خبر ملی تھی سب کی سانس میں سانس آئی۔ عالیہ رات کو ہی وشمہ کے پاس آ گئی تھیں۔ انہوں نے وشمہ کے ساتھ بیٹھتے اس کے سر پر پیار کیا۔

"چندا!"

وشمہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں آپ کب آئیں۔"

"میں رات کو آ گئی تھی۔" وہ جھٹکے سے اٹھی۔

"ماما دیان کیسا ہے۔"

"آرام سے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے آج شام تک گھر آ جائے گا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ میری وشہ کی دعا نہیں سنتا۔" وہ عالیہ کے گلے لگ گئی۔

"ماما! میں بہت ڈر گئی تھی بہت زیادہ۔"

"بس، اب نہیں رونا چلو اٹھو فریش ہو جاؤ اٹھ کر۔ امل ناشتہ لے کر آ رہی ہے پھر وہ تمہاری پٹی بھی بدل دے گی۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واش روم تک لائیں۔

⁂

"نازو! آپ مجھے جوسر دے دیں۔ میں وشمہ کے لیے جوس بنا لیتی ہوں۔"

"جی اچھا۔" نازو نے فوراً کیبنٹ سے جوسر نکال کر اسے دیا۔

"شکریہ۔"

"بی بی جی میں بس دو منٹ میں آغا جان اور بی جی کو چائے دے کر آتی ہوں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" وہ اپنے کام میں لگ گئی۔

''پھپھو جان۔'' اسفند جو بھاگتا ہوا کچن میں آیا تھا۔ امل کو دیکھ کر اس کے الفاظ زبان میں ہی رہ گئے۔ امل بھی ڈر کر ایک دم پلٹی۔

''وہ چچی وشمہ کے پاس ہیں۔'' اس نے فوراً جوس گلاس میں نکالا۔

اسفند نے ہاتھ سینے پر باندھ کر دروازے کے ساتھ ٹیک لگائی۔ امل نے وشمہ کے ناشتے کی ٹرے پکڑی اور سائڈ سے ہوتی باہر جانے لگی لیکن اسفند نے اسے روک لیا۔

''میرے متعلق آپ کے خوبصورت خیالات کا علم مجھے ہو گیا ہے۔''

امل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر دوبارہ سر جھکا دیا۔

''وہ میں نے بس۔'' وہ ایسی لڑکی تو نہیں تھی جو نروس ہو جائے پھر اب کیوں اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

''دیکھو امل! تم نے جو بھی کچھ کہا وہ بالکل ٹھیک ہے کیونکہ تم نے مجھے جب جب دیکھا، یا تو میں سنجیدہ ہوتا تھا یا غصے میں۔ یونیورسٹی میں ہمارا اتنا ہی ٹاکرا ہوا لیکن میں اتنا بھی غصے والا نہیں ہوں۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں امل۔''

امل نے دوبارہ سر اٹھا کر حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی یہ بڑوں کا فیصلہ ہے۔

''میں نے ہی مورے کو تمہارے لیے کہا تھا اور دوسری بات ہاں میں میٹھا نہیں کھاتا لیکن تمہارے لیے کھا لوں گا تم جب جب مجھے آئس کریم کھلانے کا کہو گی میں تب تب تمہیں آئس کریم لا کر دوں گا۔'' وہ مسکرا کر بول رہا تھا۔ ''تمہاری برتھ ڈے پر سرپرائز بھی دیا کروں گا۔ یار اب تو مان جاؤ۔''

امل کے لب مسکرا اٹھے۔

''بتاؤ اب کرو گی مجھ سے شادی۔''

امل نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ بے چینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ امل نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا۔

''شکر اللہ کا۔''

''یہاں کیا ہو رہا ہے؟'' میرب گھورتے ہوئے بولی۔

''وہ بھابھی میں چائے کا پوچھنے آیا تھا۔''

"میں وشمہ کو ناشتہ دے کر آتی ہوں۔" امل نے فوراً دوڑ لگائی۔

"میں مورے سے مل کر آتا ہوں۔"

دونوں کے اس طرح غائب ہونے سے میرب ہنسنے لگی۔

دیان کو حویلی آئے ایک دن ہو گیا تھا۔ سب اس کا خیال رکھ رہے تھے۔ ایک منٹ کے لیے بھی اسے بستر سے نہیں اترنے دیا گیا تھا لیکن وہ جسے اپنے پاس دیکھنا چاہتا تھا وہ دشمن جاں حویلی آئی ہی نہیں تھی۔ آغا حویلی کے سارے افراد نیچے ہال میں بیٹھے تھے۔ وہ اسے ہی ملنے آئے تھے لیکن وشمہ کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ وہ اب بے چینی سے کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا تبھی سمندر خان کمرے میں آیا۔

"اوئے ہوئے چھوٹے خان تم بستر سے کیوں اٹھا ہے۔ لیٹو لیٹو۔"

"یار تھک گیا ہوں میں لیٹ لیٹ کر۔"

"چھوٹے خان! آرام کرو ابھی تمہارا زخم تازہ ہے زیادہ ہل جل سے ٹانکے کھل جائیں گے۔"

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ جھنجلا کر ٹیرس کی طرف بڑھا۔ پھر رک کر جھٹکے سے سمندر خان کی طرف پلٹا۔ کندھے میں درد کی لہر اٹھی لیکن اسے پرواہ کہاں تھی۔

"سمندر خان! تم مجھ سے کتنا پیار کرتے ہو۔"

"ہیں یہ کیسا سوال ہے چھوٹے خان۔"

"بتاؤ نا۔"

"بہت زیادہ تم ہمارے لالہ ہو۔"

"بس پھر میں وشمہ کے پاس جا رہا ہوں تم سب سنبھال لینا۔" وہ گاڑی کی چابی اٹھا کر بالکنی کی سیڑھیوں سے نیچے چلا گیا اور سمندر خان اسے آواز ہی دیتا رہ گیا۔

وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ سر پر پٹی کی جگہ اب بینڈیج تھی۔ بھورے بال کمر پر گر رہے

تھے۔آسمانی رنگ کا سوٹ پہنے وہ پہلے کی نسبت بہتر لگ رہی تھی۔ ہاتھ میں دیان کے پہنائی انگوٹھی موجود تھی۔ اس نے گلے میں پہنے لاکٹ کو ہاتھ لگایا پھر لمبا سانس لے کر پانی پینے کے لیے پلٹی لیکن جگ خالی تھا۔وہ دوپٹہ کندھے پر ڈال کر کچن میں آ گئی۔سب داجی کی طرف تھے۔عالیہ نے اسے بہت کہا کہ وہ بھی چلے، دیان اس کا پوچھ رہا ہوگا لیکن وہ نہیں گئی۔

''وشمہ بی بی! کچھ چاہیے تھا مجھے آواز دے دیتی۔'' نازو فوراً اس کی طرف بڑھی۔

''پانی پینا تھا۔''

''میں ابھی دیتی ہوں۔''

پانی پی کر وشمہ نے گلاس ٹیبل پر رکھا۔

''نازو میں جھیل پر جا رہی ہوں۔''

''بی بی جی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''میں ٹھیک ہوں کچھ دیر میں آ جاؤ گی۔''

جھیل کے اردگرد دھند چھائی ہوئی تھی۔ٹھنڈی ہوا جونہی اسے چھو کر گزری۔اس نے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے۔چاروں طرف ہریالی اور درخت تھے۔پرندوں اور کوئلوں کی آواز ماحول میں ایک دلکش سماں باندھ رہی تھی۔وہ جھیل کے پانی کو دیکھ رہی تھی جو ہوا سے ہلکا ہلکا ہل رہا تھا۔

''خون وہ لوگوں کا پیتی ہے۔ڈائن وہ مجھے کہتی ہے کوئی اسے بتائے کہ خود وہ چڑیل لگتی ہے۔'' دیان نے آہستہ سے اس کے گرد بازو پھیلائے اور اپنا سر اس کے بالوں میں چھپا لیا۔وشمہ کا سانس رک سا گیا۔نظریں اب بھی پانی پر تھی۔نا جانے کتنے لمحے گزر گئے۔اس نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دیان کے ہاتھوں کو تھاما جن میں وہ قید تھی۔دیان آنکھیں بند کیے کھڑا اس کا ساتھ محسوس کر رہا تھا۔

''کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے۔'' وشمہ کے آنسو گال کو بھگوتے ہوئے نیچے گھاس میں جذب ہو رہے تھے۔

''دو دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔آنکھیں صرف تمہیں تلاش کر رہی ہیں۔دل صرف تمہارا نام لے رہا ہے۔''

وشمہ نے آہستہ سے اس کی طرف رخ کیا۔دونوں کی نظریں ملیں۔ایک کی آنکھیں نم تھیں تو دوسرے کی

آنکھیں زور و شور سے برس رہی تھیں۔ وشمہ نے ہاتھ اٹھا کر اس کا گال کو چھوا تو دیان نے اس کے ہاتھ پر اپنے لب رکھے۔ وہ جھٹکے سے اس کے گلے لگ گئی۔

"دیان! کتنا وقت لگا دیا تم نے آنے میں، کتنا وقت لگا دیا۔"

دیان اس کا سر سہلانے لگا۔

"تو مس وشمہ نے مجھے یاد کیا۔" وہ شرارت سے بولا۔

"ہاں بہت یاد کیا میں نے۔ جب جب اپنے آپ کو دیکھا تب تب تمہیں یاد کیا۔ میری ہر دھڑکن نے تمہیں یاد کیا۔ میں نے تمہیں خود میں محسوس کیا ہے دیان۔ میں نے تمہیں بہت یاد کیا ہے۔" وہ زور سے اس کے سینے سے لگی بولے جا رہی تھی۔ دیان کے آنسو اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

"میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں دیان۔ میرا سفر تم سے ہی شروع ہو کر تم پر ہی ختم ہوتا ہے۔ میری منزل صرف تم ہو میں نے تم سے شادی کسی بدلے کے لیے نہیں کی۔"

"شش۔" دیان نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے کوئی وضاحت نہیں چاہیے۔ مجھے تم پر یقین ہے مجھے معاف کر دو وشمہ مجھے پلیز معاف کر دو۔ میری وجہ سے تم اتنی تکلیف میں رہی میں نے تمہیں بہت ستایا ہے نا جو سزا دو گی مجھے منظور ہے۔"

"سزا تو ملے گی بالکل ملے گی مجھ سے دور جانے کی بات بھی کیسے کی تھی تم نے۔" پیچھے ہو کر اس نے دیان کے کندھے پر تھپڑ لگایا۔

"آااا اوچ۔"

"سوری۔ سوری دیان۔ سوری درد ہو رہا ہے۔"

"نہیں۔ ٹھیک ہوں میں۔"

وشمہ نے آہستہ سے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرا پھر پاؤں اونچے کر کے اپنے لب اسکے کندھے پر رکھے۔ بہت ہی خوبصورت مسکراہٹ دیان کے لبوں کو چھو گئی۔

"اب تو بالکل درد نہیں ہو رہا۔" وہ مسکرائی۔

"تمہیں ایک بات بتاؤں وشمہ۔" ہوا سے اس کے بال اڑ رہے تھے۔"میں نے ترکی کے لیے ویزا اپلائی کیا تھا ہماری ٹکٹس آ گئی ہیں۔"

"کیاااا۔ سچ۔" اس کا چہرا خوشی سے کھل اٹھا لیکن پھر ایک دم مسکراہٹ سمٹی آنکھوں میں اداسی آ گئی۔

"دیان میں نہیں جاسکتی ابھی۔"

"جانتا ہوں ابھی میری وائف کو مکمل آرام کرنا ہے۔"

"تمہیں......"

"جی مجھے پتا ہے۔"

وشمہ کی گال لال ہو گئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے دیان کے سینے میں منہ چھپا لیا۔ دیان نے بھی آنکھیں بند کر کے اس کے سر پر اپنا سر رکھا دیا۔ ہوا ان کی گرد جھومتے ہوئے گھوم رہی تھی۔ انہی درختوں کے بیچ دو انجانے راہی ملے تھے اور انہی کے بیچ دونوں مکمل ہو گئے۔ درختوں پر بیٹھے پرندوں نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا اور محبت کے رنگ تھامے آسمان پر پھیلنے لگے

......

آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا۔ سورج کی روشنی سے پہاڑوں پر پڑی برف قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ وقاص خان کی حویلی میں جھانکیں تو اوپر دیان کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ چلیں کوئی نہیں ہم کھڑکی سے جھانک لیتے ہیں۔ ہوا سے پردے لہرا لہرا کر اڑ رہے تھے۔ وشمہ کمبل میں منہ چھپائے سو رہی تھی تبھی دیان تیار سا ڈریسنگ روم سے نکلا۔

"وشہ اٹھ جاؤ۔" شیشے کے سامنے آ کر اس نے کوٹ پہنا اور پھر اس کے پاس آیا اور کمبل اس کے منہ سے ہٹایا۔

"وشمہ ہوش ہے، بچے کدھر ہیں۔"

"تمہیں بھی پتا ہے وہ کہاں ہیں اب مجھے تنگ مت کرو پلیز ڈائن۔ مجھے سونے دو رات بھی تم نے مجھے بہت تنگ کیا ہے۔ آفس میں کر کے آیا کرو کام۔ میٹنگ تمہاری ہوتی ہے ساری رات تیاری مجھے بھی ساتھ کرواتے ہو۔" وہ دوبارہ کروٹ لے کر سو گئی۔

"اب تمہیں ایک ہی انسان بیڈ سے اٹھا سکتا ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے نیچے شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

۞......۞......۞

"عالی! یہ تو سو گیا۔" شاہ نے اپنے اوپر سوئے ہادی کے اوپر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے عالیہ کو کہا جو عباد کے پیچھے پیچھے تھی۔ وہ ٹیبل کو پکڑ کر کھڑا ہوتا اور پھر اس پر رکھی چیزیں اٹھا اٹھا کر زمین پر مارتا۔

"صبح سے جو جاگ رہا تھا آپ بیڈ پر لٹا دیں۔"

"یہ بھی تو اس کے ساتھ جاگ رہا ہے لیکن اس کے اندر کا جن چوبیس گھنٹے ایکٹیو رہتا ہے۔" عالیہ نے فوراً عباد کو اٹھایا۔ وہ ٹی وی کا ریموٹ زمین پر مار رہا تھا۔ شور سے ہادی کسمسایا۔

"کیوں بھئی شہزادے کیا مسئلہ ہے۔" شاہ اٹھ کر عالیہ کے پاس آیا اور عباد کو اٹھایا۔ شاہ کی گود میں آتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں سے شاہ کے بال مٹھی میں جکڑ لیے اور شرارتی انداز میں چیخنے لگا۔ عالیہ فوراً ہادی کے پاس گئی اور اسے تھپکنے لگی۔

"شش، کیا ہے عابی بھائی سو رہا ہے نا۔" لیکن وہ چپ ہونے کے بجائے اور زور و شور سے ہنستے ہوئے چیخنے لگا۔ بال کھینچنا عباد خان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ہادی کی نسبت عباد شرارتی تھا۔

ڈیڑھ سال پہلے وقاص خان حویلی میں یہ دو ننھے فرشتے آئے تھے جنہوں نے سب کی زندگی میں رنگ بھر دیا تھا۔ وقاص خان حویلی کی رونق، خوشیاں سب ان دو ننھے شہزادوں سے تھی۔ ہادی خان اور عباد خان دیان اور وشمہ کے دو جڑواں سپوت جو اپنے ماں باپ کے بجائے باقی سب کے پاس زیادہ پائے جاتے تھے۔

دیان ہلکی سی دستک دے کر کمرے میں آیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام آج اتنی جلدی تیار ہو گئے۔" شاہ نے اسے تیار دیکھا تو پوچھا۔

"جی چاچو آج ندیم انڈسٹری کے ساتھ میٹنگ ہے۔"

"ببا۔" عباد دیان کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا کہ وہ اسے اٹھائے۔ وہ دونوں دیان کو ببا ہی کہتے تھے جس پر وشمہ آدھے گھنٹے تک ہنستی ہی رہتی تھی۔

”لے جاؤ اسے۔ ہادی کو بھی اٹھا دے گا اور وشمہ کو کہو اسے بھی سلا دے فجر سے جاگ رہا ہے۔“

”جی اچھا۔“ دیان بیڈ پر ہادی کے پاس بیٹھا اور اس کا گال چوما۔ وہ کبھی بھی دونوں بچوں کو اور ان کی ماں کو دیکھے بغیر کہیں نہیں جاتا تھا۔

”آؤ بابا کی جان ماما کے پاس چلیں۔“ وہ اسے اٹھائے باہر آیا۔ لاؤنج میں بیٹھے داجی اخبار پڑھ رہے تھے جبکہ بی بی جان اور زنیرہ بی بی باتیں کر رہی تھیں۔

”ارے یہ جاگ رہا ہے۔“

”مورے آپ کو پتا تو ہے یہ نہیں سوتا۔“

”تم پر ہی گیا ہے تم بھی نیند سے بھاگتے تھے۔“ داجی ہنس کر بولے۔ دیان نے مسکرا کر عباد کو پیار کیا اور اوپر کمرے میں آ گیا۔ وشمہ کو جیسا چھوڑ کر گیا تھا وہ ویسی ہی سوئی ہوئی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے لب دبائے۔ عباد آنکھیں مٹکا مٹکا کر کبھی باپ کو دیکھتا کبھی سامنے دیوار پر لگی تصویروں کو۔

”چلو شہزادے اپنی ماما کو اٹھاؤ۔“ دیان نے آگے بڑھ کر عباد کو وشمہ کے اوپر بٹھا دیا۔ وشمہ نے جھٹ آنکھیں کھولیں۔ بس پھر کیا تھا وشمہ کے بال عباد کے ہاتھوں میں تھے اور وہ انہیں کھینچ رہا تھا اور زور زور سے ہنس کر چیخ بھی رہا تھا۔

”دیاااان! یہ کیا حرکت ہے۔ چھوڑو میرے بال عابی۔“ وشمہ فوراً اسے اٹھا کر بیٹھی اور اپنے بال چھڑوانے لگی۔

”عابی! میرے بال چھوڑو پلیز۔“ دیان کو ہنستا دیکھ کر وشمہ نے اسے گھورا۔ ”تمہیں تو میں چھوڑوں گی نہیں دیان۔“ وشمہ نے عباد کو گود سے ہٹا کر بیڈ پر بٹھایا اور اٹھ کر اس کے کپڑے نکالے۔

”دیکھا میں جانتا تھا بس میرا بیٹا ہی تمہیں اٹھا سکتا ہے۔“ وشمہ نے صوفے پر پڑا کشن اٹھا کر دیان کی طرف پھینکا جس کو اس نے کیچ کر لیا۔ وہ اپنے بال پونی میں باندھ کر عباد کے پاس آئی۔

”اب تم لیٹ نہیں ہو رہے آفس کے لیے۔“ وہ عباد کے کپڑے بدل رہی تھی۔ سب سے زیادہ چڑ اس کو گندے کپڑوں سے تھی۔ ہادی کے تو دن میں دو بار ہی کپڑے تبدیل ہوتے تھے جبکہ عباد دس دفعہ کپڑے تبدیل کرواتا تھا کیونکہ سکون تو اسے تھا نہیں کبھی کچھ گرا دینا کبھی کچھ۔

''اپنی حسینہ کو ایسے روٹھا ہوا تو نہیں چھوڑ کر جا سکتا نا۔''

وشمہ نے اسے گھورا۔

''باتیں مت بناؤ ہادی کیا کر رہا ہے۔''

''سو گیا ہے

''وہ میرا بہت اچھا بیٹا ہے ایک یہ تمہارا بیٹا۔'' عباد کو کھڑا کر کے اسے مصنوعی گھورتے ہوئے بولی تو اس نے اپنے دونوں ہونٹ رونے کے لیے لٹکا دیے۔ ایسے کرتے وہ بہت معصوم لگتا تھا۔

''آاااا میرا بے بی، ماما مذاق کر رہی تھی میرا یہ بیٹا بھی بہت اچھا ہے۔'' وشمہ نے اسے گلے لگایا۔

''ابھی دودھ پی کر میرا بے بی سو جائے گا۔ ٹھیک ہے۔'' دیان نے آگے ہو کر عباد کو پیار کیا پھر وشمہ کے سر پر پیار کر کے اٹھ گیا۔

''پیکنگ کر لینا۔ جلدی آ جاؤں گا آج۔ اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ خیال رکھنا اپنا۔''

''وشہ۔''

''ہوں۔'' اس نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیان کو دیکھا۔

''تہ زمہ پہ زڑہ کہ دہ درازاری پہ زے دراز یگے۔''

وہ مسکرائی۔

✡......✡......✡

شام کے سائے لہرانے لگے۔ موسم بہت ہی خوبصورت تھا۔ عالیہ عباد اور ہادی کو ہوٹل کے لان میں لے آئی تھیں۔ وہ دونوں اب بال سے کھیل رہے تھے اور عالیہ بینچ پر بیٹھ کر مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں تبھی شاہ دونوں ہاتھوں میں کافی کے کپ تھامے اس کے ساتھ آ کر بیٹھے۔ ان کے علاوہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ شیشے سے اندر جھانکیں تو ترکش ویٹرز اپنے کام میں مگن تھے۔ شاہ نے ایک کپ عالیہ کو پکڑایا۔ آدھا گھنٹہ پہلے ہی انہوں نے دیان اور وشمہ کو گھومنے کے لیے باہر بھیجا تھا۔ عالیہ نے آہستہ سے شاہ کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ دونوں مسکرا کر

ننھے شہزادوں کو دیکھ رہے تھے۔ کچھ محبتیں عمر بھر کے لیے ہوتی ہیں۔ شاہ اور عالیہ کی محبت بھی ایسی ہی تھی جو وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھ رہی تھی۔

شام ہوتے ہی استنبول شہر روشنیوں میں نہا گیا۔ وہ دونوں ساتھ قدم سے قدم ملا کر باسفورس برج پر چل رہے تھے۔ پیدل چلنا وشمہ کی ہی خواہش تھی۔ بلیک جینز پر بلیک کوٹ پہنے جیل سے سیٹ کیے بال وہ بہت جاذب نظر آرہا تھا۔ دوسری طرف وشمہ بھی لانگ بلیک کوٹ میں موجود تھی۔ قدرتی بھورے بال کوٹ کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ پل روشنیوں کی وجہ سے بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ وہ دونوں رک کر باسفورس کا عظیم الشان سمندر دیکھ رہے تھے۔ دیان نے آہستہ سے اس کے گرد بازو پھیلایا۔ وہاں سے ایک شپ گزر رہا تھا۔

''آئی لو یو سو مچ دیان۔''

''جہان کو تو پسند نہیں کرتی نا اب۔''

''ہاہاہاہاہاہا۔ تم جیلس ہوتے ہو۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

''تو کیا نہیں ہونا چاہیے۔'' دیان نے گھورا۔

''میری محبت، میری چاہت، میرا مان، میری زندگی صرف تم ہو۔ وشمہ صرف دیان کی ہے۔'' اس نے اپنا سر دیان کے سینے پر رکھ دیا۔ دونوں سامنے افق پر دیکھ رہے تھے۔ سمندر کی لہروں پر سے ہوا سرسراتے ہوئے گزر رہی تھی۔ دور سمندری بگلوں کا غول پھڑپھڑاتے ہوئے ان کے سامنے سے گزرا، دونوں مسکراتے ہوئے چل پڑے۔ دیان کا بازو ابھی بھی وشمہ کر گرد تھا۔ وہ جھک کر مسکراتے ہوئے اس کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ وشمہ کے بال اڑ اڑ کر اس کے کندھے کو چھو رہے تھے۔

میری زندگی
تمہاری زندگی
یونہی ایک ساتھ تمام ہو۔

ختم شد......